تذکرہ

ہندو شعرائے بہار

مرتبہ

فصیح الدین بلخی

نیشنل بک سینٹر۔ ڈالٹین گنج پلامو

قیمت چار روپے پچیس نئے پیسے

Marfat.com

تذکرہ

ہندو شعرائے بہار

جس میں

صوبہ بہار کے متقدمین، متوسطین اور متاخرین یعنی دور حاضر تک
کے فارسی اور ریختہ گو ہندو شعراء کے تذکرے اور کلام بڑی جستجو
سے فراہم کرکے مستند تذکروں کے ضروری حوالوں کیساتھ درج کیے گئے ہیں



مرتبہ

فصیح الدین بلخی

ناشر

نیشنل بک سینٹر - ڈالٹین گنج - پلامو

بار اول

قیمت

چار روپے ۲۵ نئے پیسے

احوالِ ضروری

سطورِ ذیل میں بجز احوالِ ضروری کچھ بھی نہیں۔ اسلئے کہ نہ تو یہ اس کتاب کا مقدمہ ہے اور نہ صاحبِ کتاب کا تعارف۔ مقدمہ تو مرحوم مؤلف نے تالیفِ کتاب کے بعد ہی سپردِ قلم کر دیا تھا جو اس کتاب کی اہمیت کا ضمانت دار ہے۔ رہی بات تعارف کی۔ تو یہ ظاہر ہے کہ تعارف کسی ایسے اہلِ قلم کا ہونا ہے جو اس مخصوص فنکار سے بلند پایہ نہ ہو تو ہم پلہ ضرور ہو۔ راقم الحروف اس کا اہل ہی نہیں۔ پھر بھی چند سطور اسلئے سپردِ تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ مرحوم ہستیٔ عظیم رجا دید جس کے علمی و ادبی کارناموں کا علم و ادب مرہونِ منت ہے اُس کے ذاتی حالات سے اہلِ ذوق پورے طور پر آگاہ نہیں ہو سکے ہیں۔

والد مرحوم حضرت نصیح الدین بلخی کا سنِ ولادت ۱ر فروری ۱۸۸۵ء ہے اور سنِ وفات ۱۴ر مارچ ۱۹۶۲ء ہے۔ اُن کی سوانح حیات بہر صورت دلچسپیوں سے بھرپور ہے جو انہیں ایک مہم پسند سیاحِ ممالکِ بیرونی، ایک کامیاب معلم، ایک مقبول افسر، ایک وسیع النظر عالم، ایک بیباک فنکار، ایک جاں گسل جستجو محقق، ایک صاف گو ناقد، ایک انصاف پسند مورخ اور ایک فرض شناس انسان ثابت کرتی ہے۔ اُنکی زندگی کے ہر پہلو پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کی گنجائش نہیں۔ قدرت کو منظور رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ اُن کی سوانح حیات ناظرین کی خدمت میں پیش کروں گا جو ابھی تحریری منازل میں ہے۔ وہ بہت لمبی چوڑی ڈگریاں رکھنے والے فرد تو نہیں تھے لیکن اُن کے سپرد کم و بیش ہمیشہ کام ایسے ہی رہے جن کے لئے عموماً لمبی چوڑی ڈگریوں والے افراد کا انتخاب ہوتا ہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں اپنے والد محترم ڈاکٹر غیاث الدین بلخی مرحوم کی اچانک موت کے سبب اپنا تعلیمی سلسلہ کچھ دنوں تک جاری رکھنے کے باوجود زیادہ عرصہ تک قائم نہ رکھ سکے۔ ویسے سہ گونہ احوال میں یہی کیا کم تھا کہ کسی طرح کلکتہ یونیورسٹی کے انٹرنس کا امتحان امتیازی نشان سے پاس کیا۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں منشی فاضل کا امتحان مزید امتیازی شان سے پاس کرنے کے بعد سنہ ۱۲-۱۹۱۱ء کے لگ بھگ پونا ملٹری اسکول کرکی میں اردو فارسی کے معلم کی حیثیت سے اُن کا تقرری ہوئی۔ اس ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد سنہ ۱۴-۱۹۱۳ء کے لگ بھگ فورٹ ولیم (کلکتہ) میں معلمی کی۔ اسی اثنا میں جزیرہ فیجی کی سیر کا موقع ملا۔ چنانچہ حکومت فیجی کی عدالتِ عالیہ (SUPREME COURT) میں ترجمان کا عہدہ (معاوضہ مبلغ ایک سو چالیس پونڈ ماہانہ تنخواہ) سنبھالا۔ خرابیٔ صحت کے سبب وہاں سے بھی واپس آنا پڑا۔ چنانچہ قانون کا امتحان پاس کرنے کے بعد نالندہ بہار میں بھی کو آپریٹو سوسائٹیز کمیشن

ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتے رہے۔ پہلی جنگِ عظیم میں فوجی ملازمت اختیار کی سنہ ۱۹۱۹ء میں سیریا، مصر، فلسطین، دمشق، بیروت، بیت المقدس اور نہ جانے کہاں کہاں کی سیر کرنے کے بعد وطن واپس آئے جونیر سب ڈپٹی کا عہدہ بھی غالباً ملا۔ لیکن سنہ ۱۹۲۱ء کی تحریکِ عدم تعاون حکام برطانیہ سے متاثر ہو کر اسے بھی ٹھکرا دیا۔ کئی برسوں تک معاشی بحران میں مبتلا رہنے کے بعد سنہ ۱۹۲۶ء میں ریاست مہاراجے گیا میں ریونیو افسر و مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز رہے سنہ ۱۹۴۷ء میں یہاں سے اپنی خوشی کے مطابق پنشن یافتہ ہو کر پٹنہ یونیورسٹی میں ناظم شعبۂ مخطوطات ہوئے جہاں سے سنہ ۱۹۶۰ء میں ریٹائر کیا۔ پٹنہ یونیورسٹی کے شعبۂ مخطوطات کو مرحوم کی کیا دین ہے اسے دنیا اچھی طرح جانتی ہے خصوصی طور پر اس کے موجودہ ناظم ڈاکٹر خواجہ افضل امام ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کو تو ان کی اس ضمن کی خدمات کا اچھا خاصہ علم ہے۔

مرحوم کی پہلی کتاب تاریخ مگدھ انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی سے سنہ ۱۹۴۲ء میں شائع ہو کر مقبولِ عام ہوئی۔ دوسری کتاب تذکرہ بعنوان مہد سنہ ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی شاد عظیم آبادی کی شاعری سے متعلق ان کا کتابچہ انشاد شاد بہت پہلے شائع ہو کر ان کی ناقدانہ صلاحیت کو طشت از بام کر چکا تھا۔

مرحوم کی غیر مطبوعہ کتابیں کئی ہیں (مثلاً تذکرہ صوبہ بہار کے تاریخی مقامات کے کتبوں کا مجموعہ آثارِ بلخیہ، تحریکِ وہابیہ اور بہار، مقالاتِ فصیح، ہندو شعرائے بہار وغیرہ)۔

پیشِ نظر کتاب تذکرہ ہندو شعرائے بہار دراصل مرحوم کی غیر مطبوعہ تصنیفات و تالیفات کے سلسلۂ طباعت کی پہلی کڑی ہے۔ میں اس کی اشاعت کے لئے ناشر کتاب کا حد درجہ شکر گزار ہوں جنہوں نے اس بے سروسامانی کے دور میں یہ جرأت رندانہ سے کام لیا ہے بلکہ یہ بھی عہد کیا ہے کہ تحریکِ وہابیہ اور بہار مرحوم کی غیر مطبوعہ تصنیفات کے سلسلۂ طباعت و اشاعت کی دوسری کڑی ہوگی۔ خدا کرے وہ وقت جلد آئے آمین!

میں اپنے محترم بزرگ پروفیسر عسکری اپنے بزرگ دوست جناب منظور شمسی اپنے شاگرد کے۔ شرما اور اپنے ہم پیشہ عزیز پروفیسر نجیب آرائی کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے از راہ خلوص ہر ممکن صورت اس گزشتہ آلام و مصائب کے ساتھ ہمدردانہ رویہ برتا کر اس نیک کام کی تکمیل میں خلوص و محبت اور تعاون سے کام لیا۔

آخر میں روحِ مقدس کو اپنے جذباتِ احترام کے پھول پیش کرتا ہوں جس کے کارناموں کی دنیائے علم و دانش، خصوصی طور پر اردو زبان و ادب رہینِ منت ہے۔

نیازکیشِ فصیح
آدم بلخی

محلہ ... گنج، گیا
۱۲ اکتوبر سنہ ۱۹۶۲ء

Marfat.com



Marfat.com

Marfat.com

مقدمہ

آئینہ کیوں نہ دیں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے (غالب)

صوبہ بہار کی سرزمین جس کا قدیمی نام مگدھ ہے مذہبی، سیاسی، علمی اور ادبی حیثیتوں سے سارے ہندوستان کی تاریخ میں نہایت اہم اور ممتاز ہے۔ دنیا کے دو بڑے مذاہب یعنی بودھ دھرم اور جین دھرم کا ایجاد اور نشوونما اسی زمین میں ہوا اور راجا چندر گپت اور راجا اشوک کے عہد میں پاٹلی پتر جو بعد میں پٹنہ اور عظیم آباد کے نام سے موسوم ہوا ایسی وسیع مملکت کا دارالحکومت تھا جس کے حدود ملک ایران کی مشرقی سرحد تک پھیلے ہوئے تھے۔

چندر گپت کے زمانہ میں کوتیلیا (چانکیا) ایک بڑا مقنن اور مدبر گذرا ہے جس کو ہندوستان کا ارسطو کہا جاتا ہے اس کی مشہور تصنیف ارتھ شاستر موریا خاندان کے راجاؤں کا دستورالعمل رہی اور آج تک مورخ اس کو بڑی اہم کتاب جانتے ہیں۔

پاٹلی پتر کا ایک باشندہ پانینی جس کو دو ہزار برس سے زیادہ گذرے زبان کے اصول و قواعد منضبط کرنے کا موجد سمجھا جاتا ہے اور اس کی کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے دنیا میں پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے۔

اسی طرح اس ملک کے مشہور مہندس و منجم آریہ بھٹ [illegible] (۴۷۶ء [illegible]) نے تیئیس برس کی عمر میں اسی پاٹلی پتر میں علم [illegible] ایک کتاب تصنیف کی جو آج تک قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

پاٹلی پتر کے راجاؤں میں سمدر گپت (۳۳۰ء تا ۳۸۰ء) فن [illegible] کے علاوہ شاعری اور موسیقی میں کمال رکھتا تھا۔ اس کے [illegible]

Marfat.com

بین بجاتے ہوئے اس کی تصویر پائی جاتی ہے اور اس نے اپنی شوکت و عظمت کا حال سنسکرت میں نظم کر کے اشوک کے سنگین پائے پر کندہ کرایا تھا جو قلعہ الٰہ آباد کے اندر پایا گیا ہے۔

سنہ ۴۲۷ء کے قریب قصبہ بہار سے پانچ کوس دکھن نالندہ کی مشہور دانش گاہ قائم ہوئی جو ہندوستان سے چین تک علم کا مرکز تھی یہ اہل وطن کے علمی ذوق کا سب سے بڑا اور نمایاں ثبوت تسلیم کیا جاتا ہے۔ چین کے جاتریوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہاں ہزاروں اہل علم موجود تھے ان میں متعدد مصنفین بھی تھے جن کی تصنیفیں اس ملک کے علاوہ تبت، چین، اور ملایا تک مشہور تھیں۔ آج بھی پٹنہ میں کتب خانہ مشرقیہ (خدابخش لائبریری) مخطوطات کا ایسا ذخیرہ ہے جو دنیا کے نادر کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے اور اہل بہار کے علمی ذوق کا ایک بدیہی ثبوت ہے۔

ارباب علم کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ ہر ایک زبان کے ادبی سرمایہ سے تمتع حاصل کریں۔ البیرونی نے ہندوستان آکر برہمنوں سے سنسکرت سیکھی اور اس ملک کے حالات اور ہندوں کے طرزِ معاشرت کی جو کیفیت لکھی ہے نہایت اہم ہے۔ تاریخوں کے مطابق سلطان سکندر لودی کے عہد (۸۹۵ھ تا ۹۱۲ھ) میں ہندوں نے فارسی پڑھنا شروع کیا لیکن اس وقت ان کی فارسی دانی دیوان خانوں اور دفتروں کی نوشت و خواند تک محدود تھی اس کے بعد اکبر کے عہد (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) میں راجا ٹوڈرمل نوشت و خواند میں بے تکلف فارسی استعمال کرتے تھے اور راجا مان سنگھ نے صوبہ بہار کی حکومت کے زمانہ میں حاجی پور میں ایک فرمان جاری کیا تھا جس کی نقل راقم

کے پاس موجود ہے اس میں ایک جانب فارسی عبارت ہے اور دوسری جانب وہی مضمون فارسی آمیز ہندی میں ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اکبر ہی کے عہد میں کرشن داس بہاری ایک بڑے ذی علم برہمن تھے جنہوں نے بادشاہ کے ایما سے سنسکرت زبان میں فارسی سیکھنے کی ایک کتاب پارسی پرکاش نامی لکھی جس میں انہوں نے اپنے اشلوک میں بے تکلف عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ کتاب پٹنہ یونیورسیٹی کے شعبۂ مخطوطات میں موجود ہے۔

گیارہویں صدی ہجری سے فارسی کا رواج اس قدر ہو گیا تھا کہ ہندو شعرا مسلمانوں کے ہم پہلو ہو گئے تھے۔ چندر بھان برہمن کا دیوان اور اس کے مکتوبات اس بات کی کھلی دلیلیں ہیں۔ خاص صوبہ بہار میں نند لال گویا، اجاگر چند الفت وغیرہ وغیرہ کئی نامور فارسی گو شعرا گزرے ہیں اور ان کے بعد راجا پیارے لال الفتی ایسے نامور شاعر تھے کہ اس دیار میں اکثر و بیشتر فارسی گو شعرا انہیں کے شاگرد تھے۔ بارہویں صدی ہجری میں جب فارسی کی جگہ اردو نے لی تو صوبہ بہار کے ہندوں نے اردو ہی میں سخن طرازی اختیار کی اور ہندو شعرا و رؤسا اپنے دولت کدوں میں دھوم دھام سے مشاعرے منعقد کرتے تھے ان میں رائے بجیا تھ پرشاد غنیمت اور رگھو ناتھ راج بہادر رحمتی خاص طور پر یاد رکھنے کے لائق ہیں۔

پیش نظر تذکرہ میں ۱۲۵ ہندو شعرائے بہار کے حالات و نمونۂ کلام پیش کئے جاتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہندو شعرائے بہار کی تعداد اسی قدر ہے۔ افسوس ہے کہ تلاش و جستجو کے باوجود بہت سے شعرا کے حالات اس قدر نہ مل سکے کہ اس تذکرہ میں درج کئے جا سکیں بعض پر گو و صاحب دیوان

ہندو شعرأ کے کلام دستیاب نہ ہوئے۔ غرض جس قدر حالات میں جمع ہوسکے اسی پر اکتفا کی گئی ان شعرأ کو تین ادوار میں تقسیم کر دینا مناسب معلوم ہوا۔ دَورِ متقدمین میں وہ شعرا ہیں جو تخمیناً سنہ ۱۲۰۰ھ تک سخن طرازی کرتے تھے۔ دَورِ متوسطین میں وہ شعرا ہیں جو تقریباً سنہ ۱۲۰۱ھ سے سنہ ۱۳۰۰ھ کے درمیان مشقِ سخن کرتے تھے اور دورِ متاخرین میں وہ شعرا ہیں جنھوں نے ۱۳۰۱ھ سے اس تذکرہ کی ترتیب کے وقت تک یعنی سنہ ۱۳۸۰ھ تک شعر و سخن کا بازار گرم رکھا ہے یہ ہندو شعرائے بہار کا پہلا تذکرہ ہے اور اس سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ صوبہ بہار میں فارسی اور اردو زبان و شاعری کے رواج و ترقی میں ہندوؤں نے کس کشادہ دلی سے حصہ لیا ہے اور اب تک لے رہے ہیں۔

محو کیا نقشِ محبت ہو کہ اربابِ وفا
جتنے مٹتے گئے اتنے ہی نمودار ہوئے
(درآرزو عظیم آبادی)

راقم
فصیح الدین بلخی

محلہ گذری پٹنہ سیٹی ۸
۳۰ جولائی سنہ ۱۹۶۱ء

فہرست

Marfat.com

نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۱۰۱	فطرتی	بابو پیارا لال	۱۲۵
۱۰۲	تمنت	بابو گجر بخش	۱۲۶
۱۰۳	تیوہر	بابو رادھے لال	۱۲۶
۱۰۴	درد	لالہ امرت لال	۱۲۷
۱۰۵	رام	بابو رام تیج سہائے	۱۲۷
۱۰۶	افسر	بابو مکر لال دت	۱۲۸
۱۰۷	فرد	بابو رنجیت سنگھ	۱۲۸
۱۰۸	فدا	منشی کلدیپ سہائے	۱۲۹
۱۰۹	کاہیت	منشی ٹھاکر کلدیپ سہائے	۱۲۹
۱۱۰	بھیمی	بابو بھیمی نرائن	۱۲۹
۱۱۱	کشور	بابو نند کشور لال	۱۳۰
۱۱۲	گرشتہ	بابو اودیشور پرشاد	۱۳۱
۱۱۳	[illegible]	بابو جگدیشور پرشاد	۱۳۲
۱۱۴	[illegible]	بابو بشن نرائن لال	۱۳۶
۱۱۵	[illegible]	بابو [illegible] پرشاد	۱۳۷

نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۱۱۶	اثر	بابو امرناتھ	۱۴۲
۱۱۷	زیبا	لالہ رام تیجا	۱۴۷
۱۱۸	آشاد	رام پرشاد کھوسلا	۱۴۷
۱۱۹	آگوارا	بابو رامیشور پرشاد	۱۵۰
۱۲۰	رائے	رائے گوپال کرشن	۱۵۴
۱۲۱	رنگین	منشی چھیدن لال	۱۶۱
۱۲۲	مشکی	بابو بیجناتھ سہائے	۱۶۲
۱۲۳	بشر	بی۔ ڈی۔ مہتا	۱۶۲
۱۲۴	بہار	بابو شیو ناتھ پرشاد	۱۶۳
۱۲۵	بہار	ٹھاکر دیونندن پرشاد	۱۶۳
۱۲۶	بیر	پنڈت مہابیر	۱۶۳
۱۲۷	غنیمت	بابو اجودھیا پرشاد	۱۶۳
۱۲۸		بابو دیشرام نرائن لال	۱۶۴
۱۲۹	آما	بابو اماپتی سہائے	۱۶۷

متقدمین ہندو شعرائے بہار

سنہ ۱۲ھ تک

(۱) **گویا** تخلص اور نند لال نام۔ ہندو شعراء میں ان سے بہتر صوفی منش فارسی گو شاعر کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ اسپرنگر کے کیٹلاگ میں بھی گویا کا مختصر ذکر ہے۔ سکھوں کے نویں گرو، گرو گوبند سنگھ کے رفیق و ہمدم تھے۔ عرصہ تک عظیم آباد اور ترہت میں رہے۔ گرو گوبند سنگھ سنہ ۱۶۶۶ء میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے تھے اور انہی کے سبب سے پٹنہ میں ہرمندر سکھوں کی مقدس و مشہور و معروف زیارت گاہ ہے۔ نند لال گویا کے کچھ حالات پنجابی زبان میں کتابی صورت میں طبع ہوئے تھے۔ غالباً امرت سر میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ گویا کا دیوان نایاب تھا لیکن حسن اتفاق سے ایک دوست نے مجھے لا کر دیا۔ اس کے آخر میں کاتب نے گویا کے کچھ حالات بھی لکھے ہیں وہ اس جگہ بجنسہ نقل کیے جاتے ہیں۔

"مخفی نماند کہ دیوان ہذا از تصنیف متخلص بہ گویا مذہب نداسی یعنی نانک شاہی است و در یں مقام قصبہ ظفر پور از یں نجوہ جناب مستطاب قبلہ عالم و عالمیاں راے رایان کالکا سہائے تراند ر بہادر دام اجلالکم و افضالکم کہ خاکسار یکے از ادنیٰ ترین

شاگردان خط غزدسی یعنی ایں خط شفیعا جناب موصوف است ذکر ایں دیوان آمدہ۔ آخرش روزے بمقام بکھر حین درستگی ذخیرہ کتب ہائے ایں اوراق چند از نظر ایں عقیدت مند گذشت و بخاطر پیوست کہ صاف شود و مرضی مبارک ہم جناب ممدوح بر ہمیں امر استحکام آمد چنانچہ حسب الامر جناب قبلہ معظم ایشاں ایں ہیچمداں در روزے چند قلم بند گردانید و بتاریخ ہفتدہم ساون سمبت ۱۹۱۸ موافق ہشتم ماہ اگست ۱۸۶۱ عیسوی مطابق ۲۹ شہر محرم الحرام افاضت برکاتہ الی الایام روز پنجشنبہ صورت اختتام پذیرفت اگرچہ چنانکہ خواست آنچناں راست نہ آمد۔ بہر کیف از عدم صورت وجود یست انشاء اللہ تعالیٰ اگر زندگی باقیست تا بار دیگر بوجہ احسن رقم پذیر خواہد شد مضمون ایں دیوان آں ماند کہ ہمچناں مثل گویا جو یا باشد۔ تعریف و توصیف مضامین ایں دیوان چہ بر طراز و سبحان اللہ چہ باید گفت۔ انچہ از زبان مبارک جناب قبلہ ممدوح مسموع شدہ بود ازاں بالمضاعف یافتہ کہ ایں مضمون عارفانہ است ہر کہ و مہ بدماغ ایں رسیدن نمی تواند۔ واہ گروجی سخن بادشاہ۔ و در تمامی ایں دیوان یک رباعی طبع زاد جناب سید تراب علی صاحب و قبلہ دام فیضہ کہ بحق ایں چنیں مرد مسلمان کہ ایمانش بہ ہمہ وجوہ از اکل حلال و صدق مقال مسلم باشد دیگر ندیدم و ممدوح الیہ متوطن بکھرہ اند و از ماہنوداں بسیار ربط دارند مندرج بود بنا بر خواست کہ رباعی مذکور ہم کہ یادگار آں بزرگوار است در ذیل ثبت باشد

چنانچہ در ورق قلم بندمی شود۔ الٰہی توفیقِ حق پرستی رفیق باد۔"

افسوس ہے کہ وہ ورق جس پر سید تراب علی صاحب کی رباعی لکھی غائب ہے اور دیوان کا اول ورق بھی غائب ہے جس سے پہلی غزل نامکمل رہ گئی ہے لیکن باقی دیوان مکمل اور نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے۔

ذیل میں دیوان سے بلا انتخاب کچھ اشعار نقل کیے جاتے ہیں۔ سارا دیوان عارفانہ کلام سے مملو نظر آتا ہے اور اشعار کی زبان بھی ایسی سلیس ہے کہ حافظ شیرازی کی تقلید معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو

کسے بحالِ غریبان نا رسا نرسد — رسیدہ ایم بجائے کہ پا بما نرسد
ہزار خلدِ بریں را بہ نیم جو نخرند — ازاں کہ ہیچ بداں کوئے دلربا نرسد
طبیبِ عشق چنیں گفتہ است وی گوید — بحالِ دردِ غریباں بجز خدا نرسد
فدائے خاکِ درش می شود ازاں گویا — کہ ہرکہ خاک نگردد بمدعا نرسد

درونِ مردمکِ دیدہ دلربا دیدم — بہر طرف کہ نظر کردم آشنا دیدم
بگردِ کعبہ و بتخانہ ہر دو گردیدم — دگر نیافتم آنجا ہمیں ترا دیدم
بہ ہر سوئے کہ نظر کردم از رہِ تحقیق — بسانِ خانۂ دل خانۂ خدا دیدم
گدائیِ سرِ کوئے تو بہ ز سلطانی ست — فلاکتِ دو جہاں ترکِ مدعا دیدم
مرا ز روزِ ازل آمد ایں ندا گویا — کہ انتہائے جہاں را بہ ابتدا دیدم

از دوست غیرِ دوست تمنا نمی کنیم — با دردِ ہجر خوشیم و دوا در نمی کنیم
با یار ہمدمیم و نہ بینیم غیرِ او — ما آرزوئے خضر و مسیحا نمی کنیم
بیمارِ نرگسیم کہ نرگس غلامِ دوست — ما چشم را بسوئے کسے وا نمی کنیم
ہر جا کہ دیدہ ایم جمالِ تو دیدہ ایم — ما جز جمالِ دوست تماشا نمی کنیم

Marfat.com

پروانہ وار گردِ رخِ شمع جاں دہیم ۔۔۔ چوں عندلیب بیہودہ غوغائی کنیم
گویا خموش باش کہ سودائے عشقِ یار ۔۔۔ تا ایں سراست از سرِ خود وا نمی کنیم

(۲) **الفت** تخلص اور اجاگر چند نام۔ عظیم آباد کے متقدمین ہندو شعرا میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے شاعری کے علاوہ انشا پردازی میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ آغا حسین عاشق مولف تذکرہ نشترِ عشق، بندابن خوشگو مولف سفینۂ خوشگوار، ڈاکٹر عبداللہ مصنف ادبیات فارسی میں ہندوں کا حصہ اور مولوی عزیز الدین بلخی مولف تاریخ شعرائے بہار نے ان کا ذکر کیا ہے اور پروفیسر سید حسن عسکری صاحب نے رسالہ معاصر نمبر ۳ بابت ماہ دسمبر ۱۹۵۲ء میں الفت پر ایک مقالہ شایع کیا ہے جس کو انہوں نے "انشائے غریب" کا نادر نسخہ دستیاب کرنے کے بعد لکھا ہے۔ اس مقالہ کی بدولت الفت کی ایک اردو غزل اول اول منظر عام پر آگئی۔ اس میں عسکری صاحب نے الفت کے ایک خط مورخہ ۲۵ شعبان ۱۱۴۲ھ بنام نواب فخر الدولہ صوبہ دار بہار کا بھی ذکر کیا ہے۔ فخر الدولہ سلطنت مغلیہ کے مقرر کئے ہوئے آخری صوبہ دار بہار تھے ان کے برطرف ہونے پر صوبہ بہار کی حکومت ناظم بنگالہ شجاع الدین محمد خاں کے سپرد ہوئی اس لئے یہ خط بھی تاریخی اہمیت سے خالی نہیں۔

عسکری صاحب نے ریختہ میں الفت کے پندرہ اشعار نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ کتابت کی خرابی کے سبب بعض الفاظ صحیح طور پر پڑھے نہ گئے۔ ڈاکٹر اختر اورینوی نے انہیں اشعار میں آٹھ شعر اپنے ڈی لٹ کے تھیسس میں نقل کئے ہیں عسکری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولف تاریخ

Marfat.com

شعرائے بہار کا یہ بیان صحیح نہیں کہ احاگر چند پہلے غریب تخلص کرتے تھے دامِ الفت میں گرفتار ہو کر الفت تخلص اختیار کیا۔ عسکری صاحب نے ان کا تخلص غریب بتایا ہے لیکن اس کی کوئی وجہ بیان نہیں کی ہے غالباً انہوں نے ریختہ کی غزل کا آخری شعر:-

یارب غریب ملک معانی کو رہنما　　شکل مہیب و صورت زیبا سیں گم کیا

دیکھ کر ایسا قیاس کیا تھا۔ راقم کو خیال ہوا کہ انشائے غریب در دیوان الفت کو بغور دیکھ کر تخلص کی توثیق کی جائے۔ انشائے غریب کا واحد نسخہ جس میں دیوان الفت بھی شامل ہے۔ کے پی جیسوال ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی ملک ہے راقم نے اس کو دیکھا تو حیرت ہوئی کہ اس میں ریختہ کے پندرہ اشعار اور فخر الدولہ کے نام الفت کے خط کا کہیں پتا نہیں۔ میں نے عسکری صاحب سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ اشعار اور خط اب اس نسخہ میں موجود نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ نسخہ فروخت ہونے کے لئے آیا تھا یہ دونوں چیزیں موجود تھیں اور میں نے نقل کر لی تھیں لیکن بعد میں یا تو فروخت کرنے والے نے وہ اوراق نکال لئے یا جلد سازی کے وقت وہ اوراق خستہ حال اور بیکار سمجھ کر ضائع کر دیے گئے۔

بہرکیف اس نسخہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تخلص کی نسبت عسکری صاحب کا قیاس صحیح تھا۔ الفت نے کسی وقت میں غریب تخلص کیا تھا۔ دو مقطعوں میں لفظ غریب الفت کے ساتھ آیا ہے اسلئے غریب تخلص کرنا صحیح ثابت نہیں ہوتا جیسے

..... کہ حال پہ ہے رحم دل غریبِ الفت　　[illegible]

(ورق پھٹا ہوا ہے اور الفاظ غائب ہیں ان کی جگہ نقطے دیدیے گئے)

مدار شیوہ نمودیم آہ یار نگفت

غریب الفت ما خیر خواہ ہرزہ بود

لیکن ایک خط کے ساتھ غزل اصلاح کے لئے بھیجی ہے اس کے مقطع میں غریب ہی تخلص کیا ہے اور انشائے غریب الفت ص ۴۹ میں ایک نظم ہے جس کے آخری شعر میں 'غریب' بطور تخلص کہا ہے۔ یہ دونوں شعر ملاحظہ ہوں۔

(۱) میاں خلوت دلہا غریب — ہمنشینے نیست بہتر از کتاب

غریب از کار اینہا چند گوئی — امان از کار این غولان نجوی

راقم کا خیال ہے کہ مولف تاریخ شعرائے بہار نے جس تذکرہ کو دیکھکر تخلص بجائے غریب کے غربت قیاس کیا اس میں لفظ غریب کے آخری دو حروف کے نقطے نہ ہوں گے۔ دونوں لفظوں میں تجنیس خطی ہے نقطہ نہ ہونے کی صورت میں غریب اور غربت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

راقم نے انشائے غریب اور دیوان الفت بہ نظر تحقیق دیکھا ہے اسلئے ان کی کیفیت مختصر طور پر عرض کرنا فایدے سے خالی نہ ہوگا۔

دونوں کتابیں ایک ہی جلد میں مجلد ہیں جس کی تقطیع ۸ انچ × ۶ انچ ہے کاغذ دیسی اردلی ہے۔ انشا کی کتاب کے متعدد اوراق غایب ہیں اور دیوان کا بیشتر حصہ آتش زدہ ہے بعض جلے ہوے اوراق پر دوسرا کاغذ چسپاں کردیا گیا ہے جس سے بہت سے مصرعے ناقص رہ گئے ہیں اس کے علاوہ کاتب نے بھی بعض غزلیں ناتمام چھوڑ دی ہیں اس مجموعہ میں اول رقعات ہیں اور بعد میں دیوان ہے۔ کتاب نستعلیق میں لکھی گئی ہے لیکن بعض جگہ شکست

کی سی کیفیت ہے۔ رقعات کی ترتیب مصنف نے اس طور پر کی ہے۔

(۱) قسم نخستین مشتمل بر تحرائف مرسول بخدمت امرایان و بزرگان فیاض زمان (اول ورق سے ۲۹ ورق تک)

(۲) قسم دویم ملحق ملاطفات شوق آیات مرقومہ بمخلصان یک دل و یکجان (.... ورق ۳۰ سے ۵۲ تک)

(۳) قسم سویم بمتفرقات مثل توصیف ہولی و مبارکباد شادی خجستہ بنیاد وغیرہ (ورق ۵۲ سے ۵۹ تک)

ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے

لے پر گہر زنام تو درج مقالہا سر شاہ نطق از مئے حمدت لبالبہا

دوسرے ورق پر یہ عبارت ہے۔ "این نامہ نامی موسوم بانشائے الفت غریب نمودہ شد" انسٹھویں ورق پر کاتب نے یہ عبارت لکھی ہے۔

تمامی نسخہ انشائے غریب تصنیف منشی اجاگر چند صاحب کایستھ ماتھر سوکلی (؟) بیکنٹھ باشی بدست خام بندہ گمنام فقیر حقیر ہیرا لعل کے از طلبہ جناب قبلہ و کعبہ جناب راجہ پیارے لعل صاحب مدظلہ العالی بتاریخ بست و یکم شہر ربیع الاول ۱۲۷۱ ہجری تمام شد۔

اس کے بعد پھر رقعات کا سلسلہ شروع ہوا ہے جو صفحہ ۸۸ پر ختم ہوا ہے۔ پہلا ورق غایب ہے اسلئے مکتوب الیہ کا نام معلوم نہ ہو سکا جو رقعہ مندرج ہے اس شعر سے شروع ہوا ہے۔

بہ لماجی ماہ جی فتنہ قامت نمک پروردۂ شور قیامت

چند سطروں کے بعد راجا رام نراین کی کشتی کی تعریف میں طویل

Marfat.com

مضمون ہے اس کے بعد نواب شوکت جنگ پسر صولت جنگ (حاکم پورنیہ) کے گھوڑے کی تعریف ہے۔ رقعات کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ الفت کے تعلقات بہت وسیع تھے تمام مکتوبات امرا، حکام، مشاہیر شعرا، ادبا اور ممتاز اشخاص کے نام ہیں جن کی تاریخی، سیاسی، ادبی اور سماجی اہمیت مسلم ہے۔ رقعات کی تعداد ۱۴۰ ہے جن میں مبارک باد سکہ سال ہشتم جلوس محمد شاہ بادشاہ غازی حسب الایما راجا رام نراین لکھا ہے (سال ہشتم ۱۱۶۳ھ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت الفت ایک مشاق انشا پرداز تھے) رقعات جو مختلف اشخاص کے نام ہیں ان میں دس رقعے بنام راجا رام نراین، پچیس بنام بلاس رائے رنگین، تین بنام لالہ بندابن خوشگو شاگرد سراج الدین علی خاں آرزو ایک بنام افصح الشعرا میر محمد علیم تحقیق، دو بنام میر محمد حسین خلف میر محمد علیم تحقیق، ایک بنام راجا کیرت سنگھ، دو بنام رائے اودے چند دیوان نواب سراج الدولہ، ایک از زبان مولوی محمد حسن بنام نواب ہیبت جنگ، ایک بنام رائے بالکند در (؟) وہ راجا کیرت سنگھ، ایک بنام شیخ علی حزیں، ایک بنام میر اشرف ایک بنام راجا دھیرج نراین، دو بنام لالہ مول راج عزت (کہ بہ تقریب گیا از شاہجہاں آباد رسید) ان کے علاوہ اور خطوط بھی معزز اور سر برآوردہ اشخاص کے نام ہیں محض طوالت کے خوف سے اس جگہ ان کا ذکر نہ کیا گیا۔

الفت نے اپنے استاد تحقیق کی وفات پر جو قطعہ تاریخ لکھا تھا اور سفینۂ خوشگو میں درج کرنے کے لئے بندابن خوشگو کو بھیجا تھا اس کا ذکر ایک خط میں موجود ہے جو بجنسہٖ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

"بخدمت نخل بند بوستانِ نکتہ دانی چشم و چراغ معانی میر محمد حسین صاحب خلف الصدق قبلہ ارباب تدقیق میر محمد علیم صاحب تحقیق ابلاغ یافت"۔

"میر صاحب قدر دان رسوخیت کیشان سلامت"۔

"اشعار انتخابی دیوان میر صاحب و قبلہ رحمت اللہ خدمتگار سرکار رسانید انشاء اللہ تعالیٰ لالہ خوشگو صاحب سلمہ المنان داخل تذکرۃ الشعرا نمایند و احوال ہم حسب الارقام عالی بشرح و بسط قلمی می فرمایند قطعہ تاریخ وصال میر صاحب مغفور کہ طرح کردہ احقر بود ارسال بسامی خدمت نمود از نظر معالی منظر خواہد گزشت"

آں میر علیم رمز معنی جا کرد	در خلوتِ عرش فوقِ چرخ ازرق
افتاد ستونِ کاخ فطرت افسوس	شد گلشن تحقیق خرد بے رونق
در ماتم او کرد سخن جامہ سیاہ	چون گریہ نمود خامہ از دیدۂ شق
در خون جگر دلِ سیہ پوش زغم	زد غوطہ چو داغِ لالہ در رنگِ شفق
تاریخ وفات او بالفت ہاتف	فرمود کہ تحقیق شدہ واصل حق

۱۱۷۱ھ

قطعہ کے دوسرے شعر میں فطرت سے مرزا معز موسوی فطرت مراد ہیں جو تحقیق کے استاد اور مشہور و معروف اہل زبان شاعر و استاد فن تھے گیارہویں صدی ہجری کے آخیر میں اورنگ زیب نے ان کو عظیم آباد کا شاہی دیوان مقرر کیا تھا۔

دیوان الفت

دیوان الفت ۱۳۸ صفحوں پر خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ بہت سی غزلیں کاتب نے ناتمام چھوڑ دی ہیں اور اکثر اوراق آتش زدہ ہیں۔ اول صفحہ پر یہ عبارت ہے۔

"دیوان منشی اجاگر چند بکنیھڈ باشی متخلص بہ الفت ابن لالہ مہابلی سرگ باشی جد مادری راجا پیارے لعل الفتی تخلص مدظلہ العالی"

قبل میں مذکور ہو چکا ہے کہ ترقیمہ میں کاتب نے اپنا نام ہیرا لعل بتایا ہے، الفتی کے بیٹے کنور ہیرا لعل (ضمیر) تھے غالباً وہی اس مجموعہ کے کاتب ہیں۔

نمونۂ کلام

الفت نے جو غزل شیخ علی حزیں کے پاس اصلاح کے لیے بھیجی تھی اسی کو بطور نمونہ کلام پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اس میں حزیں کی شاگردی کا بھی اعتراف ہے۔

من از درد جدائی خاطر اندوہگیں دارم — کہ دشمن در بغل ہمچون دل خود در کمیں دارم
تسلسل تا ابد تا بر سر شکم را شود لازم — نظر از بسکہ بر زنجیر زلف عنبریں دارم
بجائے نالہ ام در سینہ سرو نازی روید — ز بس در دل خیال قامت آں نازنیں دارم
بخاک افتادہ چوں من بہ عالم بر نمی خیزد — بسان نقش پا در کوئے او سر بر زمیں دارم
دلم از بستگی با عقدۂ ہمت در گرہ دارد — نہ ہمچو گل او عقدہ در خاطر حزیں دارم
بہ جنت قبلہ گردد نام کفر عشق او روشن — کہ اسم آں صنم نام خدا نقش نگیں دارم
مدام الفت زرنگش صیاد من آرمان نمی باشد — دل دیوانۂ آں چشم وحشت آفریں دارم

مبادا سیلِ اشکِ دیدہ از سر بگذرد یارب — ز راہِ کوچہ آں شوخ گریے بر جبیں دارم
بشوقِ غمزہ تا نگہ نگاہے گشتہ مہمانم — چہ سازم [illegible] دل ایام [illegible] دارم
ز سوزِ گریہ ہجراں رخشندہ رخش چہ می پرسی — صد آتش پارہ لختِ جگر در آستیں دارم
ترا از نکتہ ہائے آبدار ز حاجت آمد الفت — کہ بد اعت نظر بر فیضِ استادِ حزیں دارم

نمونہ کلام ریختہ

ریختہ میں [illegible] کی ایک غزل دستیاب ہوئی ہے جس کو عسکری صاحب نے اپنے مقالہ میں درج کیا تھا وہی اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

خلوت نشینِ غم کو تماشا سیں کام کیا — مخمورِ جامِ عشق کو [illegible] سیں کام کیا
دیوانۂ محبت ہے اختیار کون — تکلیفِ جالِ محبت [illegible] سیں کام کیا
مستِ مئے الست کہ ہے تشنۂ دگر — جامِ شرابِ کہنہ [illegible] سیں کام کیا
آباد باد ملکِ قناعت و مردمی — ویرانۂ خرابی دنیا سیں کام کیا
جس کو ہے زورِ ہمت بازوئے مردمی — [illegible] و خانہ بابا سیں کام کیا
آزاد کیا ہے قفلِ خموشی [illegible] لب — [illegible] گو [illegible] کام کیا
[illegible] سوں صحبت بازار [illegible] — [illegible] سیں کام کیا
[illegible] روزِ حشر — [illegible] سیں کام کیا
جس کو ہے داغ [illegible] آتش تمام دل — [illegible] سیں کام کیا
لینا متاعِ دل کہ [illegible] سوں — سودائے عشق [illegible]
جس کو ہے [illegible] — [illegible] سیں کام کیا
[illegible] — بے [illegible] سیں کام کیا
جانے کو بوریا ہے شبستاں قدم نہد — فرشِ سمور و بسترِ دیبا سیں کام کیا
حاکم [illegible] شاہِ ملکِ دل — ملکِ شہ سکندر و دارا سیں کام کیا

یارب غریب ملک معانی کو رہ نما　　شکل حبیبؐ صورت یاسین کام کیا

انشائے غریب اور دیوان الفت میں دو ایسی چیزیں بھی پائی گئیں جن کو بظاہر الفت سے کوئی تعلق نہیں انشائے غریب کے صفحہ اول پر مرزا جلال الدین محمد کی لکھی ہوئی ایک رسید مبلغ پچاس روپیہ کی ایک انگریز حاکم کے نام سے ہے جس میں ۱۳ر جنوری ۱۸۳۲ء تاریخ بھی درج ہے اور دیوان کے ایک صفحہ پر مسمی وزت رنجتی شاگرد الفتی کا کہا ہوا ایک قطعہ تاریخ ہے اس کی کیفیت رنجتی کے حالات میں درج کی جائیگی۔

(۳) موزوں مہاراجا رام نرائن نائب ناظم صوبہ بہار۔ فارسی کے صاحب دیوان اور خوشگو شاعر تھے۔ شیخ علی حزیں (متوفی ۱۱۸۰ھ) کے شاگردوں میں تھے۔ موزوں کا مطبوعہ دیوان جو ۳۸۴ صفحوں کو محیط ہے راقم کی نظر سے گزرا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے خطوط کا ایک مجموعہ موسوم بہ دستور الانشا بھی ان کے وارث رائے متھرا پرشاد صاحب کے پاس ہے جس میں سیکڑوں مکتوبات ہیں جو اس عہد کے سیاسی اور سماجی حالات پر روشنی ڈالتے ہیں یہ بھی راقم کی نظر سے گزر چکا ہے۔ سفینہ خوشگو میں بھی ان کا ذکر ہے۔ ان کی سیاسی زندگی اور عہد حکومت کو صوبہ بہار کے تاریخی اور انقلابی دور سے تعلق ہے اسلئے صوبہ بہار کی تمام تاریخوں میں ان کا ذکر آیا ہے۔ تمام حالات اور واقعات کو اس جگہ درج کرنے کی گنجائش نہیں اسلئے ضروری حالات مختصراً لکھے جاتے ہیں۔

ان کے والد دیوان رنگ لال کائستھ سری باستو ساکن موضع کشن پور ضلع شاہ آباد (آرہ) صوبہ بہار، نواب علی وردی خاں مہابت جنگ

ناظم بنگال، بہار و اڑیسہ کے معتمد دیوان تھے۔ لالہ جانکی رام نائب صوبہ بہار کے مرنے پر ۱۷۵۲ء میں مہابت جنگ نے راجا رام نرائن کو ان کی جگہ پر مقرر کیا۔ مہابت جنگ اور سراج الدولہ کے عہد تک انھوں نے صوبہ داری کا انتظام وفاداری کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد میر جعفر کی نظامت کے دور میں انھوں نے زمانہ سازی اور ظاہرداری سے کام لیا۔ اسی زمانہ میں شاہزادہ عالی گوہر جو بعد کو شاہ عالم ثانی کے لقب سے بادشاہ ہوا، بہار و بنگالہ پر قبضہ کرنے کے قصد سے صوبہ بہار چلا آیا۔ شہر میں اس کی آن بان اور شان و شوکت کا شہرہ تھا اور میر جعفر اور انگریزوں کے ارادہ کا حال معلوم نہ تھا۔ رام نراین نے مرعوب ہو کر اپنے مصاحب محمد شاکر کی معرفت ایک سو ایک اشرفی مع عرض داشت شاہزادہ کے پاس بھیجی اور حاضری کا قصد کیا اور محمد قلی خاں کو اپنا طرفدار بنا کر شاہزادہ کے پاس حاضر ہوا اس وقت غلام حسین خاں (مولف سیر المتاخرین) نے متنبہ کیا کہ رام نراین عیار ہے اس کو ساتھ لے کر فوراً شہر پر قبضہ کر لینا چاہیئے لیکن ان کے والد نواب ہدایت علی خاں نے کہا کہ شاہان مغلیہ نے کبھی کسی کے ساتھ دغا نہیں کی ہے اور محمد قلی خاں کو یہ زعم تھا کہ ان کی تلوار کے آگے کسی کی عیاری کیا چلے گی۔ شاہزادہ کٹھیاواری کے قریب خیمہ زن ہوا تھا اسی جگہ راجا رام نراین بھی حاضر ہوا۔ رسوم دربار کے مطابق وہ آداب و کورنشات بجا لانے پڑے جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ رنگ فق چہرہ اداس، لب خشک حیران رہ گیا۔ نذر کی اشرفیاں پیش کر کے خلعت (سرپیچ و جیغہ مع کلغی جو شاہزادوں کے لئے مخصوص تھا) حاصل کیا لیکن شاہزادہ کے ساز و سامان کو اپنے گمان سے کم دیکھا،

Marfat.com

دل میں پشیمان ہوا اور کھانے کا حیلہ کر کے گھر واپس آیا۔ کچھ دنوں کے بعد ہی شاہزادہ نے قلعہ عظیم آباد کے قریب آ کر قیام کیا۔ اس وقت تک رام نراین شاہزادہ سے مدارات کرتا رہا۔ میر جعفر کو خبر پہونچی تو اول شاہزادہ کو کچھ روپے دیکر جنگ سے باز رکھنے کا ارادہ کیا لیکن اس کا سامان نہ ہو سکا تو کلائیو کے مشورہ سے کرنل کیلاڈ اور میرن کو فوج لیکر روانہ کیا۔ اس کی خبر پاتے ہی رام نراین نے تیور بدل دئے۔ محمد قلی خاں کے عملوں کو جو صوبہ کا حساب دیکھنے آئے تھے یہ کہکر نکلوا دیا کہ آپ کیا سمجھ کر تکلم کرتے ہیں۔ میں ناظم بنگالہ کا ماتحت ہوں آپ کا نوکر نہیں۔ اب تک جو کچھ کرتا تھا برسم مہمانداری کرتا تھا۔ یہ سنتے ہی شاہزادہ نے تسخیر عظیم آباد کا حکم دیا قریب تھا کہ قلعہ مفتوح ہو جائے لیکن اچانک محمد قلی خاں کو اطلاع پہونچی کہ شجاع الدولہ اس کی غیبت میں قلعہ الہ آباد پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ سنتے ہی ادھر روانہ ہو گیا اور شاہزادہ کو جنگ ملتوی کرنی پڑی۔ اس کے بعد ہی عالمگیر ثانی نے انتقال کیا اور شاہزادہ بادشاہ ہوا۔ ۱۷۶۰ء میں کامگار خاں، مٹین اور بعض زمینداروں کو ساتھ لیکر بادشاہ نے رام نراین اور انگریزی فوج سے خلاف جنگ کی کے شکست دی۔ اسی جنگ میں کامگار خاں نے رام نراین کو نیزے سے سخت مجروح کیا بلکہ اپنی دانست میں مار ڈالا تھا لیکن اس نے تختہ ہودج کی آڑ میں لیٹ کر کسی طرح جان بچائی۔ اسی سال دوسری جنگ میں انگریزی فوج نے شاہی فوج کو شکست دی۔ اس میں رام نراین اور شتاب رائے نے بھی حتی المقدور انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔

سنہ ۱۷۶۰ء میں انگریزوں نے میر جعفر کو معزول کر کے میر قاسم کو سنا۔

نظامت پر بٹھایا۔ میر قاسم نے رام نرائن سے صوبہ کے محاصل کا محاسبہ چاہا۔ رام نرائن نے حیلہ حوالہ کیا اور انگریزی فوج کے افسروں سے خفیہ میر قاسم کی شکایتیں شروع کیں اور ان کو یقین دلایا کہ میر قاسم انگریزوں پر چھاپا مارنے کا قصد رکھتا ہے۔ جنرل کوٹ نے اس کا یقین کر کے اچانک میر قاسم کی خیمہ گاہ پر دھاوا کیا تو میر قاسم کو خواب راحت میں پایا اور اس پر رام نرائن کی فتنہ انگیزی کا حال کھلا۔ کلکتہ کونسل کو معلوم ہوا تو اس نے جنرل کو واپس بلا لیا اور میر قاسم کو لکھا کہ رام نرائن کے معاملہ میں ہم کو تامل ہے۔ میر قاسم نے حساب طلب کر کے دیکھا تو شاید بعض خیانتوں کا پتا چلا۔ رام نرائن نے سررشتہ کا محاسبہ کم کرنے کی غرض سے بعض متصدیوں کو روپوش کرا دیا لیکن میر قاسم نے رام نرائن کے گھر سے سات لاکھ روپے نقد اور تخمیناً اسی قیمت کی جنس برآمد کی۔ باقی رقم جو متصدیوں کے پاس جمع ہو گئی تھی اس کا پتا نہ ملا۔ میر قاسم نے رام نرائن کی جگہ پر راجا نوبت رائے کو مقرر کیا۔

۱۷۶۳ء میں میر قاسم کی انگریزوں سے ان بن ہو لی [illegible] جنگ کی نوبت پہنچی اس وقت جگت سیٹھ، مہروپ چند، راج بلبھ، فتح سنگھ، بہادر سنگھ انگریزوں سے خفیہ ملے ہوئے تھے اور ان میں سے بعضوں نے میر قاسم کے خلاف انگریزوں کو خطوط بھی لکھے تھے اور اب تک میر قاسم کی قید میں تھے [illegible] ہو گئے اور اس کے بعد ہی قصبہ باڑھ کے قریب [illegible] کا چبوترا باندھ کر گنگا میں غرق کر دیا گیا۔ مفصل حالات [illegible] انجمن ترقی اردو نے ۱۹۳۵ء میں لکھے ہیں۔

مشہور رعاصب، دیوان شاہ ہونے کی حیثیت سے ان کا ذکر اکثر

تذکروں میں پایا جاتا ہے۔ سفینۂ خوشگو میں بھی ان کا ذکر موجود ہے۔ تذکرہ عمدہ منتخبہ مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن اور سخن شعرا مولفہ نساخ میں بھی ان کا ذکر راقم کی نظر سے گذرا ہے۔ ان کے فارسی کلام کا نمونہ ان کے دیوان سے اور اردو اشعار جو تذکروں میں پائے گئے اس جگہ پیش کئے جاتے ہیں۔ اردو بہت کم کہتے تھے کیونکہ صرف چند اشعار ان کی طرف منسوب ہیں۔

فارسی

روشن بود بہ بزم خموشی بیان ما
چوں شمع سوخت نالۂ ما بر زبان ما

خوں در جگر نماند و خدنگے تو می رسد
حیف است ایں کہ تشنہ رود میہمان ما

عمرے ست ہر سگان درست وقف کردہ ایم
در قسمت ہما نبود استخوان ما

از بخت نارسا نرسد تا بگوش یار
موزوں پراست گرچہ جہاں از فغان ما

دی شب کہ کار بلبل دل آہ و نالہ بود
خون جگر بہ مردم چشمم حوالہ بود

گرچہ بروے تو چوں آئینہ حیراں گشتم
لیک از عکس رخش رشک گلستاں گشتم

درچنیں فصل کہ ہر خار چمن گل گردید
بخت بد بیں کہ من از نالہ سرایاں گشتم

تا سخن ہائے من از فیض حزیں موزوں شد
بغزل شہرہ و محسود ہزاراں گشتم

دل خواستم کہ اشک تماشا شود نشد
امید قطرہ بود کہ دریا شود نشد

گم گشت دل بکوے تو از دست بیخودی
ہر چند خواستیم کہ پیدا شود نشد

دیگر کجا ست چشم ز بیگانگاں مرا
یک لحظہ خواستیم دل از ما شود نشد

موزوں تمام عمر دریں آرزو گذشت
کار ام قسمت دل شیدا شود نشد

تا کرد سوز عشق بجانم سرائیتے
چوں شمع نیست گریۂ ما را نہائیتے

موزوں بسوئے میکدہ ہر گز کہ میرم ۔ از ماست التجاوز ساقی عنایتے

رباعی

مے نوش کہ عمر جاودانی ایں ست ۔ خوشتر بہ ہزار کامرانی ایں ست
ہنگام گل است و رُخِ یاراں سرمست ۔ خوش باش دمے کہ زندگانی ایں ست

ریختہ

(۱) بھولی نہیں ہے مجکو بتوں کی ادا ہنوز ۔ دل کے نگیں پہ نقش ہے نام خدا ہنوز
(۲) کچھ گرانی نہیں مجکو وہ ستمگار کے ساتھ ۔ دل کچل جو ہی پڑا اشک سبکبار کے ساتھ
(۳) ابر ہوگا تو خجالت سےتی پانی پانی ۔ مت مقابل ہو مرے دیدہ خونبار کے ساتھ

شعر نمبر ۲ چمنستان شعرا میں بھی موجود ہے اور شعر نمبر ۲ تذکرہ گلزار ابراہیم میں پایا جاتا ہے اور غالباً اسی سے تاریخ شعرائے بہار میں نقل کیا گیا ہے۔ مشہور ہے کہ سراج الدولہ کے مقتول ہونے کی خبر کو سنکر موزوں نے فی البدیہہ مندرجہ ذیل شعر موزوں کیا تھا جس کو میرحسن نے بھی اپنے تذکرہ میں درج کیا ہے

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانا مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

راجا رام نراین نے اردو کے کچھ اور شعر بھی بعض موقعوں پر پڑھے تھے بعض لوگوں نے ان کو خود موزوں کے اشعار ہونے کا گمان کیا ہے لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں اور راقم کے خیال میں دوسروں کے اشعار تھے جن کو انہوں نے برمحل پڑھا تھا۔

(۴) **خاکستر** تخلص اور منشی سب سکھ نام۔ برادر راجا رام نراین موزوں

عظیم آبادی قوم کایستھ سری باستو۔ محمد فقیہ درد مند کے شاگرد تھے جو حضرت مظہر جان جاناں کی صحبت سے بہرہ مند تھے۔ تذکروں میں خاکستر کا صرف یہی ایک فارسی شعر پایا گیا جو بطور نمونہ کلام درج کیا جاتا ہے۔

بہار کرد گل عارض عرقناک کش
نگہ بچشم تماشا ز شوق بر پا است

(۵) **رنگین** منشی بلاس رائے خلف راجا امان رائے (دیوان مدار المہام پسر محمد علی ردہیلہ) متوطن عظیم آباد قوم کایستھ سری باستو۔ راجا رام نراین موزوں کے رفقا میں تھے۔ راجا گوپند الفت کے خطوط ان کے نام بھی پائے جاتے ہیں جس کا ذکر الفت کے حالات میں گزر چکا ہے۔ تاریخ شعرائے بہار کے مطابق ۱۱۹۰ھ میں انتقال کیا۔ تذکرہ عشقی میں ان کا ایک شعر ریختہ میں ملتا ہے۔

اس مصیبت میں جو تو گھر سے نکالے ہے مجھے
یہ تو بتلا میں بھلا جاؤں کدھر آخر شب

فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے۔

از دختر رز شیخ بصد ننگ گریزد
این مرد ببینید چہ نامرد بر آمد
عشقت از دل سینہ پر از آبلہ دارد
فریاد کہ آتش ز سپندم گلہ دارد

میر حسن کے تذکرہ میں رنگین کے اسی قدر حالات ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ اور اردو کا وہی ایک شعر پایا جاتا ہے جو مذکور ہوا۔

(۶) **مسکین** لالہ بخت مل متوطن عظیم آباد۔ تاریخ شعرائے بہار کے مطابق ۱۱۹۰ھ تک زندہ تھے۔ مضمون آفرینی اور پرگوئی میں مشہور تھے۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

روئے زمیں پہ جتنے ہے یاد حق میں پھرتے ٭ وے آدمی نہیں ہیں ماٹی کی مورتیں ہیں

تذکرہ گلزار ابراہیم میں مذکور ہے کہ انھوں نے اشعار بہت کہے لیکن تحسین سے محروم رہے اس تذکرہ میں بھی ان کا یہی ایک شعر ہے۔

(۷) **بہادر** تخلص اور راجا بیجی بہادر نام۔ عالمگیر ثانی اور شاہ عالم ثانی کے عہد میں صوبہ بہار کے راجاؤں اور ناظم بہار کے معتمدوں میں تھے۔ تذکرہ عمدۂ منتخبہ مولفہ اعظم الدولہ سرور نمبر ۱۳۶۱ مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ان کا ذکر یوں ہے۔

"بہادر تخلص راجہ بیجی بہادر از راجگان صوبہ بہار است" از دست

سیاہی ہو گئی دل کی آرزو نہ گئی ٭ ہمارے جامہ کہنہ سے بوئے گل نہ گئی

تذکرہ سخن شعرا میں بھی ان کا یہی ایک شعر پایا جاتا ہے۔ "تنو رجسونت سنگھ پروانہ انہیں کے بیٹے تھے۔

(۸) **ذوق** منشی آتما رام ساکن عظیم آباد شاگرد مرزا قدوی میر انشر کے رفیق تھے تذکرہ شورش عظیم آبادی میں ان کا [illegible] دریافت [illegible] ہیں۔

وہ نظر مجکو جب نہیں آتا ٭ کچھ نظر [illegible] آتا

دل جاتا ہے تیرے ہوا خواہ کا لیے ٭ شعلہ کی [illegible]

ذوق کے مرنے کا افسوس نہیں کچھ اس کو ٭ غم کہاں [illegible]

درد دل کہنے نہ پایا اسے آج بھی ٭ بیٹھنے [illegible]

اے عندلیب ہیچ کہ کس کا ہو نالہ ٭ لالہ [illegible]

میر اشرف سے نا لمبا [illegible] کشمیری [illegible] مراد ہیں

جن کا مزار اور انہیں کی بنوائی ہوئی مسجد محلہ چوک شکار پور میں موجود ہے۔ مزار اور مسجد میں کتبے بھی لگے ہوئے ہیں۔ سیر المتاخرین میں بھی ان کا ذکر ہے۔

(۹) **عاشق** مہاراجا کلیان سنگھ المخاطب بہ انتظام الملک ممتاز الدولہ تہور جنگ قوم کالستھ سری باستو خلف ممتاز الملک مہاراجا شتاب رائے بہادر منصور جنگ ۱۱۶۵ھ میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے اور ۱۱۸۷ھ میں شتاب رائے کے مرنے پر یہ اپنے باپ کے خطابات سے مخاطب اور پچاس ہزار روپے سالانہ تنخواہ پر ان کی جگہ پر نایب دیوان صوبہ بہار مقرر ہوئے۔ ۱۷۸۱ء میں مہاراجا کلیان سنگھ اور راجا خیالی رام نے ملکر انتیس[۲۹] لاکھ اکیس ہزار ایک سو سات روپے سالانہ پر انگریزوں سے صوبہ بہار کا تعہد لکھوا لیا تھا۔ انگریزوں کو اس کے قبل تک اٹھائیس لاکھ سے زیادہ مالگذاری وصول نہ ہوئی تھی اسلئے یہ ٹھیکہ منظور کر لیا لیکن بعض وجوہ سے علاقوں کا خاطر خواہ بندوبست نہ ہو سکا۔ دوسرے سال انگریزوں نے مالگذاری کی رقم کسی طرح کلیان سنگھ سے وصول کی لیکن اس سے کلیان سنگھ کی مالی حالت اچھی نہ رہی۔ نیابت کا تعلق بھی نہ رہا تھا اس لئے پریشان ہو کر کلیان سنگھ نے عظیم آباد کو چھوڑ کر کلکتہ میں قیام کیا۔ مدت دراز تک وہاں رہنے کے بعد ۱۲۱۱ فصلی میں یہ پھر عظیم آباد آئے تو انہوں نے اپنے مکانات اور باغ کو ویران پایا اور اہل شہر کے التفات میں بھی کمی محسوس کی اسلئے باقی پور جاکر انگریزی حکام کی کوٹھیوں کے قریب بود و باش اختیار کی۔ بالآخر ۱۲۳۷ھ میں یا اس کے بعد انتقال کیا۔

کلیان سنگھ اپنے باپ کی طرح شعرا اور ادیبوں کے قدردان

ہونے کے علاوہ بذات خود تواریخ شاعری اور ادب میں کافی دستگاہ رکھتے تھے مثنوی زیبا، حبیب السیر مدح ایمہ اطہار اور اس کے علاوہ خلاصۃ التواریخ اور واردات قاسمی یادگار چھوڑیں یہ سب کتابیں فارسی میں ہیں تاریخی کتب انہوں نے مسٹر ابراہیم والیڈ کی فرمایش سے لکھی تھیں ان کتابوں کو انہوں نے ۱۲۲۷ھ میں تمام کیا اس وقت ان کی بصارت بھی جاتی رہی تھی چنانچہ خود لکھا ہے کہ جو کچھ لکھواتا ہوں حافظ کے بھروسے پر لکھواتا ہوں خود مسودات کو پڑھنے سے معذور ہوں۔ خلاصۃ التواریخ کا انگریزی ترجمہ نواب سرفراز حسین خاں مرحوم نے اب سے کوئی تیس برس قبل کیا تھا جس کو ریسرچ اسٹیٹوٹ نے چھپوایا تھا اور واردات قاسمی کا ذکر بھی بعض انگریزی تاریخ میں انگریزوں نے کیا ہے۔ یہ اپنے باپ کی طرح صاحب تدبیر نہ تھے لیکن علمی صلاحیت ولیاقت میں اپنے مماثل واقران سے کسی طرح کم نہ تھے ناز ونعم میں پرورش پانے کے سبب عیش پسند تھے۔ شعرا کے اکثر تذکروں میں ان کا ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

فارسی

نالاں زغم فرقت مہ پارۂ خویشم — اوارۂ دشت از دل آوارۂ خویشم

باحسنِ پریزاد ندارم سروکارے — در آئینہ مشغول بہ نظارۂ خویشم

ساقی نبود حاجت من باسے ناب — بیخود زنگاہِ بت میخوارۂ خویشم

ریختہ

چھپایا ہے جگر نے حشر کا سا شور پہلو میں — مگر دیکھا ہے یہ حالِ دلِ رنجور پہلو میں

ان کی سیاسی زندگی کے واقعات راقم نے تاریخ مگدھ میں لکھے ہیں۔

Marfat.com

(۱۰) **گریاں** بھوانی سنگھ بہادر عرف راجا کنور مہاراجہ شتاب رائے کے بیٹے تھے مرزا محمد علی فدوی عرف مرزا بھچو سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ تذکروں میں ان کا صرف یہی شعر ملا۔

دل ہی نہیں ملے ہے لئے کیا نشانِ داغ　　　مدت سے ڈھونڈتا ہوں کروں کیا بیان داغ

(۱۱) **رشیم** منشی گرمہائے لال ولد منشی نور نراین لال ساکن ندرہ ضلع گیا فارسی وعربی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ اردو شاعری میں شیخ ناسخ لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ان کا اردو کلام دستیاب نہ ہوا فارسی کا ایک شعر تاریخ شعرائے بہار سے نقل کیا جاتا ہے۔

درچمن وا اگر ایں عقدۂ گیسو گردد　　　غنچہ غنچہ گرہِ نافۂ آہو گردد

(۱۲) **دل** منشی بینی پرشاد خلف منشی دیبی پرشاد قوم کالیستھ ساکن عظیم آباد شاگرد راسخ عظیم آبادی ان کا حال اور یہ شعر ایک بیاض میں پایا گیا جو مؤلف تاریخ شعرائے بہار کو کسی نے دی تھی۔

پردہ اٹھا کے تو نے ادھر کو گزر کیا　　　عالم کے دل میں تیری محبت نے گھر کیا
جی چاہتا ہے تو لئے ہرگز نہ یار سے　　　پل بس نہیں چلے ہے دلِ بیقرار سے

(۱۳) **تحقیق** لالہ جیون رام ولد لالہ کرپا رام کایست سہری باستو ساکن موضع شیودھا پرگنہ ترہت (صوبہ بہار) ان کے حالات کتاب آئینہ ترہت صفحہ ۲۰۳ اور صفحہ ۲۵۶ میں مندرج ہیں وہی اس مقام پر نقل کئے جاتے ہیں۔

" شریف ونجیب عالی خاندان صاحب علم وصاحب تصنیف ورئیس وصاحب معاش تھے۔ علوم عربی وفارسی میں شہرہ آفاق تھے۔ راجا مادھو

129955

سنگھ بہادر دربھنگا (۱۱۸۳ فصلی تا ۱۲۱۵ فصلی موافق ۱۸۰۸ء) کے دیوان تھے۔ شروع عملداری میں سرکار انگلشیہ کی جب رقم دستورات و نانکار وغیرہ مہاراجا مادھو سنگھ کا ضبط ہو گیا تھا اس وقت دیوان جی موصوف نے بڑی کوشش و پیروی کر کے ان رقومات کو واگذاشت کروایا اس کے صلہ میں موضع ہرپور پرگنہ بھوارہ مہاراجا مادھو سنگھ بہادر نے عطا کیا۔ وارثوں سے ان کے بالفعل (یعنی ۱۲۹۷ھ) جانکی بلبھ سنگھ وجد بلبھ سنگھ موجود ہیں اس وقت زمانہ ان سبھوں کا ناموافق ہے۔

دیوان جی صاحب اشعار فارسی بھی کہتے تھے تحقیق تخلص کرتے تھے منشی ادھو لال چچا حقیقی راقم تاریخ ہذا (یعنی منشی بہاری لال فطرت) کی اول شادی اس خاندان میں لڑکی سے بابو کشن بلبھ ولد بابو رام بلبھ نبیرہ دیوان جیون رام کے ہوئی تھی وہ لڑکی دیوان رام ناتھ متوطن پورا کی نواسی تھی۔ دیوان جی موصوف کا ایک شعر راقم کو یاد ہے لکھا جاتا ہے۔

ہر عمل پختہ شود خام کہ در خانہ بماند چوں بپا ذرکہ دگر سال نماید در خلخ

افسوس ہے کہ تحقیق کا اور کلام دستیاب نہ ہوا دیوان کا تصنیفوں کا بھی پتا نہ ملا ممکن ہے کہ تلاش و جستجو سے ان کے موجودہ ورثا کا پتا مل سکے اور کلام و نیز تصنیفیں دستیاب ہو سکیں۔ اجاگر چند الفت کے رقعات میں ایک رقعہ لالہ پیارے لال کے نام بھی نظر سے گذرا ہے۔

(۱۴) راجا تخلص اور راجا بہادر نام خلف مہاراجا شتاب رائے۔ اشرف علی خاں فغان متوفی ۱۱۸۶ھ کے شاگرد تھے۔ تذکرہ عمدہ منتخبہ مؤلفہ سرور مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن تذکرہ مجمع شعرا اور تاریخ شعرائے بہار

میں ان کا تذکرہ موجود ہے نمونہ کلام یہی ایک شعر پایا گیا۔

بہ زخم دل بجائے مرہم تلک نہ پہونچے ہم اُن تلک نہ پہونچے وہ ہم تلک نہ پہونچے

(۱۵) بیدار منشی بساون لعل تلمیذ حضرت مظہر جان جاناں عظیم آباد میں توطن اختیار کیا تھا عرصہ دراز تک یہاں رہے اور یہیں انتقال کیا۔ تذکرہ شورش عظیم آبادی اور تذکرہ عشقی عظیم آبادی دونوں میں ان کا ذکر ہے اور گارسن دتاسی نے بھی اپنے تذکرہ (بزبان فرنچ) میں ذکر کیا ہے۔ ریختہ اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ریختہ کا نمونہ یہ ہے۔

ہے تیرے سوا کون مرا پوچھنے والا ہاں تجکو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ

گے لخت جگر یوں آنسوؤں کے ساتھ جاتے ہیں کہ جو پھولوں کی پنکھڑی لیکے پانی میں بہاتے ہیں

(۱۶) فرحت لالہ رام چند ساکن محلہ عالم گنج شہر عظیم آباد فارسی کے پرگو اور باکمال شاعر تھے ان کے مختصر حالات میرے پاس موجود تھے لیکن حسن اتفاق سے میرے کرم فرما مولانا عبدالرشید فوقانی ابن مرحوم علامہ شوق نیموی نے فرحت کی تصانیف کی مفصل کیفیت اپنی ذاتی واقفیت اور علامہ شوق کی تحریر کے حوالہ کے ساتھ محض ادبی ذوق کے تقاضے سے اس تذکرہ کے لئے ارسال فرمائی ہے۔ لہذا راقم شکریہ کے ساتھ اس کو درج کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "فرحت نے دیوان کے علاوہ دو دفتر میں مثنوی بھی لکھی ہے جس میں مشہور قصہ حاتم طائی کو فارسی میں نظم کیا ہے۔ اس کا پرانا قلمی نسخہ علامہ شوق نیموی مرحوم کے کتب خانہ میں محفوظ تھا اب میں محمد عبدالرشید فوقانی ولد شوق نیموی نے خدابخش خاں مرحوم (بانکی پور پٹنہ) کے کتب خانہ میں داخل کر دیا ہے۔ جناب شوق نیموی مرحوم کتاب یادگار وطن

صفحہ ۵۳ میں لکھتے ہیں۔ گنج شائگاں یہ نایاب مثنوی لالہ رام چند متخلص بہ فرحت ساکن عالم گنج کی تصنیفات سے ہے جس میں مشہور قصہ حاتم طائی کو فارسی میں نظم کیا ہے۔ اس کا پرانا قلمی نسخہ مصنف کے وقت کا لکھا ہوا جناب والد مرحوم کے ہاتھ آگیا تھا۔ اس کا دوسرا دفتر موسوم بہ گنج بادآورد اسی شاعر کا کہا ہوا حسن اتفاق سے مجھ کو مل گیا جس میں حاتم طائی کے وہ قصے ہیں جو آج تک نہ فارسی میں راقم کی نظر سے گزرے ہیں نہ اردو میں۔ یہ دونوں دفتر ذخیرے کتب خانہ میں موجود ہیں جن کو بوجہ نایابی وحب وطنی راقم نہایت عزیز رکھتا ہے۔ مصنف نے دونوں دفتر میں حمد و نعت کو ذوالبحرین میں لکھا ہے اور دفتر اول میں حضرت مخدوم شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی مدح ذوالبحرتین اور سہ بحری اور چہار بحری اشعار میں لکھی ہے چنانچہ چہار بحری اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے۔

قطرۂ از جود تو جود کثیر ذرۂ از خوے تو مہر منیر

اس دفتر کو مصنف نے ۱۲۱۱ھ میں تمام کیا ہے۔ اس کی تاریخ کس خوبی کے ساتھ یوں لکھی ہے۔

سال اتمامش چو دل از عقل خواست کرد دو انگشت خم دیگر دو راست

(یعنی دو انگلیوں کو دوبار خم کرنے سے دو آٹھ کی شکل یعنی ۸۸ پیدا ہوتے ہیں اور دو انگلیاں سیدھی کرنے سے دو الف کے مانند گیارہ ہوتے ہیں اس طور سے ۱۲۱۱ھ نکلتا ہے۔) یہ دونوں مثنویاں ایسی کمیاب اور غیر مشہور ہیں کہ کتاب تو کتاب مصنف کے نام سے بھی کوئی واقف نہیں (تمام شد بیان منشی تمیز مرحوم)

اس کے بعد فوقانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ دفتر اول کے آغاز میں یہ مضمون ہے۔

حاتم نامہ من تصنیف لالہ رام چند متوطن محلہ عالم گنج بوقت دوپہر روز چہارشنبہ ماہ ربیع الاول ۲۲ سنہ جلوس والا عالم شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ وحشمتہ۔ اب ہم دفتر اول موسوم بہ گنج شائگان اور دفتر دوم مسمیٰ بہ گنج بادآورد کے چند اشعار مختلف مقامات سے انتخاب کرکے ہدیہ ناظرین قارئین کرتے ہیں۔ اشعار حمد و نعت دفتر دوم مسمیٰ بہ گنج بادآورد معروف بہ حاتم نامہ بہ صنعت ذوبحرین۔

اے کہ شد از فیض تو اندر سخن ‏ ‏ طوطی طبعم ہمہ شکر شکن
شکر تو اے خالق بندہ نواز ‏ ‏ کے شود از بندہ ناساز ساز
گر دمے از شکر تو رانم سخن ‏ ‏ پر شکر از شکر تو گردد دہن
از کرم آوردہ از بہر ما ‏ ‏ احمد مرسل سرور انبیا
از سر صدق از من عاصی مدام ‏ ‏ باد بر آں مایۂ رحمت سلام
فرحت دل خستۂ شیریں بیاں ‏ ‏ دم بدم از لطف تو خواہد چناں
ناظرین از شوق تو در جوش باد ‏ ‏ گوہر بخش آویزۂ ہر گوشش باد

اشعار خاتمہ کتاب دفتر دوم و اشعار در مدح مسٹر فریڈل صاحب بہادر۔

شکر ایزد خامۂ گوہر فشاں ‏ ‏ کرد در ریزی بسے در داستاں
زد رقم گرچہ فسانہ سرسری ‏ ‏ لیک در افشاند در نظم دری
باوجود شغل چندیں کارگاہ ‏ ‏ شد مرتب مثنوی در چار ماہ

بهر نامش داشتم غور تمام — عقل کردش گنج یادآور و نام
چون صفات داور والا همم — کانِ جود و منبع فضل و کرم
مسٹر فرنیڈل فرخنده شان — کز عطای دست پر دریا و کان
صاحب کز خوان احسانش مدام — خلق را چون مهر پر زر هست جام
مجلے در دفتر اول قلم — ساخت بر صفحات زرافشان رقم
خاتمه هم فرحت از زیب تمام — یافت در تسطیر حسن اختتام
هست امید از خدای ذوالاکرام — تا شود مقبول طبع خاص و عام
شعر دویم در دفتر این علم گنج — [illegible] چهار و پنج ۵۵۵۵
در نشان بی رنج هیچو ی ز گنج — پنج هزار و پانصد و پنجاه و پنج ۱۲۰۲
نیز شعر هر دو دفتر در شمار — یکصد است و سی و دو با نه هزار
سال انگریزی لیے فرخنده فال — یک هزار و هشت صد آغاز سال
نسبت هندی شناسی سال خوش — یک هزار و هشت صد پنجاه و شش
سال هجری گشت روشن هیچو مه — یک هزار و دو صد و [illegible]

اشعار دفتر اول مسمی به گنج شایگان که در اثنای کتاب دیباچه اول
مصنف در در [illegible] نظم [illegible] ■

۱ [illegible] کلام — یافت [illegible] زیب [illegible]
۲ خواهش گلدسته باغ جمال — یار [illegible]
۳ [illegible] — [illegible] غلط [illegible]
۴ هست [illegible] — از [illegible]
۵ خال [illegible] — [illegible] کتاب

۶ ابروے رهبر قصر جنت است — کف رنگین حنائے بسته است
۷ شد ز عطر گیسوے ایں مشک بو — مغز مشک نافه چین مشک بو
۸ موے بند زلف ایں مشکل بر بند — بنده ناقص طبیعت را م چند
۹ در سخن فرحت تخیلها ساخته — اشهب فکرت بمیدان تاخته
۱۰ می کند بزم سخن را بوستان — بشنو اندر کشور هندوستان
۱۱ رونقش باغ ارم شداد هست — نام آن شهر عظیم آباد هست
۱۲ در چو شهر نوشته از باغ بهشت — وصف او باید به آب زر نوشت
۱۳ از عمارت گر بنا سازم سخن — بر سر کرسی نشیند شعر من
۱۴ کنگره هائے عمارتهائے آن — میزند خنده بریش آسمان
۱۵ چار سویش بوستان دلکشاست — از نسیمش مغز عالم مشکهاست
۱۶ سرو و شمشادش بجنانی علم — عاشق و معشوق استاده بهم
۱۷ گل بخوان در روے خرامان هر طرف — در بغل شیشه و جام مئے بکف
۱۸ سینه وا سازند گر اندر چمن — گل ز حسرت چاک سازد پیرهن
۱۹ موج زن سوے شمالش آب گنگ — چشمه کوثر خجل زان آب و رنگ
۲۰ هر یکے باشد از کف مشت آب — بر لباس خویشتن همچون گلاب
۲۱ در جنوبش رود کے جلا روان — نخل ناردانه گرد اگرد آن
۲۲ هست آنجا درگهه عرش اشتباه — شاه ارزان مظهر نور اله
۲۳ تاج شاهی را شرف ز فرق آن — هست او صاحب ولایت در جهان
۲۴ از قصورش قصر جنت پر قصور — گنبدش تابنده همچون مهر دور
۲۵ گرد گردش روضه جنت نشان — درمیان از نسیم عنبر فشان

۲۶ درمیانِ صحنِ او حوضِ کلاں — مست آب او مصفا ہمچو جاں
۲۷ سوے دو لالیش کند گر کس گزار — گرم رقاصی شود مستانہ وار
۲۸ وصفت آں زیبا بیش گر سازم رقم — در کفِ دستم برقص آید قلم
۲۹ نامۂ جود و سخا شد چوں تمام — عقل گنج ثنایگا نش کرد نام
۳۰ موسم آغازش کہ از بس سعد بود — چارشنبہ آخری ذیقعدہ بود
۳۱ سال اتمامش چو دل از عقل خواست — کرد دو انگشت خم دیگر دو راست
۳۲ دمبدم میگفت دل بر طبع ایں — آفریں صد آفریں صد آفریں

انتخاب اشعار دفترِ اول یعنی گنج ثنایگاں در صنعت ذوالبحرین

حمد باری

اے کرشد از ذکر تو شیریں مقال — ویکرشد از فکر تو رنگیں خیال
نام تو آرایش عنواں بود — مدح تو پیرایش دیواں بود
شد سخن از فیض تو آب رواں — پر گہر از مدح تو درج دہاں
حمدِ تو ز اندازۂ نکرت بروں — وصف تو ز آوازۂ شہرت فزوں
مدح تو افزوں ز حدِ گفتگو — جاے تو بیروں ز کدِ جستجو

نعت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سایۂ از رحمت و لطفِ خدا — مایۂ زیبایش ہر دو سرا
افضل و زیبندۂ قدر رفیع — اکرم و والا قدر امت شفیع
امجد و پیغمبرِ ربِّ جلیل — از مژدہ بدرہ او جبرئیل
سینۂ او مطلعِ انوار حق — باطنِ او مخزنِ اسرار حق
جبہۂ او مظہرِ نورِ الٰہ — اشعۂ حق را رخ او جلوہ گاہ

مقدم خود بہ سر افلاک داشت — بر سر خود افسر لولاک داشت
ہم ملک از غاشیہ داران اوست — ہم فلک از منطقہ بندان اوست
مدح وے از خامہ کجا آید تمام — ہم ز وے الطاف و ز حضرت سلام

اشعار در مدح مخدوم شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ در صنعت مجمع البحرین

ایکہ دل از مدح تو دریائے ژرف — جاں بود از فیض تو در تنگ رف
وصف تو گلگونہ روئے سخن — مدح تو مشاطۂ موئے سخن
رونق ملکِ سخن از روئے تست — تازگی باغ من از بوئے تست
نام تو وردِ دل ارباب ہوش — از خم فیضت ہمہ کس جرعہ نوش
مُقبلِ حق حضرت سعدی توئی — راحت جاں مایۂ شادی توئی
ناطقہ از ذکر تو شیریں بود — روضۂ ام از مدح تو رنگیں بود
خامۂ من مصرعہ برجستہ گشت — رشتۂ رشتۂ در کفم گلدستہ گشت
مصرعۂ فکرم پر پروانہ ایست — نقطۂ کلکم دُرِ یکدانہ ایست
خاطر من گل شد و طبعم چمن — بلبل من دل شد و مغزم سمن
مدح تو اکنوں کنم از چار بحر — تا شود از وصف تو گلزار بحر

انتخاب اشعار در صنعت چہار بحری

ایکہ شد از درِّ تو زیب سخن — پر گہر از درِّ تو جیب سخن
قطرۂ از جوئے تو جود کثیر — ذرۂ از خوئے تو مہر منیر
نفحۂ از خطِ تو مشک تتار — رشحۂ از نمِ تو ابر بہار

در صنعت سہ بحری

مدح تو از حد من [illegible] — وصف تو از گفتن [illegible]

کن نگہ از رافتِ خود سعدیا — بر رخم اینک درِ راحت کشا
مزرعہ امید من از لطف خویش — تازہ و سرسبز کن از لطف خویش
در سخن اے فرحت خوش گو کوش — بلبل خوش نغمہ بنوا خموش
قصہ از حاتم طی باز خواں — شہرہ چو دشش بکن اندر جہاں
از سرِ گنجینۂ دل ریز دُر — دامن عالم بکن از گنج پر
بس سخن از حاتم طی می کنم — صنعت بحر ایں ہمہ طی می کنم

اس کے بعد حاتم طائی کا قصہ شروع کیا ہے

(۱۷) **الفت** رائے منگل سین قوم کایستھ باشندہ عظیم آباد شاگرد قلندر بخش جرأت لکھنوی تذکرہ عمدہ منتخبہ نمبر ۳۱۲۶ مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ان کا ذکر یوں ہے۔

"الفت رائے منگل سین کایستھ شخص ذہین و خوش اختلاط شاگرد قلندر بخش جرأت، متوطن عظیم آباد چندے بعلاقہ دارد دار الخلافت (دہلی) گشتہ غزل طرحی در مشاعرہ خواندہ بود ایں شعر دریں مجموعہ ثبت نمودہ شد۔"

اس طرح چھپ کے گھر جاؤ گے تم دو چار — مفت جو جائیں گے یوں بربادگھر دو چار
ہر قدم پر یاں تلک آنے میں سو سو ناز تھے — کیونکہ گھر جانے لگے شام و سحر دو چار

تذکرہ سخن شعرا اور تاریخ شعرائے بہار میں بھی ان کا ایک شعر پایا جاتا ہے۔ خمخانۂ جاوید میں ان کا ذکر مختصر ہے۔

(۱۸) **شورش** بابو مکند لال شاگرد [illegible] معالی محمد دیوان [illegible] [illegible] نے ایک ضخیم مثنوی فارسی میں اور ایک اردو میں [illegible] لکھی جو نایاب ہے۔

[illegible] کا تذکرہ [illegible] انتقال [illegible]

تاریخ شعرائے بہار میں اردو مثنوی کا یہ شعر درج ہے۔

کبھی میرا ٹھٹھہ بہشت بریں تھا
جواب اس کا دنیا کے اندر نہیں تھا

(۱۹) **شوق**۔ بابو شیو گوپال عرف کاکاجی ساکن عظیم آباد تجارت اور مہاجنی کا پیشہ کرتے تھے۔ گارسن وتاسی نے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا ایک شعر پایا گیا؛ وہ نقل کیا جاتا ہے۔

دامن کو تیرے خون نہ رہے بن لگے ہوئے
چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل مرے ہوئے

(۲۰) **بیتاب**۔ سنتوکھ رائے باشندۂ عظیم آباد۔ تذکرۂ عشقی میں ان کو نازک مزاج اور کتب بینی کا شائق لکھا ہے

خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے
نصیب میں کسی کافر کے یہ بلا نہ کرے

میر حسن نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر اور کلام درج کیا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سنتوکھ رائے المتخلص بہ بیتاب۔ از تذکرۂ قائم معلوم شد کہ کم دماغ وخلوت دوست بود، معلوم نیست کہ الحال کجا ست۔ درآں زمان زور طبعش بروزیکہ مانند ہلال درترقی بود۔ و ربط کلام را خوب می فہمید خدا ایش زندہ دارد۔ از وست ؎

نہ رہے باغ جہاں میں کبھی آرام سے ہم
پھنس گئے قید قفس میں جو چھٹے دام سے ہم

اپنے مذہب میں ہے اک شرط طریق اخلاص
کچھ غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ اسلام سے ہم

محبت کی بھی کچھ ہوتی ہیں کیا اے ہمنشیں راہیں
کہ خوباں یوں کہیں کہ دیں ہم ان کو اس طرح چاہیں

ادھر نالہ کیا ادھر وہ مضطر ہو چلا آیا
عجب دن تھے وہ جن روزوں میں کیسی تھیں اثر آہیں

سبزے پہ اس کے خط کے نہ مارا گیا میں ایک — اس گل زمیں میں کھیت ہزاروں جواں ہے
جی میں ہے اس کی بات میں اب پھر نہ بولیے — لیکن کسی طرح جو یہ کافر زباں لے ہے

❖

محبت اب فلک رکھتی ہے یہ تاثیر مجنوں کی — کہ بن لیلیٰ کہیں کھنچتی نہیں تصویر مجنوں کی

❖

میں کیا خلل نہ اُٹھائے فلک کے کینے سے — کسی کو کام نہ ڈالے خدا کمینے سے
تو اپنا دل سا مراد دل نہ سمجھیو بیرحم — کہ سنگِ سخت کو کیا نسبت آبگینے سے

❖

عشق میں گاہے عسل گہ نیش ہے — نت نیا یاں ماجرا درپیش ہے

❖

خدا کسی کو گرفتارِ زلف کا نہ کرے — نصیب میں کسی کافر کے یہ بلا نہ کرے

❖

رباعی

یاں آکے ہم اپنے مدعا کو بھولے — مل مل کے غیروں سے آشنا کو بھولے
دنیا کی تلاش میں گنوائی سب عمر — اس مس کی طلب میں کیمیا کو بھولے

تاریخ شعرائے بہار میں بھی ان کا مختصر حال اور ایک شعر درج ہے جو غالباً میر حسن کے تذکرہ سے ماخوذ ہے۔

متوسطین ہندو شعرائے بہار

(۱۴) الفتی ۔ راجا پیارے لال ابن رائے سکھن جی قوم کائستھ ماتھر۔ آبائی وطن سکندرہ متصل آگرہ تھا۔ عرصہ تک دہلی میں رہے اسلئے خود کو دہلوی لکھتے تھے۔ اکبر شاہ ثانی کے منشی تھے رزیڈنٹ سے ناچاقی ہونے کے سبب ترک ملازمت کر کے عظیم آباد چلے آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی سے پندرہ سو چھتیس روپیہ سالانہ پنشن مقرر ہو گئی تھی۔ عربی و فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور انشا پردازی اور شاعری میں مشہور تھے عظیم آباد اور اطراف بہار میں ان کے متعدد ہندو اور مسلمان شاگرد تھے۔ ان کے بعد بھی ان کے پوتے کنور سکھراج بہادر رحمتی کے وقت تک ان کے سلسلہ کے شاگرد اکثر تخلص میں یائے نسبتی کا التزام رکھتے تھے چنانچہ رحمتی و خبرتی و حشمتی وغیرہ نے اپنے تخلص میں یہی رعایت ملحوظ رکھی تھی۔ الفتی کے خانگی کتب خانہ میں کئی ہزار نادر قلمی کتابیں تھیں۔ خود ان کی تصنیف سے مثنوی نیرنگ تقدیر اور مینا بازار کے علاوہ فارسی دیوان غزلیات یادگار ہے۔ فارسی دیوان کو ان کے پوتے رحمتی نے ۱۸۷۰ء میں طبع کرایا تھا وہ راقم کی نظر سے گزرا ہے اور اسی کے کچھ اشعار بطور مشتے نمونہ از خروارے اس جگہ درج کئے جاتے ہیں۔ الفتی نے ۲۶ صفر ۱۲۵۰ھ

روز پنجشنبہ کو انتقال کیا۔

چوں غنچہ جز سکوت نباشد بیان ما | پیچیدہ شد زبان سخن در دہان ما
در دشت پر بلاے جنوں نیست الفتی | جز موج ریگ اشک روان کاروان ما
تاثیر غمزہ ات ز دل ناتوان گذشت | آہم ز نُہ فلک شد و از لامکان گذشت
نازم ز بخت تیرہ کہ چوں بلبل قفس | بر یک و تیرہ فصل بہار و خزاں گذشت
خوش آنکہ در محبت جانانہ الفتی | از رنج دہر و راحت خاندو جہاں گذشت

ریختہ میں ان کا صرف ایک شعر تذکرہ میں پایا گیا

خاکساری سے مثال نقش پا | جس جگہ بیٹھے وہیں کے ہو گئے

خم خانۂ جاوید میں لالہ سری رام نے ان کا حال بہت مختصر لکھا ہے۔

(۲۲) **دماغ** ۔ منشی گنگا لال خلف منشی کنہیا لال ساکن میران پور رندرہ ضلع گیا۔ اردو اور فارسی کے علاوہ سنسکرت بھی جانتے تھے۔ ایک دیوان غیر مطبوعہ موسوم بہ گلشن بہار یادگار چھوڑا ۱۳۲۶ھ میں بعمر ستر سال انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ایک ہی شکل کو دو کرکے دکھا دیتی ہے | جوہر آئینہ قاتل تری تلوار میں ہے
گلشن حسن پر بہار نہیں | کنگھی چوٹی نہیں سنگار نہیں
قتل کو بس ہے خنجر ابرو | حاجت تیغ آبدار نہیں
باغ عالم میں گل کھلائے کچھ | لے جنوں موسم بہار نہیں
تیری زلفوں سے اماں ہے کسے یار آج کی رات | انہیں دکالوں نے دکھایا ہے بلا آج کی رات
درد دل سے جو کراہا تو وہ ہنس کر بولے | جاں بلب کون ہے آزار دیا آج کی رات
صاف ہو وصل میں عاشق سے کدورت کیسی | میری جاں دیکھو دل سے غبار آج کی رات

وہ شبِ ماہ میں آئے ہیں جو افشاں چن کر　　چاندنی دہری دکھاتی ہے بہار آج کی رات

خم خانہ جاوید میں بھی ان کا ذکر اور انہیں اشعار میں سے پانچ اشعار ہیں۔

(۲۳) **ضمیر**۔ کنور ہیرالال خلف راجا پیارے لال الفتی مولد و ساکن عظیم آباد۔ درسیات عربی و فارسی میں فارغ التحصیل تھے اور علم ہندسہ اقلیدس، ہیئت کے علاوہ عروض میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ چند سال محکمہ بورڈ کمشنر و افیون میں سررشتہ داری کے عہدے پر ممتاز تھے۔ سنہ ۱۲۵۹ھ میں انتقال کیا۔ اردو اشعار دیکھنے میں نہیں آئے فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے۔

از سینۂ سوزاں بفلک نالہ شگیم　　وز دیدۂ گریاں بزمیں ژالہ فرستیم

تا یک نشاں نشِ دہد از صورت عالم　　نامہ نو لیسیم و گل لالہ فرستیم

(۲۴) **تائب**۔ منشی بھگوان دین ابن منشی منگل سین قوم کایستھ ساکن اوریا ضلع پورنیہ تلمیذ منشی شنکر لال صبا ساکن ندوہ ضلع گیا۔ سنہ ۱۲۷۱ھ میں باون برس کی عمر میں انتقال کیا۔ تاریخ شعرائے بہار سے ان کے یہ اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

باغ دنیا میں وہ شجر ہیں ہم　　پھوتے ہیں کبھی نہ پھلتے ہیں

ڈھونڈتا ہوں نہیں جو میں تائب　　خانۂ دل سے وہ نکلتے ہیں

(۲۵) **مخفی**۔ تخلص اور راجا بابو نام ساکن عظیم آباد، سخن شعرا اور تاریخ شعرائے بہار میں ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ہے خنک از بس ہوا اے گرم ساقی جلد آ　　گرم صحبت ہوگی زیب انجمن ہو جائیگا

دیکھ سنبل کو چمن میں یاد آئے اس کے بال　　حاصل اس گلگشت سے آخر پریشانی ہوئی

(۲۶) شوق۔ لالہ ٹیک پرشاد کایستھ ماتھر ساکن عظیم آباد راجا پیارے لال الفتی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ذی علم اور مشاق شاعر تھے افسوس کہ ان کا کلام دستیاب نہ ہوا۔ لیکن ایک رسالہ موسوم بہ دھرم پالک جو از کشن لال رائے بہادر آنریری سرجن وائسرائے ہند کے رسالہ دھرم شاستر کے جواب میں ۱۸۸۰ء میں شایع ہوا تھا اس میں شوق کی ایک نظم ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے یہ جوابی رسالہ لالہ رفعت بہادر کایستھ ماتھر عظیم آبادی کا مرتب کیا ہوا ہے اس میں ازدواج بیوگان نابالغ کو ہندو دھرم کے خلاف بتایا ہے۔

نظم شوق

جو لکھوں تیری شان ہیں کم ہے — مظہر جود و فخر عالم ہے
آسماں تیرے آستاں پہ سدا — پئے تسلیم سر کئے خم ہے
مہر بھی تیرے آستانے پر — ذرہ ساں بندگی میں ہر دم ہے
ماہ طلعت تو ان کو لی تجھسا — دور میں چرخ پیر کے کم ہے
تیرے زور شباب کے آگے — صوت پیر زال و رستم ہے
تیرے در کا گدا تونگر ہے — جام نقر اس کا ساغر جم ہے
نام نامی ترا سلیماں وار — نقش ہر دل پہ مثل خاتم ہے
بحر فیض آپ کا روانی میں — تشنہ کاموں کے واسطے یم ہے
ہیں تونگر بھی تیرے دست نگر — تو کرم میں سبھوں سے اکرم ہے
تیرا الطاف بہر دوست ہے قند — قہر تیرا اپنے عدو سم ہے
گل ہیں خواہاں نسیم شفقت کے — ملتجی آبرو کی شبنم ہے

شوقِ خستہ کی یہ دعا حق سے   سحر و شام بس یہ ہر دم ہے
یا الٰہی اسے تو شاداں کر   مہر جب تک فلک پہ قایم ہے

(۲۷) **شکیب**۔ منشی ہیرا لال عظیم آبادی مشاق اور صاحب تلامذہ شاعر تھے۔ راے بھیا پرشاد غنیمت کے مشاعرہ کی قلمی بیاض مورخہ ۱۲۷۱ھ میں ان کی ایک غزل ملی جو اس جگہ درج کی جاتی ہے کملا پرشاد عاجز انہیں کے شاگرد تھے۔

کس دن نہ ناک بھوں تری اے نازنیں چڑھی   از بس کہ آستین جو تیوری نہیں چڑھی
شوخی سے اپنی گر گئی نظروں سے گل جو یہ   کیوں شاخ گل پہ بلبل اندوہگیں چڑھی
مر کر بھی ہم اٹھیں گے نہ کوچہ سے یار کے   اپنی تو ہے نظر پہ یہی سرزمیں چڑھی
دامن چھوا جنھوں نے سر ان کے اتر چکے   اب کب تلک رہیگی تری آستیں چڑھی
گل دیکھنے کے لالے پڑیں گے اے عندلیب   صیاد کی نظر پہ اگر تو کہیں چڑھی
رہ جائیں گے دھرے یہ رقیبوں کے داؤ پیچ   اک شب گر اپنی گھات پہ وہ مہ جبیں چڑھی
کیونکر نہ اس غزل پہ ہمیں ناز ہو شکیب   فکر رسا سے چرخ پہ اس کی زمیں چڑھی

(۲۸) **شوکتی**۔ کنور راج بہادر پسر دوئم کنور ہیرا لال خمیر عظیم آبادی دبیرہ راجہ پیارے لال الفتی ان کا کلام دستیاب نہ ہوا لیکن ان کی تصنیف سے ایک رسالہ موسوم بہ محیط القوافی ان کے دست خاص کا لکھا ہوا ان کے وارث کنور جگدیش بہادر کے پاس راقم نے دیکھا تھا اور اس کے دیباچہ اور ترقیمہ کو نقل کر لیا تھا اس میں اور ضروری باتوں کے علاوہ خود ان کی صلاحیتوں پر بھی روشنی پڑتی ہے اور اس عہد کے چند مشاہیر شعرا کا بھی ذکر ہے اسلئے اس کو اس جگہ درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

" امابعد ہرزہ گوے بادیہ گردِ وحشت و پریشانی پریشاں نگار صحرا نوردِ جہل و نادانی کنور راج بہادر متخلص بتنویؔ دویمیں پورِ جناب کنور ہیرالال ضمیرؔ ارشد خلف راجہ پیارے لال قبلہ الفتیؔ دہلوی چنیں میگوید کہ درآوانِ تحصیلِ ایں مجنونِ دلباختۂ لیلائے سخن رانچہ از قواعد قوافی در رسایل معتمد اساتذہ متقدمین و متاخرین مثل حدایق المعجم من تصنیف محمد بن قیس و رسالہ معیار الاشعار من تصنیف محمد حسن خواجہ نصیر الدین طوسی و رسالہ قافیہ من تصنیف مولانا جامیؔ و رسالہ قافیہ من تصنیف ملا کاہی نفایس الفنون من تالیف محمود بن محمد الآملی و حدایق و رسالہ وافیہ من تالیف شمس الدین فقیر و رسالہ کافیۃ القافیہ من تالیف محمد تقی اوحدی البنانی و رسالہ قافیہ عطا اللہ من تالیف عطا الدین محمود الحسینی و رسالہ مخزن الفوائد من تالیف محمد خالق بن غلام حسین و رسالہ کامل العروض من تالیف ندرت احمد بن حافظ عنایت احمد و رسالہ قافیہ من تالیف محمد روشن متخلص بہ جوشش و دریائے لطافت انشاؔ و قتیلؔ و رسالہ چہار شربت من تالیف خاص مرزا قتیل و مرآت القوافی من تالیف شاہ بخشش حسین وحشتی من تلامذہ جناب راجہ پیارے لال الفتیؔ دہلوی و تقویت الشعرا من تالیف امام الدین طالب بنظر در آمدہ و ہم از زبان مبارک رہ خیل کاروان نکتہ دانی و رہرو فن نکتہ رسانِ الفاظ و معانی فرید دہر و حید عصر استاد ما حضرت عبرتیؔ یہ وزیر علی صاحب قبلہ مدظلہ شنودہ بخاطر فاتر محفوظ داشت و از عرصہ دراز خیلے متمنی و آرزومند بود کہ آنچہ راتع استعارہ اند و اختلاف مذاہب بطرزے کہ موجب بصیرت مبتدیان ایں علم گردد جمع کند و از خود بیسفوا زمانہ یادگارے

گزارد اما از شدت پریشان خاطری نقش این تمنا صورت نمی بست الکنون کہ
۱۲۶۹ھ یکہزار و دو صد و شصت و نہ از ہجرت النبوی است نظر بہ تعلیم
عزیزی برخوردار خود کنور سکھراج بہادر ارفعہ اللہ تعالیٰ علماً نافعاً و فہماً کاملاً
و خلقاً سلیماً و ہم باظہار فرط وسع و شوق باعیان ۔۔ یعنی سخن چمن پیرائے
حقایق این نادرہ فن مشفقی سید تصدق حسین صاحب زاد لطفہ کہ بارام
بس مہر فرد شیہا دارد این ہمہ را فراہم نمودہ بجائے شمل منقسم بدہ چشمہ
و یک مقدمہ و خاتمہ ساختہ رنگ تسوید داد و مسمیٰ بہ تحیۃ القوافی ساختہ"
"رقیمہ" بخط خام بندہ کنور راج بہادر خلف کنور ہیرالال صاحب قبلہ ضمیر
بیکنٹھ باشی نبیرہ جناب راجہ پیارے لال صاحب قبلہ الفتی دہلوی بیکنٹھ باشی
بمقام عظیم آباد کوچہ فرخ خاں متصل مسجد عنبر"

یہ نادر رسالہ دیسی اردلی کاغذ پر لکھا ہوا تھا تخمیناً ڈھائی سو
صفحے ہوں گے اور ہر صفحہ ۱۱×۸ انچ ہوگا۔

(۲۹) رفعتی۔ منشی سمبودت کایستھ امسٹ ساکن موضع موساپور
پرگنہ سربسا (مظفرپور) راجہ پیارے لال الفتی کے شاگرد تھے۔ تاریخ آئینہ
ترہت میں ان کا صرف اس قدر ذکر ہے:۔

" منشی سمبودت کایستھ امسٹ ساکن موضع موساپور پرگنہ سربسا
مرد شریف و نجیب عالی خاندان تھے علوم عربیہ و فارسیہ سب کچھ جانتے
تھے اپنی برادری میں لائق تھے منشی گیری میں شہرہ آفاق تھے۔ راجہ پیارے لال
عظیم آبادی کے شاگرد تھے دربار میں مہاراجہ چھتر سنگھ بہادر دربھنگا
(۱۲۱۴ھ فصلی تا ۱۲۴۶ھ فصلی مطابق ۱۸۳۹ء) کے نوکر تھے۔ مر گئے

راقم کو معلوم نہیں کہ ان کے وارث ہیں یا نہیں۔"

اتفاق سے اجاگر چند الفتؔ کے دیوان میں ان کا کہا ہوا ایک قطعہ ضروری عبارت کے ساتھ خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا نظر سے گذرا وہ بجنسہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے اس سے ان کی قابلیت اور صلاحیت پر روشنی پڑتی ہے۔

"قطعہ مسمیٰ بہ کارنامہ در وصف و سال بناء چاہ در بحر ہزج بزحافات از افکار بندۂ ہیچمداں سنجھو دت متخلص بہ رفعتیؔ۔

تا ہرگو بند گوششں چہ پختہ نمود — از سال بنا و وصف وے طبع فہیم

از فصلی و ہجری و مسیحی سمبت — ہر چار دریں دو بیت کردم ترقیم

چاہ بصفا زمزم و سرد و خنکے — شیریں بمزہ آمد از آب تسنیم

۲ ۳ ۲ ۱ فصلی — ۱۲۴۰ ہجری

خوش بامزہ و الذ لیسے ہچو زلال — کوثر بہ لطافت وے آبست حمیم

۱۸۸۲ سمبت — ۱۸۲۵ عیسوی

تطبیق سنین چار گانہ باہم — تا حال ندیدہ شد ز اسلاف قدیم

انصاف کہ رفعتیؔ چہ در سفتہ بدیع — ایں طرز چو الفتیؔ نمودش تعلیم

ساکا شود۔ عیاں بطرز توشیح — بادل چو تامّلے کند طبع سلیم

ساکا بطریق توشیح ۔ ۱۷۴۷

مخفی نماند کہ ایں طرز تاریخ از مخترعات الفتیؔ است مدظلہ تفصیل آنکہ چوں اعداد حروف اوائل و اواخر ابیات بطریق توشیح بادل لفظ طبع حرف باست (ب) و مصرعہ آخر مشتر براں است جمع آرند ساکا سال،

کہ در تقاویم ہندیہ مندرج است بہم می رسد و از چہار مصاریع اواسط کہ مشتمل بر وصف آب و بنائے چاہ است از مصرع اول سال فصلی و از دوم ہجری و از سوم سمبت و از چہارم عیسوی می برآید فافہم۔

سال کا سال اس طور پر نکلتا ہے کہ ہر شعر کے اول اور آخر حرف کے عدد کو جمع کر کے لفظ طبع کے دل یعنی درمیانی حرف ب کے دو عدد کو جوڑ دینے سے ۱۷۴۷ ہوتے ہیں۔

(۳۰) پانڈے موہن لال ساکن بیکنٹھ پور متصل خسرو پور۔ اردو کے اچھے شاعر تھے ۱۷۴۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰۲ء میں انتقال کیا گورنر جنرل ہیسٹنگس کے منشیوں میں تھے۔ ہیسٹنگس نے کتاب انشائے ہرکرن کا ایک قلمی نسخہ بھی ان کو بطور تحفہ دیا تھا جو ان کے ورثا کے پاس موجود تھا۔ ایک عرصہ تک پورنیہ میں قانون پیشہ کی حیثیت سے مقیم رہے اور اس پیشہ میں اس قدر فروغ پایا کہ بہت سی خاندانی ملکیت جس کو ان کے بزرگوں نے فضول خرچی سے کھو دیا تھا دوبارہ حاصل کی۔ ان کے حالات اور شاعری کا ذکر ایک مطبوعہ انگریزی رسالہ (مولفہ پانڈے رام چندر سہائے ام۔ اے۔ بی۔ ال) میں راقم کی نظر سے گزرے۔ یہ رسالہ پانڈے دیو نندن سہائے صاحب عرف ڈپٹی بابو آنریری مجسٹریٹ ساکن خسرو پور نے راقم کو دکھایا جو پانڈے موہن لال کے خاندان سے ہیں۔ انہیں سے معلوم ہوا کہ زیادہ قرینہ ہے کہ اردو کلام ضائع ہو گیا لیکن ممکن ہے کہ دوسرے قرابت مندوں کے پاس کچھ محفوظ رہ گیا ہو۔

ان کا سنہ ولادت ۱۷۴۳ء جو مذکور ہوا وہ صحیح نہیں معلوم ہوتا

اسلئے کہ لارڈ ہیسٹنگس ۱۸۱۳ء میں گورنر جنرل ہو کر آئے اور پانچ برس سے کچھ زیادہ یہاں رہے اس وقت پانڈے موہن لال کی عمر پندرہ سال کے قریب ہو گی اور اس عمر میں گورنر جنرل کا منشی مقرر ہونا صحیح نہیں ہو سکتا۔

(۲۱) **محنتی**۔ منشی ہر پیر ناتھ باشندہ عظیم آباد۔ تحفۂ انجمن جمعیت یعنی رحمتی کے مشاعرہ ۱۲۲۵ھ کے گلدستہ میں ان کو " از کہین تلامذہ جناب پیارے لال صاحب الفتی " لکھا ہے۔ تاریخ شعرائے بہار میں بھی ان کا ذکر ہے۔ الفتی کے انتقال کے بعد یہ میر وزیر علی عبرتی سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں کہتے تھے۔ مشاعرہ سوم وچہارم کے گلدستوں سے ان کا کلام اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

غزل فارسی

تو با من کردگارِ من چہ کردی — چنیں بد روزگارِ من چہ کردی
چساں لا تقنطوا گردد یقینم — نجاتم از چہ کارِ من چہ کردی
حذر کردم بہ نامشروع و ممنوع — دے آمرزگارِ من چہ کردی
توی می داشتم امید الفت — زبوں حالِ نزارِ من چہ کردی
چو کردم اعتراف از جرم و توبہ — عطائے خویش و کارِ من چہ کردی
دل و دیں باختم در عشق لیکن — نہ گفتی دلفگارِ من چہ کردی
ندانستم کہ چندیں بیوفائی — سخن با غیرِ یارِ من چہ کردی
رخت بینم گلِ روئے تو چینم — دگر بیچ از تو یارِ من چہ کردی
ہدف کردی مرا از تیر مژگاں — چہ مشقت برشکارِ من چہ کردی
نباشد محنتی را جز تو یارے — بکن رحمے نگارِ من چہ کردی

اردو

کب تک رہوں خستہ تن ہمیشہ — مغموم بلا محن ہمیشہ
لیلیٰ کے فراق میں بصد آہ — مجنوں رہا نعرہ زن ہمیشہ
شیریں نے کیا کبھی نہ کچھ رحم — محزوں رہا کوہکن ہمیشہ
یوسف کی تلاش میں تو یعقوب — سونگھا کیا پیرہن ہمیشہ
کیا سود پڑھوں لکھوں جنوں میں — افسانۂ نل دمن ہمیشہ
اے چرخ مری مسافرت میں — کیوں ہوتا ہے راہزن ہمیشہ
ایام شباب میں روا ہے — سب رندی و بانکپن ہمیشہ
استاد کی تربیت سے مجکو — ہے مشق و کمالِ فن ہمیشہ
یارب جلیل رحمتی کا — سرسبز رہے چمن ہمیشہ
اب عشق میں محنتی کو شیدا — سب کہتے ہیں مرد و زن ہمیشہ

در جنونم چو سر مہر بتانم دادند — طپش خاطر و صد درد نہانم دادند
تا مرا عشق بت سرو چمانم دادند — قامتش از قد شمشاد نشانم دادند
عشوہ و غمزۂ او نوک سنانم دادند — ابرو و آہ مرا تیر و کمانم دادند
در ہوایش چو مرا شور فغان گشت فزون — کاکل و زلفِ دوتا بند گرانم دادند
ز آتش ہجر مرا سوز و گداز است ولے — وعدۂ وصل تو ام تاب و توانم دادند
ہر چہ رفت از تو ستم نیست مرا شکوہ دریغ — حیف بر حکم قضا آنچہ ندانم دادند
گفتم از ساقی کوثر کہ بدہ آب زلال — بادۂ ہوش ربا عجبے تم دادند

محنتی ہرزہ مپو بادیۂ عشق بلاست
کوچۂ یار مرا جائے امانم دادند

(۴۲) **دھرم** منشی دھرم لال ساکن دانا پور پٹنہ ۱۸۸۳ء کے قریب مشق سخن کرتے تھے گلدستہ بہار مرتبہ عطا بہاری و عاصی بہاری میں ان کی یہ غزل شائع ہوئی تھی۔

چلا چل کوچہ جاناں میں اے دل شادماں ہو کر — کبھی آ جائیگا وہ بھی تیرے گھر مہماں ہو کر
تم اپنے کشتہ کو صاحب ذرا آ کر جلاؤ تو — کہاں تم بھاگے پھرتے ہو مسیحائے زماں ہو کر
نہ تم سا خوبرو میں نے کہیں پایا زمانہ میں — بہت دیکھا زمانہ کو پھرے اصفہاں ہو کر
تمہارے حسن نور افزا نے کیں آنکھیں مری روشن — کہاں جاؤگے اے پیارے ان آنکھوں سے نہاں ہو کر
گلستان جہاں میں جب لطف کی نہیں باقی — رہے یہ بلبل نالاں بتاؤ اب کہاں ہو کر
تپاں ہوں صورت بسمل خدا کے واسطے قاتل — لگا وہ خنجر براں کہ نکلے استخواں ہو کر
گل و بلبل کے نظارہ سے کب دلشاد ہوتے ہیں — گئے جو باغ جنت میں ہیں اس کے بوستاں ہو کر
مجھے دست حنائی یار کا جب یاد آتا ہے — تو اک مدت رہا کرتی ہیں آنکھیں خونفشاں ہو کر
دھرم کی آرزو یہ ہے کہ تیرے باغ سے اے گل — نہ نکلوں صورت بلبل ہوں میں باغباں ہو کر

(۴۳) **فقیر**۔ لالہ لوکناتھ سہائے ساکن موضع بچو ناپرگنہ ترہٹ ضلع گیا۔ ۱۸۸۲ء کے لگ بھگ مشق سخن کرتے تھے گلدستہ بہار میں ان کی غزل شائع ہوئی تھی۔

گیا ہے سیر گلشن کو جو وہ خندہ دہاں ہو کر — یہ دل گھبرا رہا ہے مثل غنچہ بے زباں ہو کر
مجھے درد و الم سے چھوڑ کر غیروں سے ملنے کو — چلا ہے او دل راحت [illegible] ہو کر
سنا جاتا ہے کل پھر گلبدن جائیگا گلشن میں — بھلا ہے باغ میں چلئے سے ہاں باغباں ہو کر
ہمیشہ آپ کو ہم جان کا مونس سمجھتے ہیں — نہیں لازم ستم کرنا [illegible] دشمن جاں ہو کر
خیال زلف میں اس کے رہا میں شام سے بیخود — نگہباں ہو رہا شب بھر کھڑا پاسباں ہو کر

نہ پرساں آپ ہے کوئی حسن کا اے یوسف ثانی ہوا بازار زراں آپ کا پہلے گراں ہو کر
رسائی غیر ممکن ہو تو قیصر اس شاہ کے گھر میں اگر ہے شوق ملنے کا تو جا اب نا بدل ہو کر

(۳۴) **خستہ**۔ لالہ لچھمی نراین۔ محلہ دھولپورہ میں کچھ عرصہ تک مقیم تھے اور عدالت میں وکالت کرتے تھے۔ زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا۔ آپ کی ایک مزاحیہ غزل ایک بیاض میں جو فی الحال پٹنہ یونیورسٹی کی ملک ہے پائی گئی وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

ہر قطرہ سرشک کو گوہر بنا دیا آنکھوں نے اپنی ہم کو دھقتر بنا دیا
اب تم مجھے ستاتے ہو اے جان کس لئے کپڑے تمہیں بنا دے زیور بنا دیا
ہوتا مجھے بھی قرب وہ محمل نشیں کا اللہ نے نہ کیوں مجھے اختر بنا دیا
آتے ہیں جھوم جھوم کے اس دریا پر غم آنکھوں نے میری ہنھیا چھتر بنا دیا
فیصل ہوا نہ رنج و الم کا مقدمہ گو دل کو میں نے ڈپٹی کلکٹر بنا دیا
کم ظلِ بوم سے نہیں پرتو وکیل کا جس باغ پر پڑا اسے کھنڈر بنا دیا

(۳۵) **پرشن**۔ منشی پرشن لال ساکن موضع پچونا پرگنہ نرہٹ ضلع گیا ۱۸۸۴ء کے قریب مشق سخن کرتے اور ان کا کلام گلدستہ بہار میں جس کو شاہ عطا حسین صاحب عطا بہاری اور شیخ محمد خیرات حسین صاحب عاصی نے قصبہ بہار سے جاری کیا تھا شایع ہوا تھا اس گلدستہ کا ایک پرچہ نمبر ۴۶۹۵ کتب خانہ مشرقی۔ پٹنہ میں اب تک محفوظ ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

چلو اب بہر استقبال اس کے تم اے پرشن ستا ہے وہ چلا آتا ہے میرا میہماں ہو کر

(۳۶) **اختر**۔ لالہ درشن لال صاحب۔ منشی پرشن لال کے بھائی تھے اور انہیں کے کلام کے ساتھ ان کی غزل بھی شایع ہوئی تھی ایک غزل یہ ہے۔

لکھا ہے ایک خط اس نے مجھے بھی شادماں ہو کر | کیا تحریر احوال اس میں اپنا مہرباں ہو کر
یہ ساعت بھی بہت آسن جو قاصد لے کے خط آیا | پڑھا میں نے دل و جاں سے اسے کیا شادماں ہو کر
لگاتے ہی ترے خط کو منور ہو گئیں آنکھیں | سواد خط نے بخشا نور مجھ کو نور جاں ہو کر
مرے گھر میں ہوا مہماں جو وہ غیرت گلشن | کھلا میرا دل پژمردہ مثل بوستاں ہو کر
کیا اختر کو تیرا انتظار اے دلربا ہی خواں | کرو آنکھیں منور عاشقوں کی نور جاں ہو کر

(۳۴) **فطرت**۔ منشی بہاری لال ولد بابو جے کشن لال بن منشی من ہرا لال بن منشی سروپ سنگھ قوم کایستھ سریواستو ساکن و زمیندار قصبہ دربھنگہ وکیل عدالت منصفی صرف و نحو عربی مولوی امیر علی الہ آبادی سے اور کچھ دن مولانا امام شاہ اور مولانا بہرام شاہ سے پڑھی تھی اور فارسی میں طغرا و مینا بازار و پنج رقعہ و وقایع نعمت خان عالی و قصاید بدر چاچ و دیوان غنی و تصانیف ابو الفضل و کلیات خاقانی و دیوان انوری و نامہ علمی کا درس بھی مولوی امیر علی ہی سے لیا تھا۔ اردو شاعری میں مولوی مرشد حسن کامل مظفرپوری کے شاگرد رشید تھے۔ ۱۸۵۸ء میں وکالت کا امتحان دیکر منصب وکالت درجہ دوم حاصل کیا۔ ۱۸۷۶ء میں آنریری مجسٹریٹ درجہ سوم مقرر ہوئے۔ دوسرے سال وکیل سرکاری کے عہدہ پر کام کرنے لگے۔

۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء موافق ۱۹۳۷ سمبت میں انھوں نے کتاب آئینہ ترہت تالیف کی جس میں ترہت کے تاریخی واقعات کے علاوہ بہتیرے نامور اشخاص کے حالات بھی درج کیے ہیں۔ خود ان کے حالات اور نمونہ کلام اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ غزل ملاحظہ ہو۔

روئے تاباں کو جو دیکھا بولے قامت دیکھئے
آفتاب حشر تو دیکھا قیامت دیکھئے

ڈھونڈتے پھرتے ہیں ہم اور آپ چھپتے پھرتے ہیں
اپنی نفرت دیکھئے اور مری رغبت دیکھئے

جوڑتے ہیں ہاتھ ہم تم پاؤں دکھلاتے نہیں
اپنی نخوت دیکھئے اور میری منت دیکھئے

جان ہم دیتے ہیں اور تم کھینچتے ہو تیغ تیز
میری الفت دیکھئے اپنی عداوت دیکھئے

ہر گھڑی نام خدا اس بت کو رہتی ہے فکر
چوٹی کنگھی کیجئے اور اپنی صورت دیکھئے

تم نے مجھی تک نہ دی اور ہم نے دل تک دیدیا
میری ہمت دیکھئے اور اپنی ہمت دیکھئے

ہاتھا پائی جب میں کرتا ہوں تو کہتا ہے وہ طفل
میری طاقت دیکھئے اور اپنی طاقت دیکھئے

ہم تو کرتے ہیں صفت اور آپ گالی دیتے ہیں
میری عادت دیکھئے اور اپنی عادت دیکھئے

بوسۂ رخسار مانگا تو یہ فرمانے لگے
جاکے منہ دھوئیے اور اپنی صورت دیکھئے

آپ غیروں سے تو ناحق روز بگڑا کرتے ہیں
اپنی عزت دیکھئے اور ان کی عزت دیکھئے

جانب آئینۂ زانو جو دیکھا بول اٹھے
مثل آئینہ کہیں ہوئے نہ حیرت دیکھئے

پیار کی نظروں سے تو کب دیکھتے ہیں آپ ادھر
جوتوں سے قہر ہی کے سوئے نظرت دیکھئے

(۳۸) **شبنم** ۔ بابو بدری ناتھ بابو بہاری لال فطرت کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے خلیق اور سلیم الطبع تھے۔ فارسی اور اردو میں اچھی قابلیت رکھتے تھے۔ شاعری میں مولوی مرشد حسن کامل کے شاگرد تھے۔ اپنی ذہانت سے ایک قسم کے حروف ایجاد کئے تھے جس میں خط و کتابت بہت اچھی طرح ہوسکتی تھی۔ آئینۂ تربت میں ان کی کئی غزلیں مندرج ہیں۔ بعض اشعار اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں۔

غیروں کو جو تم پاس بٹھاتے ہو خوشی سے
یہ رنج تو بندہ سے اٹھایا نہیں جاتا

کہتے ہیں وہ جب بوسۂ رخ مانگے شبنم
یہ وہ ہے خزانہ جو لٹایا نہیں جاتا

جو سوز دل زار لکھنے لگے — قلم بن گیا پھلجھڑی ہاتھ میں
تصور ہے شبنم جو مضمون کا — قلم رہتا ہے ہر گھڑی ہاتھ میں

(۳۹) **فقیر** ۔ منشی کیولا پرشاد ساکن مظفر پور۔ بڑے ذی علم شاعر و ادیب اور خوش نویس تھے۔ عربی، فارسی، سنسکرت اور اردو میں پوری دستگاہ رکھتے تھے اور خوشنویسی میں خورشید رقمی مشہور تھے صوفیوں سے خاص شغف اور عقیدت رکھتے تھے چنانچہ حضرت سید شاہ علیم الدین بلخی قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ فردوسیہ فتوحہ سے مخلصانہ اور عقیدت مندانہ مراسلت رکھتے تھے۔ موجودہ سجادہ نشین عزیزی حکیم سید شاہ تقی حسن بلخی سلمہ اللہ تعالیٰ کے کتب خانہ میں فقیر کا کچھ کلام اور دست خاص کی لکھی ہوئی وصلیوں میں فقیر کے طبع زاد اشعار اور فقیر کا ایک خط موجود ہے ان کی نقلیں آئندہ سطور میں درج کی جائیگی۔ گزشتہ سال اردو نمائش میں ان کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ اور اس کے ساتھ ایک مثنوی جس میں انہوں نے اپنی سرگزشت لکھی ہے پیش کی گئی تھی اس کے اشعار سے معلوم ہوا کہ راجا رام نراین موزون اور ان کے بھائی راجا دھیرج نراین ان کے بزرگوں میں تھے بعض اشعار یہ ہیں۔

میں احوال اپنا لکھوں مختصر — نہیں کذب کا اس میں کچھ ہے اثر
کہ تھے ازیزرگاں من رنگ لال — دو فرزندان کو لکھوں ان کا حال

(دو فرزندوں سے رام نراین اور دھیرج نراین مراد ہیں)

دویم وارث از روے تھمینگی؟ — ولے بخت سے مخلد ستہ بندگی؟
نہیں ہے معاش و نہیں ملکیت — مگر اک وجہ رزق زیں کیفیت

ہوئے جبکہ ناظم مہاراج خُرد — کہ از حاکمانِ سلف سبق برد
ہوئے تھے مہاراج معزول جب — ہوا ضبط جاگیر بھی اس سبب
مشاہرہ مقرر ہوا کچھ قلیل — کہ گزرا برس دو برس اس سبیل
ہوئے جب مہاراج بیکنٹھ باش — ہوا قبضے میں جملہ ان کا معاش
کہ تھے وارث ازروئے شہمینگی — ریاست سے گزری بفرخندگی
کہ اسم ان کا تھا رائے تواری لال — نہ تھی کچھ کمی ان کو دولت و مال

آگے چل کر انھوں نے لکھا ہے کہ یہ تواری لال کے وارث تھے لیکن ان کی وفات کے وقت کم سن ہونے کے سبب مخالف نے جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ فقیر کے دیوان کا کاتب اپنا نام شتاب رائے ساکن لودیکٹرہ پٹنہ بتاتا ہے کتابت ۱۲۴۷ھ فصلی کی ہے۔ اس دیوان میں ایک رباعی دیا بہادر نجفی کی بھی ہے جس کی آخر بیت یہ ہے۔

"بیہودہ نہ کر تو فکر دنیا نجفی — کر عیش جہاں میں زندگانی جب تک"

معلوم نہیں دیا بہادر نجفی کون تھے۔

کتب خانہ خانقاہ فتوحہ سے جو کلام اور وصلیاں دستیاب ہوئی ہیں ان میں فقیر کی تصنیف سے ہفت بند نعت شریف ہے جس کے صفحہ اول پر یہ عبارت ہے۔

"بعنایت الٰہی ہفت بند نعت شریف فقیر عاصی کیولا پرشاد خورشید رقمی طبع زاد خود بقصبہ مظفرپور قلمی نمود ۱۲۸۶ھ ہجری

اس کا اول بند یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام اے فیض ذات با عث دنیا و دیں — السلام اے ذات پاکت رحمۃ للعالمیں
السلام اے مقصد تنزیل قرآن مبیں — السلام اے وصف شانت طٰہٰ و یاسیں
السلام اے بارگاہت بارگاہ کبریا — السلام اے آستانت مہبط روح الامیں
السلام اے بادشاہ انبیاء و اولیا — السلام اے عقبہ ات بالا تر از عرش بریں
السلام اے شوکت تاج و علم لوح و قلم — السلام اے جلوۂ تو نور خالق بالیقیں
نام تو تسبیح باشد ہر ملک را بر فلک — رشتۂ آں ربقۂ اسلام با حبل المتیں
سرورا ہر دو سرا از رحمتت امیدوار — رحمت للعالمینت گفت رب العالمیں
از طفیل خیر تو معدوم شد شر از جہاں — خود خدا فرمود در شانِ تو خیر المرسلیں
ورد دارد ہر نفس ثنا ہا فقیر بے نوا — یا محمدؐ مصطفیٰ و یا علیؑ مرتضیٰ

آخری بند یعنی بند ہفتم کے بعد جلی حروف میں فقیر کی یہ رباعی ہے ان کے دستخط کے ساتھ ہے۔

ہے نقل ہفت بند وظیفہ فقیر کا — منشی ہوں پائے تخت جناب امیر کا
مولا نے وہ عروج دیا اس فقیر کو — چکرا رہا ہے ہوش فلک پر دبیر کا

(از فکر فقیر کاتب الحروف)

اس کے بعد دوسرے صفحہ پر ان کے ہاتھ کی لکھی ایک رباعی اس قدر خوبصورت نستعلیق میں لکھی ہوئی ہے کہ اگر یاقوت المستعصم زندہ ہوتا تو اس کی پوری داد مل سکتی تھی۔ دیکھنے والوں کا اس صفحہ سے نظر ہٹانے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ بہر کیف اس کی نقل یہ ہے۔

بعنایت الٰہی

اے کشورِ عیش زیرِ فرمانِ تو باد
بر خلق دو جہاں ہمیشہ احسانِ تو باد
ذاتِ تو مقدس است و مقبولِ خدا
ایں عبد و ہزار عبد قربانِ تو باد

(بندہ عقیدت نہاد کیولا پرشاد خورشید رقم)

نقل خط (بنام سید شاہ علیم الدین بلخی قدس سرہ)

بحضور معدن النور جناب قبلۂ دنیا و دین و کعبہ صداقت پیشگان واثق الیقین دام کنہم و کرامتہ۔

آداب و تسلیم فدویانہ و عقیدتمندانہ بجا آوردہ عرض می رساند کہ بافضال الٰہی و باقبال جناب عالی مقرونِ خیریت بودہ بدعاے دولت مصروف مستدعیست پس از مدت مدید بورود مہربانی یار شفیق سراپا دانش و تمیز یعنی منشی عبدالعزیز صاحب خیر و عافیت مزاج مبارک دریافتہ شکر خداوند کریم بجا آوردہ بافضال بندگان حضور کمترین از عوارض لاحقہ شفاے کلی یافت و آداب شکرانہ ی رساند قبول خدمت بندگان عالی باد و زبانی مولوی فضل حق صاحب شنیدہ بود کہ دایرۂ دولت بندگان حضور جلوہ پیراے ایں دیار خواہد بود حقا کہ کمال آرزو داشت مگر شومی طالع محروم ساخت باز معلوم شد کہ بعد ایام برشگال قدوم فیض لزوم رونق افزاے ایں سواد خواہد بود دیدہ باید کہ آں روز کدام روز کدام روز خواہد بود کہ گرد نعلین شریف سرمۂ چشم خواہد نمود امیدوار کہ بندۂ عقیدت نہاد حضور فیض پر نور از عنایت کریمانہ محروم نماند زیادہ حد ادب۔

آرزو دارم کہ خاک آں قدم
توتیاے چشم سازم دمبدم

عرضی فدوی نیاز عاصی کیولا پرشاد خورشید رقمی ۲۰ ہم شہر ذالحجہ ۱۲۷۲ھ
از قصبہ مظفر پور۔

غرض مکرر اینکہ از ٹکٹ اکثر خطوط تلف شدہ است بنابہ بلا ٹکٹ
بیرنگ ارسال داشت۔

رباعی (بعنایت الٰہی)

فرض ہے مومن کو مرنا ماتم حسنین میں اس سے بہتر مرگ کی صورت نہیں کونین میں
یا علی یہ بندہ عاجز فقیر بینوا ہو فدا حسنین پر محشر کے شور و شین میں

(از فکر فقیر کاتب الحروف کیولا پرشاد خورشید رقمی)

ولہ

کہتے ہیں عزا کو کہ صنع کرتے ہیں مجبور ہیں ہم سن کے تنع کرتے ہیں
ایماں ہے فقیر بس عزائے حسنین کافر ہیں وہ جو اس سے منع کرتے ہیں

(از فکر فقیر کیولا پرشاد خورشید رقمی متخلص بفقیر)

فقیر کی ان عملیوں کے علاوہ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہفت بند کاشی کی ایک نقل بھی نظر سے گذری۔

(۴۰) جنگ بہادر۔ متخلص باسم خود۔ رائے کالکا سہائے رئیس اعظم موضع بھکرا ضلع مظفر پور۔ کے بیٹے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو میں تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے تھے ان کا خاندان ترہت میں بہت ممتاز تھا۔ ان کے اجداد عہد سلاطین تیموریہ میں علاقہ ترہت کے صدر قانون گو تھے خود رائے جنگ بہادر۔ انگریزوں کے عہد میں آنریری مجسٹریٹ کے عہدہ پر ممتاز تھے تاریخ ولادت تخمیناً ۱۲۳۲ھ دریافت ہوئی ہے۔ ان کی تصنیف سے

کئی کتابیں تھیں جو اب نایاب معلوم ہوتی ہیں کلام بھی نایاب ہے۔ بڑی تلاش کے بعد ان کے دست خاص کا لکھا ہوا ایک قصیدہ نظر سے گزرا جو فی الحال پٹنہ یونیورسٹی میں موجود ہے وہی اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

یہ قصیدہ ۱۸۶۵ء میں مظفرپور میں نمائش کے موقع پر گورنر جنرل اور حکام ضلع کی مدح میں کہا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی تصنیف سے ایک رسالہ عربی میں موسوم بہ سرور المحزونین مورخہ ۱۲۸۰ھ بھی راقم نے پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات میں محفوظ کر دیا ہے اس سے ان کی عربی دانی اور علم تصوف سے شغف کا پتا ملتا ہے۔

قصیدہ در ذکر مدح جناب لاٹ صاحب گورنر جنرل بہادر و محامد حاکمان ضلع و ارباب کمیٹی نمائش گاہ مقام مظفرپور ضلع ترہت چکیدۂ خامۂ بندہ جنگ بہادر۔

پیدا کیا جو داور داور نے جہاں — کتم عدم سے جلوہ خلقت کیا عیاں
علم و ہنر سخاوت و اقبال و مردمی — بخشا خدا نے عالم انساں کو بیگماں
ہر وضع ہر کسی کی نہیں یک نمط یہ ہے — بیشک کمی و بیشی ہے ہر فرد میں عیاں
جس پہ کہ لطف حضرت پروردگار ہے — عنصر میں اس کے پانچوں مرکب ہیں بیگماں
شام و عراق و روم و خراسان ملک چین — تاتار اور ختن و خطا اور سیستان
تا وسع ڈھونڈا عقل نے عنقا سے علم کو — پایا نہ غیر خطہ پورب میں کچھ نشاں
لاریب وہ زمین ہے گنجینۂ علوم — ہر علم و ہر ہنر میں ہے سبقت سبھوں کو واں
مینو سواد اس کو جو کہئے تو ہے بجا — یا غیرت ارم کہوں یا رشک جناں
شہر اس کے ہیں نفیس کہ رضواں بھی دیکھ کر — قطرات سلسبیل میں خجلت سے ہو نہاں

شادابی اور شگفتگی نزہت فزا یہ ہے
جس کی نسیم سے ہے معطر مشامِ جاں

جنت کا کیوں گماں نہ ہو آثارِ خلد کے
ظاہر تو ہے بدیدۂ انصاف ہمگناں

نہریں ہیں سلسبیل و مکانات قصرِ خلد
دوشیزگان حور ہیں غلمان کودکاں

اشجار واں کے ہمسرِ طوبیٰ ہیں لطف میں
سرسبزی واں کی سبزۂ رخسارِ دلبراں

ہے خاک ایسی مشک جسے دیکھ ہو سیاہ
ہو زرد رو مقابلہ میں جس کے زعفراں

نسرین و نسترن و چنبیلی ہیں جن کے نام
کہتے ہیں سبزہ اے مزاجل اُسے وہاں

ابرِ بہار کا تو سدا واں قیام ہے
آیا کبھی نہیں ہے وہاں موسمِ خزاں

بادِ سحر میں لطف یہ ظاہر ہے برملا
ہوتا ہے خون مشک نہ نافِ آہواں

آب و ہوا وہاں کی نہایت ہے دل پذیر
ہوتے ہیں سب حسین دہ چند از مرد ماں

پوچھے جو کوئی دیکھا ہے تم نے کبھی ملک
جو اس طرح پہ بانکے ہوں لن ترانیاں

کہنے کو بس جواب یہ کافی ہے خصم سے
فردوس تم نے دیکھا ہے بندہ نے لندناں

علم و ہنر کا ذکر کروں اُن کے کیا مجال
بقراط و جالینوس اِن کے ہیں جاہلاں

حکمائے ماسبق کی وہی درس گاہ ہے
علم و ہنر کا جس میں ہوا نام اور نشاں

نام ہنر سے پہلے کسی کو نہ علم تھا
اہلِ فرنگ سے ملا فرہنگ کا نشاں

قریوں میں اور مصروں میں اضلاع میں تمام
ذر رواج علم نے پایا بہر مکاں

گو آنکھ والے ... پشتِ فلک پہ دس
ہے نام سماک یہ اندھوں کا دیدباں

شاہانِ ماسبق کا جو کچھ اختراع ہے
اس سے انھوں کے نام ہمیشہ رہے رواں

گردوں ہے اس کے درگہِ عالی کے فرش میں
ہر روز اس کے جود سے مستی کی ہیں دنیاں

اسباب مستمند ہوا اس جہاں سے
دولت سے بہرہ ور ہوا ہر فرد انس و جاں

عنقا ہے اس دیار میں وہ مستمند ہے
گردن پھرا کے دیکھے جو تاروں کو یک زماں

فی التمکین ممدوح

تمکیں کہ اس کے عدل نے تولا جو کوہ سے   از بسکہ وہ خفیف ہوا یہ ہوا گراں
ہے راے میں ستارہ کا اس مرتبہ علو   قطب فلک ہے جس کے مدارج کا مکتساں
محور کے خط کو راست منجم کہا کیئے   کجرائی اس کی رائے سے اسکی ہوئی عیاں
لمعان نور عقل کا تاباں ہے اس قدر   خجلت کا داغ ماہ کے چہرے پہ ہے عیاں

فی الانتظام نمائش گاہ

قانون عدل و داد کا عالم میں شور ہے   آہنگ جس کے درس کا رکھتے ہیں دوراں
پر اب تلک تو عوام کو اس سے خبر نہ تھی   عدل پدر کو ظلم سمجھتے ہیں کودکاں
بالفعل تو ہوا ہے نمایش کا اہتمام   آئین ... رموز کا عقدہ ہوا عیاں
اس روز عرض عام کی ہو خاصیت عجیب   ہو جنس و فصل و نوع کا جب شبہ نگاہباں
کیا خوب ہے وہ روز کہ جس روز میں تمام   ملحوظ شاہ ہوویں رعایا کی خوبیاں
اشیاے نادرات و غرایب جہان کے   یکتاے ہر علوم و افراد سروراں
روے زمیں کو زیب ہو جس چیز سے تمام   رشک چمن ہو عکس سے جس چیز کے جہاں
باغ ارم [illegible] ہے نمایش کی جایگاہ   ذات اتحاد جس کے بنے در پہ عز و شاں
اس روز کو جو دار جزا کہیئے ہے بجا   ہر خدمتوں کا ملتا ہے انعام جب یہاں
روے زمیں کی سیر تو کرنا محال ہے   تا نادرات صنع ہو مصنوع پر عیاں
پر جس کو شوق دید صنایع کا حق کی ہو   صدق دروں سے جاے نمایش میں ہو رواں
صنعت کی دید حق ہے کہ صانع کی دید ہو   عرفان نفس معرفت حق ہے بے گماں

در مدح ارباب کمیٹی

گو بزم میں نمود ہیں سب نیک اختراں   ہیں ماہ و خور پر انہیں اولو العزم حاکماں

کیا شان حاکمی کی جبیں سے ہے آشکار — کیا نور عدل و داد کا صورت سے ہے عیاں

اقبال سائباں سا ہے دولت ہے زیر پا — بال ہما کا چتر ہے اوج فلک مکاں

ہیں مجمعِ علوم و دنیا ہیں جود کے — دریا محیط ہیں وسعت کرم سے گہرفشاں

رشک چمن ہمیشہ رہا گرچہ یہ دیار — مقدم سے سروروں کے ہوا اب یہ کہکشاں

توصیف ممبروں کی اگر کچھ رقم کروں — قرطاس سرفرازی سے پہنچے بہ آسماں

حکام ہیں محیط تو یہ جو ممبر رہیں — بستان عدل وہ ہیں تو یہ ہیں کیاریاں

در خاتمہ

طاقت میں تو تو جنگ بہادر مجیعت ہے — بس فکر دل پذیر تری ہو رہی جواں

میدانِ مدح کا تو اگر سبز ہو رہا — توسنِ تیز خامہ کی اب روک لے عناں

خواہش جو ہو اسے محیط سخن کا تو — بیشک جناب لاٹ بہادر ہیں ڈر کے قدرداں

ایا یہ تیرے ثنا ہو رہا کا زائد عادی تھا — تاج الملوک کبھی تجھ پہ ہو مہرباں

انعام عام ہے یہ تعجب کہاں کرو — دس چھوٹے زمیں کردیں تجھے سرزیاں

پروردگار عالم و خلاق کائنات — اس عہد و سلطنت کا ہو مرہم عیاں

تیغ ظفر مدام ملازم ہو تخت کی — سکہ رہے ہمیشہ پڑے زمیں رواں

(۴۱) **قدوسی**۔ لالہ سیوک رام وکیل عدالت دیوانی شہر [illegible] سخن شعرا ہیں ان کے یہ صرف دو شعر ملے۔

جی کو نہ چین ہو سکے نہ آرام پائے دل — پھر کس امید پر کوئی آتے اٹکنے دل

اوڑھا کے دھانی دوپٹہ بھی آئی آؤ کبھی — ایک دن تو دیکھتے امید بریاں سبزہ

رائے بیجا ناتھ پرشاد غنیمت کے مشاعروں کی بیاض ۱۲۷۷ھ میں ان کا کلام معہ نام و تخلص بہت کافی مقدار میں پایا گیا وہ بجنسہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔

مخمس

نے خواہش انساں نہ پریزاد کریں گے　　جی کو نہ غم ہجر میں برباد کریں گے
گل گشت نہ باغ سے دل شاد کریں گے　　گلزار میں نظارۂ شمشاد کریں گے
یاد اپنے کسی کا قد آزاد کریں گے

رسوائی عالم کا اگر تجھ کو نہیں ڈر　　او ظالم بے رحم ذرا خوف خدا کر
اس دل کے ستانے کی سزا ہوگی مقرر　　دنیا میں نہیں زور تو محشر میں ستمگر
اللہ کے آگے تری فریاد کریں گے

محبت میں ہوئی لطف جو حاصل ہمیں جاناں　　کرنے پہ بھی جانے کے نہیں دل سے یہ ارماں
اس ڈب کے صدقے ترے اس ڈھنگ کے قرباں　　حوروں میں بھلا کہاں ناز و ادا ہے بت انساں
جنت میں بھی دنیا کے مزے یاد کریں گے

رہتی نہیں انساں کی سدا ایک سی حالت　　مہماں ہیں دو دن کے یہ سامان مسرت
یہ لطف نہ پھر ہو سکا نہ ہوگی یہ صحبت　　ساقی نہ رکے دور یہ موسم ہے غنیمت
پیری میں جوانی کے مزے یاد کریں گے

نخروں کے لئے ہم سے نگر غمزۂ بیجا　　غصہ دل غم دیدۂ عاشق کو نہ دلوا
دیکھ او ستم ایجاد و جفا پیشہ خدارا　　ہم خاک نشینوں کا ستانا نہیں اچھا
جل جائیں گے افلاک جو فریاد کریں گے

آئینہ صفت صفحۂ دل کرکے مصفا　　رکھتے ہیں جو سے مد نظر صورت زیبا
فدوی بھی سمجھتے ہیں اگر دل میں تمنا　　لکھیں گے سراپا ترے اس لعبت چیں کا
کار قلم مانی و بہزاد کریں گے

*

غزل طرح

جان جاں دے جو تو عشق جاناں پیدا — سر سے پا تک [illegible] ساماں پیدا

حسن ظن جانے کے ہونے لگے ساماں پیدا — توشۂ راہ عدم [illegible]

خواب میں کرتے ہیں گیسوئے شکن کا خیال — روز کرتے ہیں [illegible] شب ہجراں پیدا

قصے انداز نہ لیلیٰ کے نہ شیریں کے ہیں طور — کچھ نئے ڈھنگ کیے تو نے مری جاں پیدا

وصل کی شب ہی سحر کو بھی خداوند کریم — ہونے جو [illegible] ہو تاباں پیدا

آئے وہ ماہ تو ہو رونق مہتاب وچند — چاندنی رات میں ہو مہر درخشاں پیدا

راہ چلتے کبھی ہو جایا کرے یاد اللہ — ربط اتنا تو کرو ہم سے مری جاں پیدا

رو رو کر ہم سے ملے جا کے جو تم غیروں سے — رنج تھا اور ہوا رشک رقیباں پیدا

تجھ سے بس چل نہیں سکتا ہو دگرنہ ای دوست — میں پریوں میں بھی کر لیتے ہیں انساں پیدا

یاد آئے جو شب وصل میں ایام فراق — دل نے کیا کیا نہ کیے حسرت و ارماں پیدا

رات آغوش میں تھا یار مقابل مہتاب — نشۂ مے نے کیا [illegible] پیدا

ٹوٹ گیا سلسلہ مہر و وفا عالم سے — دو صنم سے [illegible]

تو وہ محبوب صنم ہے کہ جہاں میں تجھ سا — [illegible]

عرش سے تا بہ زمیں تجھ پہ سبھی مائل ہیں — نام [illegible]

گرمی صحبت اغیار [illegible] — [illegible]

کوئی شیریں کوئی لیلیٰ کوئی کہتا ہے [illegible] — [illegible]

دل دیا [illegible] — [illegible]

بے وفا تو ہے [illegible] — [illegible]

ایک دن ہی [illegible] دکھایا تم نے — [illegible]

غم فرقت کی نہیں تاب ہمیں اے نادری	یا خدا جلد ہو اب وصل کا ساماں پیدا

⁂

زردیٔ رنگت سے ہر اک پہ عیاں آزر ہو گیا	تھا گدا پر عشق کی دولت تونگر ہو گیا
دیدۂ تر رفتہ رفتہ آنسو کا سمندر ہو گیا	دل ہمارا صبر کرتے کرتے پتھر ہو گیا
دل تصور کرتے کرتے عین دلبر ہو گیا	ذرہ ربط نور سے مہر منور ہو گیا
عشق نے آخر کو رنگ حسن دکھلایا مجھے	عرض جن کو سمجھے تھے جیسے وہ عین جوہر ہو گیا
کیا تغافل ہے کبھی یہ بھی نہ پوچھا کون ہے	میں کئی دن آپ کے گھر بندہ پرور ہو گیا
عاشق و معشوق میں ہوتے ہیں کیا کیا اختلاط	چھو لیا دامن کو کیوں جامہ سے باہر ہو گیا
کھائیں غم آنسو پئیں باتیں سنیں اغیار کی	یہ تری سرکار سے ہم کو مقرر ہو گیا
دشت وحشت میں ہدی مجنوں کی اب تعلیم حق	ہر کو لا نجد کی وادی میں رہبر ہو گیا
صاف میرا عکس ہے اس میں نہیں ہمسر ترا	آئینہ کو دیکھ کر کیوں تو مکدر ہو گیا
ربط دل جتنے ہیں اس کو دیکھ کر رقصاں ہیں جیسے	پاؤں تھرانے لگے اور سر کو چکر ہو گیا
تھا غضب کا وقت وہ پہلو سے جس دم اٹھ گیا	چلتے ہی چلتے بپا سامان محشر ہو گیا
ایک ہوا ہوتا نہیں جب آپ کو دم بھر قرار	کس طرح غیروں کے دل میں آپکا گھر ہو گیا
مل گیا دل سے ہمیں دلدار کا اپنے سراغ	طالب بنا آپ تھا میں شوق رہبر ہو گیا
خواب میں کبھی ہم تو دیکھیں گے حسینوں کا جمال	قصہ یوسف زلیخا نقش دل پر ہو گیا
جھک گئے ہم آن سے ملے اغیار غیرت سے کئے	قامت پر خم ہمارا ان کو خنجر ہو گیا
اس سراپا ناز کے قدموں پہ سر صدقہ کیا	قرض یہ ہم سے ادا اللہ اکبر ہو گیا

وصل کی شب گر نہیں گستاخیاں تم سے ہوئیں
کیوں خفا نادری تمہارا تم سے دلبر ہو گیا

(۴۲) **مختار**۔ لالہ خوب لال عظیم آبادی عدالت میں مختار کا پیشہ کرتے تھے اور اسی رعایت سے مختار تخلص کیا تھا۔ راجہ بیجناتھ پرشاد غنیمت کے مشاعرہ سنہ ۱۲۷۱ھ کی روداد میں ان کا ذکر اور یہ غزل پائی گئی۔

گر کروں نظم میں وصف رخ جاناں پیدا — مطلع نور سے ہو مطلع دیواں پیدا
سرو قد تو ہے دہن غنچہ ہے عارض گل ہے — تونے اے شوخ کیا حسن گلستاں پیدا
قد موزوں سے ترے اس کو بھلا کیا نسبت — یہ نزاکت کو کرے سرو گلستاں پیدا
جاتے ہی فصل بہاری کے خزاں کے باعث — تختۂ گل میں ہوئے خار مغیلاں پیدا
جوش پر آئے ہمارا جو یہ سیلاب سرشک — کشتی نوح سے ہوئے ابھی طوفاں پیدا
ضبط ہر چند کیا سوز دروں کو لیکن — دیدۂ تر نے کیا یہ غم پنہاں پیدا
قدر مختار کی لازم ہے سخن دانوں کو — پھر نہ ہوگا کبھی ایسا کبھی سخنداں پیدا

(۴۳) **شاد**۔ بابو گنگا پرشاد عظیم آبادی۔ راجہ بیجناتھ پرشاد غنیمت کے مشاعروں کی روداد سنہ ۱۲۷۱ھ میں ان کی یہ غزلیں ملیں زیادہ حالات معلوم نہیں۔

جلوہ گر جس گھر میں تو اے ماہ انور ہو گیا — ماہ ہر روزن ہوا ہر ذرہ اختر ہو گیا
کس طرح آوے جواب نامہ جب دید ہو — بلبل شیدا گل رخ کا کبوتر ہو گیا
فصل گل میں کیوں نہیں ملتا ہے گلرو کا داغ — بچھڑنے سے گل یہ کیا سرخاب کا پر ہو گیا
تو خدا ہے حسن ہی ملتا ترا معراج ہے — پاس تیرے جو گیا [illegible] ہو گیا
آتے ہی فصل بہاری کے ملا جام شراب — گل کی کلیوں سے لبالب ہر کبھی کیا ہو گیا
خیر سے تو ملتفت ہے ہم کو حسرت ہے یہی — جس کو تم ناچیز سمجھے تھے وہ عنبر ہو گیا
سن کے میرے شعر کو کہنے لگے اہل سخن — شاد بھی اس عمر میں کیا ہی سخنور ہو گیا

(۴۴) **تاجرؔ** - لالہ کملا پرشاد عظیم آبادی شاگرد منشی ہیرا لال [illegible]
تاریخ شعرائے بہار میں ان کا ایک شعر پایا گیا۔ ان کی تین غزلیں [illegible] کے
گلدستہ سوم و چہارم ([illegible]) میں موجود ہیں۔ وہ [illegible] نقل کیا جاتا ہے

شکر ہے اپنے [illegible] غم و رنج و آہ کا / اندوہ دیا ہے [illegible] سیاہ کا
[illegible] ہے کہ عکس ہے بخت سیاہ کا / یا چھا گیا فلک پہ دھواں میری آہ کا
گر ہے یہی طریق تری ستم و راہ کا / اٹھ جائیگا رواج زمانے سے چاہ کا
از سوز دل ہے اب تو نہ شعلہ نہ آہ کا / بجھتا ہوا چراغ ہوں میں صبح گاہ کا
اس چشم سرمگیں پہ نہ کس کس کا دل پھنسا / کشتہ نہیں ہے کون خدنگ نگاہ کا
یوں ہی رقیب ناز اٹھائیں گے آپ کے / معلوم ہوگا حال مرے بعد چاہ کا
خستہ کیا خراب کیا جیسا تو نے بھی / اب تک نہ جی بھرا فلک کینہ خواہ کا
بھٹکی تو راہ عشق میں کی کچھ نہ رہبری / کیا خضر [illegible] گم کردہ راہ کا
سینہ میں [illegible] سمجھ [illegible] / یہ دل ہدف ہوا کسی تیر نگاہ کا
ابرو کے بوسہ پر میں سزاوار قتل ہوں / خود اعتراف مجھکو ہے اپنے گناہ کا
[illegible] در پہ رقیبوں کے جایا نہ کیجیے / کچھ بھی تو کہنا مانئے اس خیر خواہ کا
اک [illegible] یوسف کنعاں کی [illegible] / [illegible] چمکا [illegible]
[illegible] مرے قریب [illegible] کے دل کو کل گیا / [illegible] رے تو [illegible] آپ [illegible]
[illegible] شب فراق میں اندھیرا [illegible] / آتا یہ گھر گھر کے [illegible]
[illegible] کریگا یہ دل ہم سے [illegible] / کرتا یہ بے سبب نہیں [illegible]
ملک عدم میں اپنا ہو جینا محال ہے / منزل ہو دور سر پہ ہو بوجھا [illegible]
منہ دیکھنے کو ان کے تو صورت نہیں بچی / پردا ایسا پڑا ہے [illegible]

اس آسماں نے خاک میں گو ملا دیا
باقی نشاں گدا کا ہے نے بادشاہ کا

کہتے ہیں ابر تر جسے وہ ہے اشک ہے
بجلی ہے جس کا نام وہ شعلہ ہے آہ کا

احساں ہے موت کے مجھے تو نے بچا لیا
قاتل بچا ہے اس تری تیغ نگاہ کا

گر کر کنویں میں جان میں دوں گا ایک دن
یوں ہی بچا رہا جو حق زنخداں کی چاہ کا

نے علم ہے ہستی میں تھے خالی ہاتھ ہم
دریاں سے چلے ہیں تو چہرہ گناہ کا

دونوں میں ساتھ رہے معنی کا نور ہے
کیا تیرا اس کے سامنے خورشید و ماہ کا

واعظ چھیڑ رہا ہے شغل عشق تو
پیش نظر جو ہے تجھے [illegible] دیکھا ہے کا

گریہ کی ہے شفقت کا اثر یہ ہے اثر
[illegible] مری نظر [illegible] کا

[illegible] کفن سوا تو نے مجھے ساتھ لے گیا
[illegible] کا

[illegible] سے نرگس شہلا بد لی نمود
کشتہ جو تھا [illegible] میں [illegible] کا

ہے دل کے آئینہ میں تری شکل جلوہ گر
[illegible] احساں [illegible] کا

غالب یہ وہ غزل ہے کہ فیض شکیب ہے
بزم سخن میں [illegible] واہ واہ کا

دیگر

ممکن نہیں ہم سے کہ کبھی ترک وفا ہو
[illegible] دل [illegible]

اے جذب محبت تری تاثیر سے کیا ہو
[illegible]

انساں ہو پرچھائیں کی طرح سے جدا ہو
[illegible]

اے زلف معنبر تری کیا ہم سے خطا ہو
[illegible]

اچھا نہیں ہوتا مرض عشق کا بیمار
[illegible]

کیا جرم و گنہ کیا میری تقصیر خطا ہے
[illegible]

کیا حسن [illegible]
[illegible]

بے وجہ نہیں اس فلک پیر کو گردش — عاشق یہ جوانی پہ کسی کی نہ ہوا ہو
منظور نظر ہوے تو لے جاؤ اڑا کر — حاضر ہے یہ دل دیکھتے کیا سوچتے کیا ہو
شک ہے دل گم گشتہ یہ اپنے تو یہی ہے — اس زلف مسلسل میں الجھا نہ رہا ہو
چلنے تو ہو ٹھکیلیوں کی چال مری جاں — خلخال کی آواز سے محشر نہ بپا ہو
سینے سے لپٹ جاؤ تو لے کان ملامت — پھر کیوں نہ یہ زخم دل صد چاک ہرا ہو
ہر بات پہ تکرار کرتے ہو ہر دم ہو الجھتے — کہہ بیٹھیں جو کچھ ہم بھی تو کیا جانیے کیا ہو
کیا جانیے ٹھنے ہے کے مکر جائیں گے یہ دل — کس طرح کھلے جی میں کسی کے جو دغا ہو
کر بیٹھے یوں ہی عشق بتاں سمجھے نہ بوجھے — اب ترک ہو پڑے حضرت دل اور کرا ہو
ہم عشق بتاں چھوڑ تو دیں حضرت ناصح — پر عمر بسر ہونے کی صورت کہو کیا ہو
لائی نہ کبھی نکہت گیسوئے معنبر — چل دور ہو اے باد صبا یاں سے ہوا ہو
تم وہ ہو کہ تم پر ہیں فدا ہم سے ہزاروں — غیرت کی جگہ یہ ہے کہ تم غیر کو چاہو
کیونکر کف افسوس نہ حسرت سے ملے وہ — دل جس کا تری الفتی جوانی پہ بسا ہو
عاجز نہ رکھو چشم وفا ماہ رخوں سے — جب تک کہ بنے تم سے محبت کو نبا ہو

بغیر دیدار روے جاناں کٹیں گے زندگی نہ پڑھا کریں گے — اجل تو ٹھکرا چکا ہے اپنا فراق میں جی کئے گیا
یہ حسن والے کسی پہ اے دل کبھی نہ مہر و وفا کرینگے — دغا کرینگے دغا کرینگے دغا کرینگے
کئے جو اس بت نے مردے زندہ لگے سب ایسی میں کہنے ملنے — دیا ہیں یہ حق معجزہ ہے عیسیٰ مرے جیا کرینگے
ہے درد پہلو کی اتنی شدت بہت پوچھے ہماری حالت — اجل تو آ جا کہ تو ہے صحت کہاں تک دکھ سہا کرینگے
بتوں کو سمجھے تھے ہم ہو دلبر یہ نکلے پر یہ تو سخت پتھر — نہ جانتے تھے کہ دل کو لیکر یہ ہم سے ایسی دغا کرینگے
بھرا ہے دل میں بخار کلفت تپ جدائی کی ہے حرارت — اگر یہ سوز دروں سلامت دھوئیں ہی اٹھا کرینگے
نہ بک تو بیہودہ ناصح اتنا دماغ میرا عبث نہ تو کھا — چھٹیں گے ہم نہیں ہے ماتم و الم سے سدا کرینگے

کرو جو جور و جفا سو کم ہے نہیں مجھے اس کا بھی الم ہے　　قسم ہے جب تک کہ دم میں دم ہے کبھی نہ ترک وفا کرینگے
کیا دل و دیں کو تم پہ صدقے عزیز کچھ بھی رکھا نہ تم سے　　رہی ہے اک جان تن میں باقی اسے بھی اک دن فدا کرینگے
اٹھیں گے عشاق خاک میں سے پھریں گے دیوانے لوگ جب　　جو یوں ہی ایجان وہ راہ و شیب پہ تیرے گیسو بنا کرینگے
چلیں لڑکپن کے ہیں یہ ادا بھی سے چلتے ہیں بانکپن سے　　جوان نام خدا جو ہونگے تو اک قیامت بپا کرینگے
یہ جوش ہے اشک کا یہ جیحوں ہو گئے غرق کوہ دانو　　بہے گا شکل حباب گردوں یوں ہی جو طوفاں اٹھا کرینگے
یہی ہیں گر روئے جنوں کے تو بھر کے دامن میں سنگ ریزے　　پھریں گے ہر اک طرف لڑکے جتنے در پے ہوا کرینگے
جنوں کے ہاتھوں سے تنگ آئے بہار تب ہی مانگے تو ٹوٹے　　رفو ہو کیس طرح زخم دل پہ چاک کہنک سیا کرینگے
نہ کر تو عاجز بتوں سے الفت یہ دیکھ انکی بھولی صورت　　کریں گے کب تجھ سے یہ محبت ہمیشہ جور و جفا کرینگے

(۴۵) نسیم۔ بابو بہر جرن عظیم آبادی زیادہ حال معلوم نہیں۔
راجے بجناتھ پرشاد سنگھ کے مشاعرہ ۱۲۷۱ھ کی بیاض میں ان کی یہ غزلیں پائی گئیں۔

دست زلفیں کا ترے مجکو جو سودا ہو جائے　　ید بیضا مجھے ہر ایک پہ پیدا ہو جائے
نرگسی چشم کو کل اس کے جو دیکھوں میں کہیں　　خار آنکھوں کے تلے نرگس شہلا ہو جائے
اس کی فرقت میں ان آنکھوں کو روا رکھتا ہوں　　کوئی جانان کہیں سیل سے دریا ہو جائے
ہیں یہ معلوم ہوں یہ سرو سہی باغ میں سب　　گر تصور میں کہیں وہ قد بالا ہو جائے
چشم جادو کے اشارے سے جئے ہیں مرتے　　منفعل دیکھ کے کیونکر نہ مسیحا ہو جائے
پیار نظروں سے جو پھر کر کبھی دیکھے قاتل　　طرفۃ العین میں عالم تہ و بالا ہو جائے
دل بیمار تپ ہجر کو کہتے ہیں طبیب　　شربت وصل پلا دو ابھی اچھا ہو جائے
تری چشم سیہ مست کو دیکھے ساقی　　جام صہبا کا تصور سے دھوکا ہو جائے
شوخی غنچہ بہت دیکھ رہا ہوں میں نسیم　　باغ میں ہنس کے وہ بولے تو یہ سودا ہو جائے

غزل

دل میں ہے عکس تم زلف پریشاں پیدا　　بال آئینہ میں ہوئے ہیں نادان پیدا
کیوں شہادت کے لئے لوگ تمنا نہ کریں　　زخم بھی ہوتے ہیں اس تیغ کے خنداں پیدا

گل داغ اس نے ہزاروں ہی دیئے ہیں مجھکو — شکر ہے دل میں ہوا ایک گلستاں پیدا

کیا میں تشبیہ دوں اس لب جاناں کے لئے — ایسی رنگت تو کرے لعل بدخشاں پیدا

کیوں نہ لاتے ہو بس آجاؤ گلے لگ جاؤ — کر چکے تم تو بہت فتنے مری جاں پیدا

شوق مژگان ستمگر کے جو میت آئی [illegible] — مرے مدفن سے ہوئے خار مغیلاں پیدا

بے پرواؤں سے اب تم کو تعلق [illegible] — [illegible] ہوئے رشک پریاں پیدا

تیر جو تم نے [illegible] — [illegible] یہ کی تم نے مری جان پیدا

اعضا کی رفتار سے تشبیہ سراپا ہے [illegible] — چال ایسی تو کرے کبک خراماں پیدا

آنکھ دکھلائی ہے کیا اس نے چمن میں جا کر — نرگسیں ہوتی ہیں کیوں باغ میں حیراں پیدا

اے تصور تری اتنی تو عنایت رہے — جب خیال آئے تو ہو جلوہ جاناں پیدا

مر رہا ہوں غم فرقت میں تجھے ہے پرہیز — اور کچھ بھی تو کر الفت انساں پیدا

خواب میں دیکھو تو زلیخا کی طرح میں نے نسیم — میری نظروں میں ہوا جلوہ جاناں پیدا

(مندرجہ ذیل غزل اول ورق غائب ہونے سے ناتمام ہے)

خال رخ خدا کی اس کتابی رخ نے مجھکو [illegible] — پارہ پارہ کیا مجھے قرآن ازبر ہو گیا

کیا کہوں سوز تپ ہجراں کی گرمی الاماں — آبلہ دل کا مرے [illegible] اخگر ہو گیا

جب کہا ہم نے [illegible] — [illegible] کیوں مکر ہو گیا

اے جنوں سودا ہے کس محبوب سیم [illegible] — [illegible] تو رسوا ہو گیا

نامہ بر کی کچھ نہیں [illegible] — شوق سے [illegible] کبوتر ہو گیا

[illegible] — گر کہا [illegible] کے برابر ہو گیا

[illegible] چشم [illegible] — خار [illegible] ہر گل تر ہو گیا

سوز غم [illegible] میرے [illegible] — مرغ نامہ [illegible] گیا

یاد میں میں اُس کتابی رخ کے ایسا گھل گیا　　استخواں ہر ایک میرا تار بستہ ہو گیا

کیا کہوں وہ یہ غبار خاطر نازاں نسیم　　آجکل وہ تند خو مجھ سے مکدر ہو گیا

(۴۶) غنیمت ۔ رائے بجاناتھ پرشاد عرف رائے کوسلی [illegible] شمس آباد [illegible]
اردو شعر و شاعری سے خاص شغف رکھتے تھے ۔

انھوں نے اپنے مکان پر ۱۲ [illegible] ھ میں بڑے دھوم دھام سے مشاعرے کئے تھے ۔ دو شاعروں کی غزلیں تاریخ مشاعرہ اور شعرا کے نام و تخلص کے ساتھ ایک بیاض میں راقم کی نظر سے گذریں ان شاعروں میں [illegible] آباد کے اکثر نامور شعرا شریک ہوتے تھے ۔ غنیمت کی غزلیں اسی بیاض سے نقل کی جاتی ہیں ۔

ٹوٹے گل کانٹوں پہ صورت جو ذرا دکھلاؤ　　چاک داماں کئے غنچہ جو تب دکھلا دو

گرمی آتش لب دو دو حنا دکھلا دو　　جا کے گلشن میں نگوں لالہ بیاد دکھلا دو

رات بھر نیند نہیں آتی ہے بیتابی سے　　اب تو منہ چاند سا [illegible] دکھلا دو

سینہ کر چاک دکھاؤں نہیں دل ہنس کے کہا　　ہنس کے بولا کہ [illegible] دکھلا دو

منہ کی خوبان پہ یہ [illegible] صاحب　　آج چلا [illegible] دکھلا دو

بند ناقوس کی آواز ہوئی نالوں سے　　اب صنم جا [illegible] دکھلا دو

گر نہیں دام میں آتا جو کسی وحشی کو　　زلف پر پیچ [illegible]

بال میں کانٹے تیری چال سے جو اٹھتے ہیں　　جو بیا [illegible]

زلف بکھرا دو ذرا چہرہ نورانی پہ　　اس [illegible]

صاف ہر ذرہ میں جو صورت جاناں [illegible]　　تو [illegible]

تیرے دانتوں کے تصور میں دمکی [illegible]　　[illegible]

کیا نہیں گریہ شبنم پہ ہنسی آتی ہے　　[illegible]

گل بھی دیوانے ہوئے کیا ترے اے رشک چمن — پھاڑنے کے لئے کرتے ہیں گریباں پیدا
دیدۂ دل سے اسے دیکھوں تمنا ہے یہی — خانۂ چشم میں ہو جلوۂ جاناں پیدا
کیا میں تشبیہ دوں سلک دُر دنداں سے ترے — آبداری تو کرے گو ہر غلطاں پیدا
فرقت یار میں روتا ہوں غنیمت دن رات — ہوئے ہیں رونے کو بس دیدۂ گریاں پیدا
جب مرے دل کو خیال ماہ پیکر ہو گیا — آہ آتش بار کا ہر شعلہ اختر ہو گیا
واہ رے تاثیر جذب نالۂ شبگیر کی — آج میرے گھر میں سو سو بار دلبر ہو گیا
کیا ہی طوفاں خیز ہوئے چشم موج آستیں — دامن دریا بھی اب تو اشک سے تر ہو گیا
اس قدر صدمے اٹھائے تیری فرقت کے صنم — دل ہمارا چوٹ کھاتے کھاتے پتھر ہو گیا
بے کلی مجکو شب ہجراں رہی اے رشک گل — خار جاے فرش گل ہر تار بستر ہو گیا
کس پری پیکر کا سودائی ہوں اے جوش جنوں — خانۂ زنداں مرے رہنے کو کیا گھر ہو گیا
اے غنیمت اب بقول آتش رنگیں بیاں — دل ہمارا صبر کرتے کرتے پتھر ہو گیا

(۴۷) **شاد**۔ بابو سیتا پت عظیم آبادی ان کا زیادہ حال معلوم نہ ہوا۔ ان کی غزلیں مع نام و تخلص بیاض مشاعرہ سنہ ۱۲۷۱ھ پائی گئیں وہ اس جگہ بجنسہ نقل کی جاتی ہیں۔

بعد مدت یہ ہوئی صحبت یاراں پیدا — تازہ مضمون کرے اے شاد سخنداں پیدا
عرض ہے جو ہر عارض کا ترے چہرۂ نور — تیرے کوچہ سے ہوا روضۂ رضواں پیدا
گر ٹپکیں لعل گہربار ترے دریا میں — رنگ یاقوت کرے گو ہر غلطاں پیدا
سبزۂ خط کی رخ یار [illegible] تازہ بہار — فصل گل آئی ہوا باغ میں ریحاں پیدا
باغ میں دست حنا [illegible] تو دکھلائے — سرو کی شاخ سے ہو پنجۂ مرجاں پیدا
پر تو رخ سے ہر اک ذر [illegible] ا مہر منیر — ہر ستارے سے قمر کرتی ہے افشاں پیدا

شاد دل شاد ہو آئی ہے چلی فصلِ بہار ٭ گریہ ابر سے ہوگا گل خنداں پیدا

ہمیں کیا کام گل کے بس لیے جائیں گلستاں میں ٭ خدا کے گل رخاں میں رہتے ہیں کوچے حسیناں میں

یہ ممکن تھا کہ ہوتا ایک عالم تابع فرماں ٭ کھدا ہوتا نام تیرا اے پری مہر سلیماں میں

کوئی ساقی سے کہہ دے آئے گلشن میں گھٹا آئی ٭ ہے گنگا جمنی کا پینا لطف دیتا ہے گلستاں میں

خدائی میں ہوئے بدنام کافر لوگ کہتے ہیں ٭ ترے عاشق ہوئے بت تو آیا فرق ایماں میں

غزالوں سے تری آنکھوں کی نسبت نامناسب ہے ٭ کہ ناطق اور مطلق کا ہے فرق انسان و حیواں میں

بیک بار پھر گئے آنکھوں میں یہاں شب وصلت ٭ گل و بلبل کو دیکھا ہم نے جب ہم گلستاں میں

سخن سنجی کا ہے جی ادعا اے شاد لکھتے ہیں ٭ ملا دیتے ہیں اپنی نظم کو ہم نظم سحباں میں

(۴۸) فرد۔ بابو کالی پت عظیم آبادی غالباً دسیتا پت شاد کے قدرداں تھے ان کی غزلیں مع نام و تخلص راے جیا پرشاد سنگھ کے مشاعرہ (رات ۱۲ سنہ) کی بیاضوں میں پائی گئیں جو اس جگہ بجنسہ درج کی جاتی ہیں۔

طاق ابرو سے ہوا کعبۂ ایماں پیدا ٭ بدلے زمزم کے ہوا چاہ زنخداں پیدا

ٹھوکریں کھا کے ہوں پامال اگر وحشی دشت ٭ چال تیری جو کرے کبک خراماں پیدا

مہندی ملوا کے ہتھیلیوں سے جلایا مجھ کو ٭ یہ نیا رنگ کیا تم نے مری جاں پیدا

حسن کا یوسف کنعاں کے فقط شہرہ تھا ٭ تیرا ثانی نہ ہوا پر کوئی جاناں پیدا

ملی اس شوخ حسن بوتے جو مہندی تو کھلا ٭ شاخ نسریں سے ہوا پنجۂ مرجاں پیدا

عکس اس ماہ جبیں کا جو پڑا پانی میں ٭ برج آبی سے ہوا مہر درخشاں پیدا

نظم پیرائی جو منظور ہے تم کو اے فرد ٭ ابتدا ہی سے کرو طرز سخنداں پیدا

کوئی وحشت زدہ مجھ سا نہ ہوگا دور دوراں میں ٭ نہ اکدم چین ہے گھر میں نہ آسائش بیاباں میں

سمجھ کر آشیاں بلبل لگانا شاخ پر گل کی ٭ لگے ہیں دیکھ چھیدے رگ گل کے گلستاں میں

گلی بیلے کی پتوں میں چھپا لے شرم سے منہ کو　　تمہارے دانت کھل جائیں اگر گلستاں میں

دل داغ ہر ایک ہے ایسی بخدا کے حسن کی صورت　　تصور یوں ہی اک بت کا ہے میرے دیدۂ حیراں میں

نہ دیکھا دیدۂ انصاف نے تجھسا کوئی دلبر　　برنگ شمع گو جلتا رہا بزم حسیناں میں

تمہارے دست رنگیں کی نزاکت دیکھ کر جانی　　نہ کیوں مرجاں چھپا لے منہ کف دریائے عماں میں

ہمیشہ فرد کو کچھ غم جو تو نظروں سے غائب ہے　　تری شکل آئینہ وہ پھر رہی ہے چشم حیراں میں

(۴۶) حشمتی۔ لالہ ماتادین کا یستھ سری واستو عظیم آباد کے مشاہیر شعرا میں تھے عرصہ تک مظفر پور میں منصفی کے عہدہ پر فائز رہے اور ۱۸۸۹ء میں گیا میں صدر اعلیٰ تھے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے۔ میر وزیر علی عبرتی سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ خان بہادر مولوی سید خیرات احمد صاحب محب بی اے۔ بی ایل ساکن بانکی پور سے بہت ربط رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنی تصدیق خمسۂ کاملہ میں لکھا ہے کہ لالہ ماتادین محرم کی مجلسوں میں شریک ہوا کرتے ہیں اور انہیں کی سعی سے میر ہادی وحید صاحب ۱۸۸۱ء میں گیا تشریف لائے اور سال بسال آیا کیے۔ لالہ صاحب آئمہ اطہار سے خاص عقیدت رکھتے تھے چنانچہ خمسۂ کاملہ میں ان کی یہ رباعی بھی درج کی ہے۔

خوشا وہ لوگ جو آئے ہیں بزم ماتم میں　　خوشا وہ ہاتھ جو پیٹے حسین کے غم میں

وہ دل ہو خاک کہ جس میں نہ اہل بیت کا غم　　وہ آنکھ پھوٹے جو روئی نہ ہو محرم میں

تذکرۂ سخن شعرا میں ان کا ذکر اور یہ شعر پایا جاتا ہے۔

دیکھیں گے حسن حور تو پھسلے گا دل ضرور　　جنت میں بھی یقیں ہے نہ آرام پائے دل

راجہ جگناتھ پرشاد غنیمت کے مشاعروں کی بیاض (۱۲۷۱ھ) میں انکی یہ غزلیں ہیں۔

ہم نشیں اگر تجھ وہ خورشید پیکر ہو گیا
داغ تھا جو اپنے سینے پر وہ اختر ہو گیا

کیا قیامت ہے دوپٹا زعفرانی آپ کا
جس نے دیکھا آپ کو جامہ سے باہر ہو گیا

جلتا رہتا ہوں بری جوشی ہے اس سے کشتِ غم
دامنِ ابر بہاری دیدۂ تر ہو گیا

اس نے وہ آنکھیں لڑائیں چوٹ پانی دل پر لگی
تیر کی آنکھوں کا ڈھیلا مجکو پتھر ہو گیا

ایک گل جب بار دوشِ بادِ صرصر ہو گیا
بلبلوں کے ہوش اڑنے کے لئے پر ہو گیا

تیرے سودائے ہیں نازک گل بستر بنائے نازنیں
دوجے نے گل کا جھونکا مجکو نشتر ہو گیا

تو نہیں آتا کسی صورت سے پلٹا نہیں
کیا غمِ ہجراں مجھے چھاتی کا پتھر ہو گیا

اڑتی پڑتی یہ خبر یک صبا نے دی مجھے
خط کے آنے اڑ گئے پرزے کبوتر ہو گیا

زندگی کا لطف مجکو جان دینے میں ملا
آبِ حیواں مجکو قاتل آبِ خنجر ہو گیا

بے ترے لے بحر تو فی جب نہانے میں گیا
حلقۂ گرداب دریا مجکو خنجر ہو گیا

یاد میں اک بادہ کش کی دل فنا ہونے لگا
دور یہ جام مئے [illegible] خنجر ہو گیا

سخت جانی نے مری اس کو پشیماں کر دیا
ہاتھ میں قاتل کے پانی پانی خنجر ہو گیا

بزم میں دیکھا جو مجکو اس نے آنکھیں پھیر لیں
پست کیا گردش آج اپنا مقدر ہو گیا

آگ پانی میں لگاتا ہے ہمارا سوزِ دل
اشک کا قطرہ جو نکلا وہ اخگر ہو گیا

حسرتیں جو دل کی تھیں سب اپنے دل میں رہ گئیں
وہ نہ آئے اور مرا دم [illegible] برابر ہو گیا

تیغِ قاتل کی بدولت اپنا پردہ رہ گیا
زخم دامن داغ سینے [illegible] ہو گیا

تلوے کے ملتے ہی ہوا اٹھتے دور پھیرے
جو نہ ہونا تھا وہ سب [illegible]

دشت میں مجنوں [illegible] تو بے سر گرداں کیا
دور جام [illegible]

سینے تو داغ [illegible] ماتم مرا
ایک دل باقی تھا وہ بھی درد کا گھر ہو گیا

گرے گل پیرہن کی جب ہوئی آمد گلستاں میں
اڑا رنگ چمن غنچوں نے منہ ڈالا گریباں میں

ہمیں مٹی میں رکھا کر یاد رنگ سبز جاناں میں
بنایا چاہیئے مدفن ہمارا کشت ریحاں میں

یہ کس وحشت زدہ کی خاک مرنے پر اڑی ہو گی
بگولا بن کے اڑتی پھرتی ہے دشت بیاباں میں

جہاں جو رنگ دے دیا سیا لطف دیتا ہے
بگولا دشت میں ہو جائے تختہ ہو گلستاں میں

بیک سبزہ جانے کی تمنا ہی کون کرتا ہے
نسیم صبح کا مانع نہیں کوئی گلستاں میں

شکر خوروں کو دیتا ہے شکر اللہ اے زاہد
شراب پاک ہے رندوں کا حصہ باغ رضواں میں

سنگھا کر بوئے زلف عنبریں ان کو پکارا دے
ترے دیوانوں کو آتا ہے غش آتے ہیں زنداں میں

نظر بازی کا لپکا قید میں بھی مجکو رہتا ہے
جڑی ہیں اپنی آنکھیں روزن دیوار زنداں میں

نہ دیکھا جیتے جی صیاد گلشن کی اگر رخصت
گئے پر خاک بلبل اڑ کے پہونچے گی گلستاں میں

صبا کیوں سب کو میری طرح آوارہ پھرتی ہے
مگر اس کا بھی دل الجھا کسی کی زلف پیچاں میں

تری زلفوں سے کیا نسبت ہے دل یک غافل ہیں
نہ ایسے خم ہیں پیچاں میں نہ یہ پیچش ہے پیچاں میں

تصور رات دن رہتا ہے خوش چشموں کا آنکھوں کو
ہوا ہے آشیاں مرغ نظر کا نرگستاں میں

تجھے کہتے نہ تھے ہم زمزمہ سنجی نہ کر بلبل
تری آواز پر صیاد دھر پہونچا گلستاں میں

مریضان محبت ہوں دوا کے کس لئے طالب
مسیحا جو مزا ہے درد میں وہ کب ہے درماں میں

کیا ہے چشمی زخمی مجھے تیغ تبسم نے
گل خنداں کا عالم ہے دہانے زخم خنداں میں

عشقی رشتے ہو کیوں میں ماہ پیکر سیکڑوں
دل سلامت ہے تو دل جائیں گے دلبر سیکڑوں

گندمی رنگ ان کا کیا ہی اک بلائے جان ہے
آسیائے عشق میں مرتے ہیں پس کر سیکڑوں

شکل میری دیکھ کے کہنے لگے وہ ناز سے
ایسے دیوانے پڑے پھرتے ہیں در در سیکڑوں

کر دیا ضبط فغاں نے جابجا سینہ کو چاک
ہو گئے دل کی نظر بازی کو اب در سیکڑوں

آپ کی ڈیوڑھی نہیں کیا کوئی زیارت گاہ ہے
جب نہ تب دیکھو کھڑے رہتے ہیں در پر سیکڑوں

دست رس پائے نگاریں تک نہیں تو نا نصیب — مرگئے مثل حنا عشاق پس کر سیکڑوں
چشمکی باز آؤ اُس سے جی لگاؤ اور سے — حور وش لاکھوں پڑے ہیں ماہ پیکر سیکڑوں

٭

خندہ گل سے ہے رمز دل نالاں پیدا — چاک بلبل سے ہوا ہے یہ گلستاں پیدا
دہن غنچۂ گل سے یہی آتی ہے صدا — چاک کرنے کو ہوا ہے یہ گریباں پیدا
مردم دیدہ نہ اُس پردہ نشیں کو گھوریں — چادر اشک کرا اور دیدۂ گریاں پیدا
جان آئے تن بے جاں میں جو آ جائے بہار — ہو رگ ابر بہاری سے رگ جاں پیدا
کشتۂ ناوک مژگان ستمگر ہوں میں — کیا تعجب خاک سے مری ہو نیستاں پیدا
مرے دم تک ہے تیرے کاکل پیچاں کا یہ بل — پھر نہ ہوئیگا کوئی سلسلہ جنباں پیدا
رفتہ رفتہ غم فرقت میں ہوا ایسا وصال — بڑھ کے کی درد نے خاصیت درماں پیدا
مار رکھا ہے حسینوں کی اداؤں نے مجھے — روز ہوتے ہیں نئے جان کے خواہاں پیدا
صدمے کچھ کم تو نہ تھے گور کی اندھیاری کے — کیوں ہوئی پھر یہ بلائے شب ہجراں پیدا
آدمی ہو تو سماجت پہ مری رحم کرو — گر پری ہو تو کریں ہم بھی پری خواں پیدا
پر تو حسن رخ یار کا یہ سب ہے طلسم — وہ نہ ہوتا تو نہ ہوتے یہ گلستاں پیدا
تھا ازل سے تو میں اُس حسن خداداد کا محو — صورت آئینہ آنکھیں ہوئیں حیراں پیدا
دیکھ کر شعلۂ رخسار کو دل خاک ہوا — گرمی حسن نے کی آتش پنہاں پیدا
کیسی ساعت میں لگایا تھا یہ نخل امید — نہ ہوا پھل کوئی جز حسرت و حرماں پیدا
لیکے بازار حسیناں میں اسے خوب پھرے — جنس دل کا نہ ہوا ایک بھی خواہاں پیدا
قسمیں کھائی تھیں وہ لکھے تھے مچلکے کیسے — پھر کیا ربط رقیبوں سے مری جاں پیدا
اے پری چہرہ سراپا جو ترا نظم کروں — مصرع قامت موزوں سے ہو دیواں پیدا
جب ہوئی فکر سخن تیری ہم آغوشی میں — سایۂ مضمون سے ہوئے دست و گریباں پیدا

حشمتی بڑھتی ہی جاتی ہے یہ بیماریٔ دل　　　کوئی اس درد کا ہوتا نہیں درماں پیدا

(۵۰) بدر۔ راجا گنگا پرشاد شاگرد گل محمد خاں ناطق مکرانی زیادہ حال معلوم نہ ہوا بیشتر فارسی کہتے تھے ان کی دو غزلیں فارسی میں جو حشمتی کے مشاعرہ چہارم کے گلدستہ میں نظر سے گزریں وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا صرف ایک ہی شعر مندرج ہے۔

غزل

اول از بارگہ عشق نشانم دادند　　　بعد ازیں منصب فریاد و فغانم دادند
ناخدا ترس بتانند کہ از سنگدلی　　　شیشۂ دل بشکستند و ہمانم دادند
آتشینے نفشانند بچشم نمناک　　　بدم مرگ کفن زآب روانم دادند
دلے بیرحمی و فریاد ازیں بیدادی　　　دل ربودند بشادی غم جانم دادند
دل بدادند مگر صاعقہ کردار طپاں　　　چشم دادند ولے اشک فشانم دادند
دو شنم از بار فراقش نہ سبک شد تا زلیت　　　بعد مردن بہ کہ ایں خرقہ ندانم دادند
گردش چرخ بیک چشم زدن پس افگند　　　پیش ازیں آنکہ ہمہ شوکت و شانم دادند
اے دل فاختہ خو بند لب آہ کش　　　مژدۂ زاہدان سرو روانم دادند
شکوۂ نیست بجز شکر و صبوری اے بدر　　　گرچہ صد داغ بدل ماہ رخانم دادند
تا کہ سودائے سر زلف بتانم دادند　　　پائے دل در خم زنجیر گرانم دادند
طاقتم طاق مرضہائے فراقش کردند　　　قوت ضعف سراپا بہ توانم دادند
چشم بد دور کہ از ساغر چشم بدست　　　بادۂ ہوش ربا مغبچگانم دادند
چہ زنم گام بہ میدان فراغ عشرت　　　در کف طالع یا لنگ عنانم دادند
از مئے صاف محبت چو حقم بشمردند　　　جرعۂ چند دمادم بدہانم دادند

سدّ الحمار کہ بالاف زنی کائے نیست — صفتِ عاجزی وضبط چنانم دادند
خدمت دشت نوردی چو بپایاں آمد — از پے آہ زنی حکم روانم دادند
رہزناں صفِ مژگاں بسرِ منزل وصل — ہمہ تاراج متاعِ دل و جانم دادند
جہل با جاہل اجہل نتواں کرد خموش — تو بداں یدر کہ گویا نہ زبانم دادند

(۵۱) **شاد** ۔ رائے درگا پرشاد عظیم آبادی راجا رام نراین موزوں کے ورثا میں تھے مردان علی خاں رعنا کے شاگرد رشید اور خود صاحبِ دیوان تھے ان کا دیوان اور ان کی تصنیف سے ایک مثنوی موسوم شگوفۂ محبت کے قلمی نسخے گزشتہ سال پٹنہ کی اردو نمائش میں پیش کیے گئے تھے مثنوی غالباً طبع بھی ہوئی تھی لیکن اب مطبوعہ نسخہ نایاب ہے ۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا مختصر ذکر اور ایک شعر پایا جاتا ہے ۔

دن کو جو شغل گریہ ہے تو شب کو آہ کا — پوچھو نہ حال کچھ مرے حالِ تباہ کا

کنور سکھراج بہادر رحمی کے مشاعروں میں ۱۲۹۵ھ میں انہوں نے غزلیں پڑھی تھیں ۔ تین گلدستوں میں ان کا کلام نظر سے گذرا جو اس جگہ نقل کیا جاتا ہے ۔

سرسبز ہو یہ چمن ہمیشہ — قایم رہے انجمن ہمیشہ
ہیں ہجر میں خستہ تن ہمیشہ — پابندِ غم و محن ہمیشہ
افسردہ چمن میں دیکھ تجکو — گل رہتے ہیں خندہ زن ہمیشہ
اے جانِ جہاں تمہیں ہے زیبا — یہ نازِ یہ بانکپن ہمیشہ
آخر کو یہی لباس ہوگا — پہنے ہی رہو کفن ہمیشہ
مرقد میں یادِ رفتگاں سے — خلوت میں ہے انجمن ہمیشہ

بس دیکھ کے تیری شوخ چشمی — وحشت میں پھرے ہرن ہمیشہ
ثابت نہ ہوا دہن تمہارا — باتوں میں رہا سخن ہمیشہ
تیغ ابرو کی یاد میں آہ — رہتا ہوں میں خستہ تن ہمیشہ
یہ مشک ہوا نہ دور چیں سے — زلفوں میں رہی شکن ہمیشہ
اے دل تو اگر ہے مایل عشق — پڑھ قصۂ نل دمن ہمیشہ
زنار گلے میں عشق کا ہے — اوس بت کا ہوں برہمن ہمیشہ
پھر خط نہ ہو نکل کے غایب — سورج میں رہا گہن ہمیشہ
عاشق پاے وصال معشوق — بلبل کو ملے چمن ہمیشہ
زلف مشکیں کی نکہتوں سے — مہکے چین وختن ہمیشہ
اللہ رے جوش قلزم فکر — مضموں ہے موج زن ہمیشہ
مجھ سے دم بھر کی گرم جوشی — غیروں سے ہے یہ چلن ہمیشہ
شیریں نے کبھی نہ بات پوچھی — مرتا رہا کوہ کن ہمیشہ
گردن میں مری بندھی ہے تا زیست — ان گیسوؤں کی رسن ہمیشہ
مجنوں ایک لیلی کا بنا ہوں — اس سے بھاتا ہے بن ہمیشہ
سو یا جو لپیٹ کے رات وہ گل — سونگھا کیا پیرہن ہمیشہ
بس دیکھ کے میرے زخم سینہ — ہوتے ہیں وہ خندہ زن ہمیشہ
ہے طبع رواں میں جوش مضموں — یہ بحر ہے موج زن ہمیشہ
دل کے دینے کا یہ مزا ہے — جھیلے رنج ومحن ہمیشہ
بوسہ کی طلب پہ واے قسمت — پھیرے تیہے وہ دہن ہمیشہ
اک رات کے وصل کی حسد پر — دشمن کو رہی جلن ہمیشہ

ہے باعثِ فرحتِ دل و جاں — شغلِ شعر و سخن ہمیشہ
سو عذر کیئے کبھی نہ آئے — اچھا نہیں مکر و فن ہمیشہ
پھولوں میں نہ جامہ میں سمائیں — بر میں جو ہو گلبدن ہمیشہ
سن سن کے مرا کلام ای شاد — دل شاد ہیں اہلِ فن ہمیشہ

دن کو جو شغل گریہ ہے تو شب کو آہ کا — پوچھو نہ حال کچھ میرے حالِ تباہ کا
رکھا نہ دیر کا نہ مجھے خانقاہ کا — یارب برا ہو اخترِ بختِ سیاہ کا
دشمن بنا دیا مجھے اک رشکِ ماہ کا — یارب برا ہو اخترِ بختِ سیاہ کا
اچھا نتیجہ مجکو دکھایا ہے چاہ کا — یارب برا ہو اخترِ بختِ سیاہ کا
دکھلائے پیچ کاکلِ شبرنگ کے مجھے — کیونکر نہ شکوہ میں کروں بختِ سیاہ کا
راتوں کو جاگتے ہیں ان کو خبر نہیں — شاید اثر بھی جاتا رہا اپنی چاہ کا
رہتا ہے کچھ بھی باقی نہ مرقد میں اعتبار — ہے ایک حال اس میں گدا اور شاہ کا
ہم سے ہے احتیاط رقیبوں سے اختلاط — ظالم نے خوب ڈھنگ نکالا ہے چاہ کا
آئے اگر جفا پہ وہ سفاک کینہ جو — دنیا میں پھر محل نہیں کوئی پناہ کا
قاتل لہو رلائیگا یہ ظلم حشر میں — ناحق تو خون کرتا ہے مجھ بے گناہ کا
بے وجہ ہے ابھی سے قیامت کی بے رخی — کیونکر بھلا خیال ہو تم سے نباہ کا
مژگاں کی صف کھڑی ہے برابر جمی ہوئی — مشکل ہوا ہے بچنا بھی تیرِ نگاہ کا
مانو نہ مانو تم کو ہے ہر طرح اختیار — احوال سن تو لو مرے حالِ تباہ کا
موسیٰ لگا میں سرمۂ طور اپنی آنکھ میں — مجکو ہے تو رعب عجب [illegible] کا
اے شاد مجکو کچھ نہیں روزِ جزا کا غم — کتنا ہے دل میں وسیلہ [illegible] الہ کا

دیگر

ہمارا یار گر ہم سے جدا ہو — خدا جانے ہمارا حال کیا ہو
یہی ہے آرزو اپنی خدا سے — کہ اس بت سے [illegible] ہو

ہوا ٹھنڈی ہے بجلی کو نار تی ہے ستم ہے وہ اگر ہم سے جدا ہو
ہوا دل ناوک مژگاں سے گھایل اب اس سے اور کیا جور و جفا ہو
ہمارے ان کے ہوگا فیصلہ جب ادھر وہ ہو ادھر میری قضا ہو
طبیبوں نے کیا ہر چند دارو مریض عشق ہوں کیونکر شفا ہو
رہے اب شاد کب تک زار و نالاں تری خاطر میں کیونکر یہ روا ہو

دیگر

یہ الفت نے مجھے وحشت عطا کی جنوں نے آکے میرے دل میں جا کی
چھوئی جب زلف مشکیں دلربا کی کہا دل نے سراسر یہ خطا کی
کیا ایفا نہ تم نے وعدۂ وصل وفا کی شرط گو میں نے ادا کی
فقط تقریر جھوٹی تھی زبانی نہ دولت وصل کی اکدن عطا کی
خیال قد موزوں سے پس از مرگ قیامت قبر میں دل نے بپا کی
جو مانگا بوسۂ زلف معنبر یہ فرمایا کہ باتیں ہیں خطا کی
کئی دن سے ہے بدلا رنگ گلشن مگر آمد ہے اس گلگوں قبا کی
یہ آتی ہے صدا تربت سے ہر دم جفا کی تو نے اے ظالم جفا کی
مجھے سودا ہے زلف مشکبو کا خطا کی آپ نے میری زوا کی
یقیں ہے منزل مقصود ہے ایک مقام عشق میں شاہ و گدا کی
نہ پایا بت کو گو بھٹکا بہت سر خدائی دیکھ لی ہم نے خدا کی
بہت دریائے الفت میں رہے غرق نہ دیکھی ہم نے صورت آشنا کی
کبھی چلا کے میں رویا نہیں ہوں محبت ہے یہ چشم سرمہ سا کی
چٹخنا صبحدم غنچوں کا گلچیں سلامی ہے مگر باد صبا کی
مزا دنیا کا جنت میں کہاں ہے نہیں تو حور میں ناز و ادا کی

وہ جس دم مسکرائے قتل پر شاد ہوئی امید مجھکو خوں بہا کی

(۵۲) طاہر۔ بابو پنجاب رائے خلف منشی چھوگن لال صاحب زمیندار ضلع ترہت متوطن موضع گھگھوٹن پرگنہ سرپیسا طاہر راجا درگا پرشاد شاد (جن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے) کی سرکار میں دیوان تھے۔ بیشتر عظیم آباد ہی میں قیام رکھتے تھے منشی بہاری لال فطرت نے اپنی کتاب آئینہ ترہت صفحہ ۲۰۱ میں ان کو اپنا برادر عموی لکھا ہے۔ ۱۸۷۵ء میں لکھنؤ میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا تھا جس کا گلدستہ مطبع منشی نول کشور کے اہتمام سے شائع ہوا تھا۔ طاہر نے مندرجہ ذیل غزل اس گلدستہ کے لئے بھیجی تھی وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

ماشاء اللہ ہے کیا تیرا معطر گیسو — نافۂ مشک ختن سے بھی ہے بہتر گیسو
کیا کروں صف کہ کیا ہے ترا دلبر گیسو — سنبلستان ارم یا کہ معنبر گیسو
لب ہیں، آنکھیں ہیں، زنخداں ہے، رخسار ہیں — سب سے خوبی میں بڑھا ہے ترا عنبر گیسو
سورج گرہن کا گماں ہوتا ہے مجھ کو ابھی — رخ خورشید سے مل جائیں جو آ کر گیسو
عکس سے تاج مرصع کے یہ ہوتا ہے گماں — دشت ظلمات میں ہے معدن گوہر گیسو
آج کیا ہے کہ پریشانی ہے چہرہ سے عیاں — کیوں ہے اس درجہ پہ نظر آتے ہیں ابتر گیسو
کیوں اداسی ہے یہ چہرہ پہ کچھ حال ہے کیا — رخ سے کچھ تنگ ہیں کیوں اب رہے ابتر گیسو
دست مشاطہ کا ہے یہ ارمان تمنا کی دو رتی — آپ پابند ہوں تو ہیں آج تلک بے پرو
یہ کھلا اپنی ہے خود کردہ را یابد خلاف — خود پشیماں ہوں چڑھا کر تجھے سر پر گیسو
بال کھولے لب بام تم آؤ نہ کہیں — کہیں بن جائیں نہ اژدہا کے تو پھر گیسو

کیا الٹ پھیر ہو کیا شانِ خدا ہی ظاہر   شانہ گیسو پہ کبھی شانے کے اوپر گیسو

(۵۳) **شایق** منشی للتا پرشاد آبائی وطن فرخ آباد تھا عظیم آباد میں مستقل سکونت اختیار کی اور یہیں کے ہو گئے۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا ذکر ہے اور رحمنی کے مشاعرہ چہارم کے گلدستہ میں ان کی یہ غزل ہے۔

نیرنگ دیکھ دیکھ کے اس کارگاہ کا   سالک ہوا نہ کوئی محبت کی راہ کا
واقف نہیں کہ ضد تھی فرشتوں کو مجھ سے کیا   نام عاصیوں میں لکھ دیا مجھ بے گناہ کا
کان ان کے بھر گئے ہیں رقیبوں کی بات سے   سنتے نہیں وہ قصہ کسی دادخواہ کا
کیا کیا نحوستیں وہ دکھاتا ہے رات دن   شاید زحل ستارا ہے بخت سیاہ کا
خنجر عبث دکھاتا ہے قاتل تو دم بدم   مقتول میں تو ہوں تری تیغ نگاہ کا
کیوں مرغ دل کے واسطے پھندے کی ہو تلاش   تم کم نہیں ہو جال سے زلف سیاہ کا
خوبانِ سبز خط کی جدائی سے کیا ہو   کاہیدہ جسم پر مرے دھوکا ہے کاہ کا
بے شرمی ہے اگر رخ روشن کے ہو حضور   کافور نور ہوئے رخ مہر و ماہ کا
تریاق وصل ہے مری عیسیٰ نفس دوا   کاٹا ہوا ہوں ہجر کے مار سیاہ کا
وعدے کئے تھے آپ نے جو شب وصال   ایفا جو کیجئے تو مزا اٹھے چاہ کا
ڈوبے گا ایک دن تو بحر وصال میں   شایق اگر ہے شوق تہ دل سے چاہ کا

(۵۴) **شمس**۔ منشی پرمیشر سہائے ساکن عظیم آباد۔ تاریخ شعرائے بہار میں بھی ان کا ذکر ہے انجمن رحمنی کے مشاعرہ ۱۲۹۰ھ کے ایک گلدستہ میں ان کی یہ غزل مندرج ہے۔

ہاں یہ مانا کہ جو نکلے بھی تو مر کر نکلے   پر یہ حیرت ہے کہ اس کوچہ سے کیونکر نکلے
دیکھ کے حسن بتاں منہ سے نکلتا ہو درود   بھول جاؤ مری نظر دل سے نہ پتھر نکلے

کیوں نہ مٹ جاؤں میں ای دل کہ وہ فرماتے ہیں — آؤں گھر میں ترے میں غیر جو باہر نکلے
شمع کی طرح ہجوم آج ہے پروانوں کا — کیا د رکھتے ہوئے سر پہ کلہ زر نکلے
شمس مے نوش نے لکھی یہ غزل فرقت میں — شعر جو نکلے وہ دامن کی طرح تر نکلے

(۵۵) قاصر۔ لالہ جگت بہاری لال باشندہ عظیم آباد کوچہ جوالال متصل گذری صفیر بلگرامی کے شاگردوں میں تھے اور میر رضا حسین صاحب رئیس محلہ مذکور کے مدار المہام تھے۔ تاریخ شعرا بہار میں ان کے یہ دو شعر پائے جاتے ہیں۔

ہوتے ہیں وصل یار کے ساماں نئے نئے — پھر دل میں جمع ہوتے ہیں ارماں نئے نئے
آتا ہے آج سیر کو وہ غیرت بہار — بدلے گا اب تو رنگ گلستاں نئے نئے

(۵۶) گیسو۔ بابو نند کشور سنگھ عظیم آبادی۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا ایک مقطع پایا جاتا ہے پوری غزل گلدستہ انجمن رحمتی (مشاعرہ جہاں آباد) میں موجود ہے وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

کیا کیا ستم ہوا فلک کینہ خواہ کا — لیکن نہ نکلا منہ سے کبھی نام آہ کا
دکھلاؤں گر اثر دل نالاں کی آہ کا — پرزہ اڑا پھرے فلک کینہ خواہ کا
مانگے جو مجھ سے جان بھی بدلے دل ابھی لے — حالانکہ میں فقیر ہوں پر دل ہے شاہ کا
مہتاب میں جو داغ نمایاں ہے کیا سبب — سایہ پڑا ہے کیا مرے بخت سیاہ کا
قاتل نہ کر تو عاشقوں کو قتل بے خطا — گردن پہ اپنی خون نہ لے بے گناہ کا
ہر روز آپ غیروں سے رہتے ہیں عیش میں — خوش کیجئے ایک دن تو دل اس خیر خواہ کا
کب یہ حسین تجھ سے نباہیں گے دوستی — اے دل خیال رکھتا ہے کس سے نباہ کا
ہمراہی مجھ کو چھوڑ کے تنہا چلے گئے — مشفق نہ حال پوچھئے گم کردہ راہ کا

لخت دل اپنا کھایا ہے خون جگر پیا
فرقت میں اک حسین کے برا ہوے جاہ کا

بدر منیر گھٹتا ہے ہر روز کس لئے
شاید کہ حسن دیکھا ہے اوس رشک ماہ کا

اس ہستی دو روزہ پہ دو دن کے واسطے
اے منعمو کرو نہ غرور اپنی جاہ کا

زوروں پہ وحشت اے تو جڑے سے اکھاڑ دیں
سمجھیں گے کوہ قاف کو ہم برگ کاہ کا

الزام تجکو کیا دوں تری کچھ خطا نہیں
اے بت ترا بھلا ہو برا ہووے جاہ کا

یوں زار ہو کے تیری گلی میں پڑا ہوں میں
جس طرح راہ پر ہو کوئی برگ کاہ کا

گیسو نہ فکر کیجیے عقبی کی دل میرا آپ
دھوئیں گے رو کے اشک سے دفتر گناہ کا

(۵۷) **جمیلؔ**۔ لالہ امر چند ساکن آرہ تلمیذ صفیر بلگرامی۔ ان کا کلام ان کے ورثا کے پاس تھا راقم کو پتا نہ ملا۔ صفیر کے دیوان اول موسوم بہ صفیر بلبل میں جمیل کا کہا ہوا قطعہ تاریخ طبع ہے وہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

میر فرزند احمد عالی ہمم یعنی صفیر
ہیں وہی راس الرئیس و مرجع برنا و پیر

سال تاریخ ان کے دیوان کا جمیل خوشنوا
از سر زور طبیعت لکھ کلام بے نظیر
۱۲۸۰ھ

(۵۸) **خبیرؔ**۔ بابو بلدیو پرشاد اگروال باشندہ آرہ تلمیذ صفیر بلگرامی۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے۔ ان کا کلام بہت تھا لیکن دستیاب نہ ہوا۔ شاہ قمر الدین حیدر قمر آروی کی مثنوی سراج دولت میں ان کا یہ قطعہ تاریخی فارسی میں طبع ہوا تھا۔

قطعہ

قمر صاحب طبع روشن بدہر
عیاں کردہ چوں حسن طبع نکو

سن عیسوی وقت اتمام طبع
شدہ، نظم تر شد ز کلکم شنو
۱۸۹۴

صفیر بلگرامی نے جلوہ خضر میں ان کا ذکر کیا ہے۔

(۵۹) **نظر**۔ بابو باسدیو داس رئیس آرہ تلمیذ حکیم سید شاہ قمرالدین حیدر قمر آروی عرف شاہ قمر۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ان کا کلام موجود تھا لیکن اب نایاب ہے اپنے استاد قمر کی مثنوی سراج دولت کی انھوں نے بھی تاریخ طبع کہی تھی وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

نظم رنگیں قمر در عالم ۔۔۔ ہست عزت دہ گلزار بہشت
سن طبعش نظر از فکر رسا ۔۔۔ تحت شاقہ نظم نوشت

(۶۰) **افسر**۔ راجا پدمانند سنگھ بہادر۔ راج بنیلی وکھر کپور۔ ضلع پورنیہ و بھاگلپور کے مالک تھے۔ ۱۸۸۵ء میں انتیس سال کی عمر میں اپنے والد مہاراجہ لیلانند سنگھ کی جگہ پر مسند نشین ہوئے اردو فارسی انگریزی اور بنگلہ ہر چہار زبان میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ گاہ گاہ اشعار بھی کہتے تھے۔ خم خانۂ جاوید میں بھی ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

دل میں حسرت نہ رہے آج اگر تم چاہو ۔۔۔ لب بلب سینہ بسینہ ہو آج کی رات
بل بے شوخی کہ مجھے آپ تو بھیجا نہ جواب ۔۔۔ خط نہ لکھنے کا گلا اس پہ ہوا الٹا مجھ سے
چاہنے والے کی ہوتی نہیں چاہت برباد ۔۔۔ شمع جلکر ہوئی پروانہ کی محنت برباد
قدرداں ہم ہیں ہمیں آکے سنگھاؤ صاحب ۔۔۔ مفت کیوں کرتے ہو تم زلف کی نکہت برباد
جو آرزوئیں دل میں تھیں سب خاک ہو گئیں ۔۔۔ تیغ اجل نے کاٹ دئے دست و پائے حرص

(۶۱) **عاجز**۔ منشی میوا لال متوطن ضلع گیا۔ محکمہ پولس میں سب انسپکٹر تھے ۱۸۸۱ء میں دربھنگا میں اپنے عہدہ پر کام کرتے تھے اس زمانہ

میں ان کے یہ اشعار گلدستہ پیام یار (بابت ماہ نومبر ۱۸۸۴ء) میں شایع ہوئے تھے۔

شب ہجراں ہمارے نالہ و آہ عجب کیا ہے ہلادیں آسماں تک
دل ناداں سمجھتا ہی نہیں کچھ بھلا اس کو میں سمجھاؤں کہاں تک

پنشن یافتہ ہونے کے بعد انھوں نے اپنے کلام کا ایک مختصر مجموعہ موسوم کلید گنجینۂ توحید ۱۹۲۷ء میں شایع کیا تھا یہ مختصر مجموعہ سولہ صفحوں کا ہے ان کا کلام صوفیانہ رنگ کا ہے۔ پھر ۱۹۳۰ء میں دوسرا مجموعہ موسوم بہ سِرِّ توحید شایع کیا تھا۔

عالم غیب سے عاجز یہی آتی ہے صدا کچھ نہیں ہے کہیں کچھ واحد مطلق کے سوا
جلوۂ ذاتِ خداوند تعالیٰ میں ہوں علم توحید و تصوف کا تجلا میں ہوں
خود ہی طالب ہوں میں خود ہی ہوں مطلوب اپنا خود ہی معشوق ہوں خود عاشق شیدا میں ہوں
خدائی کھنا ہے جس کو عالم سو ہے اک خیال میرا بدلتا صورت ہزار ڈھب سے ہر ایک دم میں ہے حال میرا
کہیں ہوں سورج کہیں ہوں ذرہ کہیں ہوں دریا کہیں ہوں قطرہ ہے نور کثرت میں ایک مجھکو ہوا ہے ملتا کمال میرا

اس کے بعد ایک مستزاد اٹھارہ رباعیاں اور چند غزلیں ہیں اوّل رباعی یہ ہے۔

دنیا ہے حقیقت میں خمار ہستی ہیں خاک یہ سب نقش و نگار ہستی
جانا نہ صفائی یہ جہاں کی عاجز مٹی میں ملائے گا غبار ہستی

(۶۲) **صادق** ۔ بابو پربھو نرائن۔ گیا کے اطراف میں کسی دیہات کے رہنے والے تھے اور رانچی میں عدالت کے مختار تھے۔ رسالہ پیام یار لکھنؤ بابت ستمبر ۱۸۸۶ء میں ان کی غزل شایع ہوئی تھی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

تعجب کچھ نہیں جل جائے گر عرش پہونچتے ہیں یہ نالے لامکاں تک

(۶۳) **ستم**۔ منشی درگا پرشاد خلف منشی ہیرالال قوم کایستھ ساکن گیا۔ ۱۸۴۰ء کے قریب پیدا ہوئے۔ شاعری میں کیفی گیاوی سے اصلاح لیتے تھے پھر سلیمان خاں جادو ساکن کوا تھ ضلع آرہ کو بھی اپنا کلام دکھاتے تھے ۱۹۰۶ء میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

صورت نما نہ ہو تو وہ صورت نما نہ ہو ۔۔۔ صاف آئینہ نہ ہو تو وہ صاف آئینہ نہ ہو
مٹا دیا نہ تجکو تو میرا نام نہیں ۔۔۔ رگڑ رگڑ کے جبیں سنگ آستانۂ یار
ہوا رہیگی خلاف جبتک تو الٹے دریا بہا کرینگے ۔۔۔ بھنیں جلکے پھر پھر آنا یہی تماشے ہوا کریں گے

(۶۴) **بیتاب**۔ لالہ کشن نرائن متوطن بھاگلپور ۱۸۹۶ء میں فوت ہوئے ان کا ایک دیوان شایع ہوا تھا مگر راقم کو دستیاب نہوا۔ ان کے دو شعر ایک صاحب کو یاد تھے وہ اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں۔

پھرے گا ساتھ ہمارے کہاں کہاں صیاد ۔۔۔ ہوا ہے سیر گلستاں ہوں میں سرگرداں
بھلا کیونکر نہ دھوکا کھائے عاشق ۔۔۔ ترے کوچہ کے لاکھوں راستے ہیں

(۶۵) **الفت**۔ لالہ اننت رام عظیم آبادی فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں کہتے تھے ان کا ذکر تاریخ شعرائے بہار میں بھی پایا جاتا ہے خمخانہ جاوید کے مطابق ۱۸۸۰ء میں حیات تھے۔

رحمتی کے مشاعروں کے تین گلدستوں میں ان کا کلام راقم کی نظر سے گذرا جو اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ۱۲۹۵ھ تک یقیناً زندہ تھے۔

رباعی مندرجہ گلدستہ سوم

گذرے ایام نوجوانی افسوس ۔۔۔ وہ رنگ شباب رعنوانی افسوس
پیری آئی کہ کوئی قاصد آیا ۔۔۔ لایا ہے جواب زندگانی افسوس

دیگر

وہ عیش وہ ساز اے جوانی افسوس　　وہ وصل کی شب وہ شادمانی افسوس
کیا حال کہوں جو تیری صحبت چھوٹی　　تنہائی گو دِ بے زبانی افسوس

غزل

دیکھی تری انجمن ہمیشہ　　تھا پیش نظر چمن ہمیشہ
زخموں سے ہے زیب تن ہمیشہ　　گلنار سے ہے پیرہن ہمیشہ
ممکن نہیں وصل ہو میسر　　اغیار ہیں رخنہ زن ہمیشہ
تھا دل کو لگاؤ ابروؤں سے　　دیکھا کئے بانکپن ہمیشہ
کرتا رہا ہم سے آسماں چال　　کج اس کا رہا چلن ہمیشہ
ناقوس عبث بتوں کے آگے　　پھونکا کئے برہمن ہمیشہ
اثبات دہن میں گفتگو کیا　　غیروں سے جو ہو سخن ہمیشہ
جاتا نہیں مے کشی کا لپکا　　مستانہ رہا چلن ہمیشہ
کیا تیغ ہے باڑھ پر تمہاری　　جوہر سے ہے موج زن ہمیشہ
نرگس کی نظر کہیں نہ لگ جائے　　جایا نہ کرو چمن ہمیشہ
اللہ رے اشک کی روانی　　چشمے ہیں یہ موج زن ہمیشہ
چوٹی کا بندھا نہ ہم سے مضموں　　الجھا ہی رہا سخن ہمیشہ
ساقی سے ہے دار بست ہمکو　　میخانہ رہا وطن ہمیشہ
مژگاں کی خلش گئی نہ دل سے　　پہلو میں ہے نیش زن ہمیشہ
کوچہ ہے بتوں کا دل سے ہشیار　　ہیں گھات میں راہزن ہمیشہ
کس بت نے سنی صدائے تکبیر　　زاہد رہے نعرہ زن ہمیشہ
غربت میں بھی ہم تھے فارغ البالی　　تھا پیش نظر وطن ہمیشہ

کیونکر نہ ہو عشق دشمنِ جاں — ہے باعثِ صد محن ہمیشہ
ہم مست ہیں پھول لے رہے ہیں — ہے مدِ نظر چمن ہمیشہ
تھی دل کو جو کمر کی الفت — بڑھتا رہا ضعفِ تن ہمیشہ
داغوں سے ہوا یہ لطف حاصل — پہلو میں رہا چمن ہمیشہ
مرتے رہے جیتے جی بھی تم پر — تھا جامۂ تن کفن ہمیشہ
گیسو کا ہے تیرے گرم بازار — سودا کا رہا چلن ہمیشہ
عقدہ یہ کھلا ترے دہن کا — سربستہ رہا سخن ہمیشہ
کیا زور ہے اضطراب دل کا — اک برق ہے شعلہ زن ہمیشہ
ہے دل میں ہجوم درد و غم کا — دن رات ہے انجمن ہمیشہ
ساقی وہ مئے دو آتشہ دے — جو دل میں ہو شعلہ زن ہمیشہ
وصف رخ گل رخاں سے الفت — رنگیں ہے مرا سخن ہمیشہ

دیگر گلدستہ چہارم

تھا دل کو عشق سرمۂ چشم سیاہ کا — نعرہ بلند ہو نہ سکا اپنی آہ کا
حامی خدا ہے آج بتو دادخواہ کا — جھنڈا اگڑا ہے عرش معلی پہ آہ کا
تو وہ بنا چکے جو مجھے گرد راہ کا — تو پھر ہدف بھی کیجیے تیر نگاہ کا
دنبالہ ہے یہ سرمۂ چشم سیاہ کا — یا ہے نشان میل پرستاں کی آہ کا
دیوانہ ہوں میں آپکی ترچھی نگاہ کا — ڈھیلا مجھے لگائیے چشم سیاہ کا
سودا ہوا ہے یار کی زلفِ سیاہ کا — پھر سلسلہ بڑھا ہے مرے دل کی آہ کا
کاوا دکھا دو آج سمند نگاہ کا — باندھا ہے کمر تو حلقۂ زلف سیاہ کا
کچھ غم نہیں فراق کے روز سیاہ کا — ہے دل میں عشق ایک بت رشک ماہ کا
ہاتھوں میں ان کے شوخیٔ رنگ حنا نہیں — سمجھے چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا
ہوتے ہیں قتل جنبش ابرو سے سیکڑوں — پھر ذکر کیا ہے آپکی تیغ نگاہ کا

پھاڑا ملائکہ نے مرا نامۂ عمل
جب ہو سکا حساب نہ جرم و گناہ کا

عشاق مر رہے ہیں لگاوٹ پہ آجکل
انداز کچھ نیا ہے تمہاری نگاہ کا

افشاں کو ان کی ہم نے کہا نجم فرقداں
قائل ہوا ہے ہم سے منجم نگاہ کا

کرلیں گے بحث داور محشر کے سامنے
دیکھیں تو کیا بیان وہاں ہو گواہ کا

دل پیشکش ہے نذر ہے یہ جان زار بھی
لکھدیں مگر حضور مچلکا نباہ کا

جب ہو گیا ہے دیدۂ گریاں سے سامنا
پانی ہوا ہے گھل کے دم ابر سیاہ کا

کیا شب کو کٹ گیا مہ کامل بھی دیکھکر
چمکا جو سر پہ ان کے ستارہ کلاہ کا

کیا چل رہی ہے تیغ لگاوٹ کی چال واہ
انداز اڑا لیا ہے تمہاری نگاہ کا

دل ہاتھ سے سمجھ کے حسینوں کو دیجئے
قصہ نہیں سنا ہے فرشتوں کی چاہ کا

بیعت مجھے بھی مشرب پیر مغاں میں ہے
ساقی ادھر بھی دور کرم کی نگاہ کا

کعبہ کنشت شیخ برہمن سے کام کیا
حافظ خدا ہے بندۂ بے دستگاہ کا

آخر پکار اٹھیں گے فرشتے بھی الاماں
قصہ کا گھر ہے شور مرے دل کی آہ کا

کچھ بھی حفیظ گور کا اے محو خیال
دو دن فقط بلند ہے گوشہ کلاہ کا

الفت سفر ہے دور کا منزل بھی ہے کڑی
تم کو خیال کچھ بھی نہیں زادِ راہ کا

دیگر (گلدستۂ نجم)

اعجاز نما عشق بت مہر لقا ہو
داغ دل عاشق ید بیضا سے سوا ہو

شوریدہ سری میں سر گیسو کے رسا ہو
دیوانے کو لازم ہے کہ زنجیر بپا ہو

کب خندۂ گل گریۂ بلبل کی صدا ہو
کب دیکھئے گلشن میں یہ تاثیر ہوا ہو

نالہ جو کروں شور قیامت سے سوا ہو
عالم تہ و بالا ہو خدا جانے کہ کیا ہو

آباد یہ میکش رہیں ساقی کا بھلا ہو
پھر قلقل مینا کی بلند آج صدا ہو

پھر زخم مرے دل کا کہیں آج ہرا ہو — قاتل دمِ شمشیر دمِ بادِ صبا ہو
اے جان جو ہے وعدہ وصل آج وفا ہو — کس کو ہے خبر کل کی خدا جانے کہ کیا ہو
مدت سے جواب خط جاناں نہیں آیا — کیا جانئے کچھ غیر کا نقشہ نہ جما ہو
کس کس کو مری طرح کیا عشق میں برباد — اس الفت کافر کا بھی البتہ بھلا ہو
کیوں صبح سے پھر آج بھی آشفتہ سری ہے — لائی نہ صبا کو ترے گیسو کی ہوا ہو
اتنا نہ ستم ڈھائیے انجام برا ہے — یوں جان کسی کی جو گل تاب [illegible]
جب ہم نہ سزاوار ہوئے لطف و کرم کے — پھر کس کو بھلا آپ سے [illegible] وفا ہو
لازم نہیں یوں غیر سے تفریح کی باتیں — بڑھ جائے ہنسی میں تو کوئی بات تو کیا ہو
ہم وصل سے باز آئے جو ہے آپ کو انکار — بوسے کے جو اقرار سے فرماتے [illegible]
بستر پہ مری جان بچھایا نہ کرو پھول — نازک ہو رگ گل کہیں چبھ جائے تو کیا ہو
کھنچی کفنی [illegible] سے ہی نجد میں لیلیٰ — دیکھو بس [illegible] نہ کوئی [illegible]
صیاد یہ کیا طرفہ ہے انصاف چمن میں — گل چیں کا ستم گل پہ ہو بلبل [illegible]
انداز سے باہر ہی قدم دیکھ کے چلئے — ٹھوکر سے مری جان قیامت نہ بپا ہو
اے شوق مجھے کر رہ الفت میں اٹھا پاؤں — یہ راہ وہ ہے خضر کو بھی [illegible]
لا ڈھونڈ کے مضمون نئے غیب سے کوئی — پیدا تو نئی بات کوئی [illegible]
تھا خط کے سوا اور بھی پیغام زبانی — ڈرتے ہیں کہ تجھ حال [illegible]
ناصح جو وہ مجھ زار کو پوچھے تو یہ کہنا — ہاں تھا دم [illegible]
الفت جو وہ بت ہو گیا ہے غیر کا تو — جانے دو لے [illegible] اور [illegible]
مشتاق گلگشت چمن ہو بلبل ناشاد پہ — قفس گل نے کھولے [illegible]
حسن آرائش نے آمادہ کیا بیداد پر

. . . .

ہچکیاں آتی ہیں پیہم آج کس کی یاد پر — گوش کس گل پیرہن کا ہے مری فریاد پر
مائل حسن پری رویاں ہوا تھا جب سے دل — تھا پریشانی کا شک مجموعۂ اضداد پر
ضعف میں اندیشۂ صیاد ہم رکھتے نہیں — آستاں اپنا ہے موج نکہت برباد پر
کیوں رہا کرتے ہیں قاتل زخم دل خنداں مدام — زعفرانی تاب ہے کیا خنجر فولاد پر
محو حسن صفا سے شکل جوہر ہو گیا — آئینہ کا ہے گماں اب قد آدم زاد پر
حشر کے دن کیا ہمارے خون کا محضر بن گیا — پڑ گئے دھبے جو خوں کے دامن جلاد پر
آج موج جنبش رفتار ناز یار سے — کیا لب جو چل گیا آرہ سر شمشاد پر
درد سر عشق لب شیریں میں کم تو نہیں — اب تڑھائیں چل کے تیشہ تربت فرہاد پر
بیکسی میں وا رہے غمخواری طفل سرشک — آنکھ کے رستے سے دوڑ آئے مری فریاد پر
بعد مدت کس تمنا سے بر آئی ہے مراد — ہے جنازہ اپنا دوش بانی بیداد پر
وحشت افزا آمد فصل بہاری پھر ہوئی — نالہ دل کچھ اثر دکھلا دل صیاد پر
یہ تری خاطر سے رنجش ہی طبیعت کے خلاف — تیرے پیتے ہیں مئے ساقی کسی کی یاد پر
اپنی یکتائی کے قائل آج خود ہی وہ ہوئے — ہو گیا سکتے کا عالم حیرت بہزاد پر
یہ خدا کی شان ہے پایا بتوں نے بھی فروغ — ہو گئے عاشق فرشتے حسن آدم زاد پر
ہے وہ عابد اور محشر سے الفت کی مدام — حشر میں سایہ ہو رحمت کا مرے استاد پر

فارسی

امشب مئے گلرنگ مغاں بر سر جوش است — با نالۂ قلقل بط مئے گوش بگوش است
در کوچۂ الفت گذر افتاد صبا را — امروز نسیم سحری عطر فروش است
از آتش تر ساقی گلفام برافروز — ایں شعلۂ فریاد کہ بے کیف خموش است
افشان جبیں جلوہ زیر تو دگر افروز — مہر است کہ در شیشۂ پری بادہ پوش است

نمود گراں جانیٔ من تا اثر آخر — خاکم بدم باد صبا بار بدوش است
از موسم گل مژدہ سر خار مغیلاں — خون رگ دیوانۂ شوریدہ بجوش است
بے کیف مغاں شیشۂ خالی ست و ما غم — زاں نالۂ من از نفس خود بخروش است
چوں بلبل شیراز غزل خوانیٔ الفت — اندر چمن ہند زہر نغمہ بگوش است

دیگر

ترک من شست از پے صید رگ تو ترلبستہ — کافری نیست بہ آزار پیمبر لبستہ
ہو رز لف مشکبو اے شوخ بر سر لبستہ — از خطا آہو ست گفتن نافہ بر سر لبستہ
تاج شبنم بر سر افشاں چیدہ لطفے میدہد — در تہ آب رواں اے شوخ اخگر لبستہ
کیست ایں طفل پریزاد جبیں بالا دوش — طرفہ ایں پیوند با نخل صنوبر لبستہ
تا کشیدی در قفس صیاد رحمے باید ت — حیف باشد چشم مرغان چمن بر لبستہ
شہپر صیاد از پرواز رنگ رخ بس است — ہمچو بوے گل ہوا خواہ اگر پر لبستہ
الفت از موج سرشک خولیش طوفاں خواستی — دامن از ابر تر پر دیدہ تر لبستہ

(۶۶) **بسمل** ـ منشی منولال متوطن عظیم آباد قوم کایستھ با نظر انجمن رحمی کے تین گلدستوں (سنہ ۱۲۹۵ھ) میں ان کی غزلیں طبع ہوئی تھیں، وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں سنہ ۱۲۹ھ کے بعد انتقال کیا۔

سنتے تو رہے سخن ہمیشہ — آیا نہ نظر دہن ہمیشہ
یوسف نہ ملا تو پیرہن کا — سونگھا کئے پیرہن ہمیشہ
وہ چشم سیہ جو تھی نظر میں — دیکھے کالے ہرن ہمیشہ
بلبل کی دعا ہے دل یہی ہے — شاداب رہے چمن ہمیشہ
پروانہ صفت کسی کی لو میں — جلتا ہی رہا بدن ہمیشہ
بلبل جو کرے ثنا کسی کی — گلریز رہے دہن ہمیشہ

پروانوں کے داغ دل سے ہر شب   روشن رہے انجمن ہمیشہ
مہتاب سے مہر سے زیادہ   چمکا کیا وہ بدن ہمیشہ
ہاتھوں سے جنوں کے قبر میں بھی   صد چاک رہا کفن ہمیشہ
بر آئے امید وصل کیونکر   افلاک ہیں رخنہ زن ہمیشہ
اے چرخ یہ کیسی کج روی ہے   اک جا نہ رہیں دو تن ہمیشہ
اس تیغ دو دم کی آرزو میں   پہنے ہی رہے کفن ہمیشہ
حالت پہ ہماری بے خودی کی   رہتے ہیں وہ خندہ زن ہمیشہ
سینہ میں حرارت تپ دل   یارب رہے شعلہ زن ہمیشہ
دلچسپ ہے گو مقام غربت   پر یاد رہا وطن ہمیشہ
کس ترچھی نگاہ کا ہوں بسمل   دیگر بھایا کیا بانکپن ہمیشہ
فرش سے تا بہ لامکاں دیکھا   وہی آیا نظر جہاں دیکھا
بوئے گل کی طرح ہر اک شے میں   کہیں ظاہر کہیں نہاں دیکھا
فصد شیخ و برہمن کچھ ہو   اپنے دل کو ترا مکاں دیکھا
اس کی قدرت کا اور صنعت کا   سرو قد کو ترے نشاں دیکھا
ہر شجر کے جمال صورت میں   اپنے معشوق کو نہاں دیکھا
اب تو بوڑھے ہوئے لڑکپن سے   ان کو جب دیکھا نوجواں دیکھا
رہنے والا ریاض عالم کے   تم میں سے کس نے باغباں دیکھا
ایک ہے جو جلوہ گر ہے تمام   خاک سے تا بہ آسماں دیکھا
چرخ کا دور تفرقہ پرداز   اپنے اور ان کے درمیاں دیکھا
عرش تھرایا ایک نالے میں   آسماں آہ کا دھواں دیکھا

فرش سے عرش تک گیا بسمل
آہ کو تیری بے گماں دیکھا

کچھ بھی اثر دکھاؤں اگر اپنی آہ کا
دل پانی ہو کے بہ چلے ابر سیاہ کا

پہونچا ہے شعلہ تا بفلک میری آہ کا
پر جلتے ہیں فرشتوں کے غل ہے پناہ کا

اے دل نہ پڑ تو کاکل مشکیں کے پیچ میں
کاٹا کوئی بچا نہیں مار سیاہ کا

کہہ دیجیو پیام زبانی یہ نامہ بر
ہر سانس میں شرارہ نکلتا ہے آہ کا

دیکھا کبھی نہ بھر نظر اس خوف سے انہیں
دھبا لگے نہ گورے بدن پر نگاہ کا

دنیا فریب دیتی ہے ہر ہر قدم پہ یوں
بھولا ہے چلنے والا کوئی سیدھی راہ کا

مقتل میں تیغ یار کی اس ناز سے چلی
تھا ہر دہان زخم سے غل واہ واہ کا

لیل و نہار ساتھ جیاں بیگا لطف ہو
گیسو ہے گورے گال پہ لٹکا جو شاہ کا

آجائیے کہ جان کے جانے کا وقت ہے
دم منتظر ہے آنکھوں میں یا بس اک نگاہ کا

دل آئینہ سے صاف زیادہ دکھاؤں گا
سر کیجے تو آئینہ ترے پیش نگاہ کا

جلسہ مشاعرہ کا عجب جائے لطف ہے
غل مچ رہا ہے ہر طرف اک واہ واہ کا

دھوکا اندھیری رات کا ہے روزگار کو
پھیلا دھواں جہاں میں جو بسمل کی آہ کا

دیگر

وہ چال چلا جس سے بھلا ہو کہ برا ہو
کچھ فرض یہی ہے کہ قیامت ہی بپا ہو

جو عشق میں ثابت قدمی سے نہ بڑا ہو
کیا معنی ہیں مرگ خدا سے نہ ملا ہو

دل آپ کا ہم پر کبھی آ جائے تو کیا ہو
ہم ہوئیں فنا آپ کی صورت اگر اچھا ہو

اس قالب عنصر سے نکل جاؤں تو کیا ہو
مٹی تو بنے آگ [illegible] آب نہ ہوا ہو

اس گردش دوراں سے نکل جاؤں تو کیا ہو
نے ہم ہوں نہ تم ہو نہ زمیں ہو نہ سما ہو

بنیاد ابھی قطع کر دوں خواہش دل کی
ناراض ہوں اپنے سے اگر اس کی رضا ہو

وصلت کا مزا ہجر کے صدموں سے ملا ہو
معشوق کا عاشق کی زباں پر جو گلا ہو

افلاک کی آشفتہ سری سے یہ پیدا — زلف ستم ایجاد کا سایہ نہ پڑا ہو
کھنچ جائے اگر زور دروں پہ اپنی کشش عشق — معشوق کا عشاق پہ اصرار سوا ہو
مہتاب حیا سے وہیں گر جائے زمیں میں — وہ مہر لقا آکے جو کوٹھے پہ کھڑا ہو
بے فائدہ اس فکر تردد کا بکھیڑا — ہوتا ہے وہی جو کہ مقدر میں لکھا ہو
الجھاؤ میں زلف کے پھنسا تھا دل بسمل — کیونکر کہوں اللہ سے واصل وہ ہوا ہو

(۶۷) **مشہور**۔ حکیم لچھمی پرشاد عظیم آبادی۔ طبابت کے پیشہ کے ساتھ شاعری کا مشغلہ بھی جاری رکھتے تھے اکثر مزاحیہ اشعار کہتے تھے۔ تاریخ شعرائے بہار میں بھی ان کا ذکر ہے اور رحمتی کے مشاعروں کے دو گلدستوں میں ان کا کلام پایا جاتا ہے۔ اشعار ذیل بطور نمونہ کلام درج کیے جاتے ہیں۔

مئے الفت نہ خم میں ہے نہ شیشہ میں نہ ساغر میں — مگر ہاں ... کے مینا میں تل میں کنٹر میں
نہ پایا مادہ اس کا حکیموں نے بہت دیکھا — کفایہ میں قرابادین میں بحر الجواہر میں
کہو مشہور تم نے سیکڑوں پھیرے کیے کیوں ہیں — گلی میں راستے میں راہ میں بازار میں گھر میں

مشتاق ہو اگر تو ہو عاشق پناہ کا — امیدوار ہو تو اسی بارگاہ کا
اب عابدوں سے کوچۂ جاناں تو بس گیا — احوال ہے خراب ہر اک خانقاہ کا
میرے کلام عشق مجرب ہیں نسخہ جات — لیوے لڈا کہ ہو جسے ضعف باہ کا
کھا گئے ہیں بھول سب اس جنگ گاہ میں — شیو شیو کا گاڈ گاڈ کا اور لا الہٰ کا
اب دل میں بغض بیٹھ گیا ذکر اٹھ گیا — الفت کا دوستی کا محبت کا چاہ کا
دربار حسن میں ہے برابر مقدمہ — مفلس کا بینوا کا تونگر کا شاہ کا
مشہور ہو کہاں کہو اب کس کا ساتھ ہے — ہر وقت کا ہمیشہ کا شام و پگاہ کا

(۶۸) رونق ۔ لاشوناتھ سہائے ولد منشی کشن دیال صاحب ساکن پکری براواں ضلع گیا حضرت اکبر داناپوری کے شاگرد تھے۔ اردو کے علاوہ فارسی میں بھی کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ لکھنو اور بریلی کے رسالوں میں آپ کا کلام اکثر شایع ہوتا تھا۔ خمخانہ جاوید میں بھی ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

خوش خرامی میں بھی صاحب کی توجہ چاہیئے ۔۔۔ دیکھیئے دل خاکساروں کے ہیں غلطان زیرپا
وہ دل سے ایسا ہی سمجھیں لطف ہو ورنہ ۔۔۔ لکھا جو عاشق شیدا خطاب کیا ہوگا
پاؤں میں چھالے جگر شق دل میں درد ۔۔۔ میں فراق غم کا مبتلا ہوگیا
کس قدر پر درد ہے رونق زبان عندلیب ۔۔۔ ہوش اُڑ جاتے ہیں سن سن کر بیان عندلیب
بود و نابود انساں کے لئے مثل حباب ۔۔۔ ہستی و نیستی ہے اپنی خبر کے مانند

(۶۹) رحمتی ۔ کنور سکھراج بہادر خلف کنور رہبر الال ضمیر عظیم آبادی عظیم آباد کے مشاہیر شعرا میں تھے۔ ۱۲۹۵ھ ہجری میں انہوں نے بڑے دھوم دھام سے پانچ مشاعرے کئے تھے جس میں صوبہ بہار کے اکثر نامی شعرا شریک ہوئے تھے۔ چار مشاعروں کے گلدستے (مطبوعہ) راقم کی نظر سے گذرے ہیں۔

اپنے جد بزرگوار راجا پیارے لال الفتی کا دیوان انہیں نے ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں طبع کرایا تھا۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ان کا کلام بہت کافی مقدار میں پایا جاتا ہے بعض منتخب اشعار یہ ہیں۔

قطعہ بند

پھولا رہے یہ چمن ہمیشہ　لب پر رہے یہی سخن ہمیشہ
اللہ کرے رہے یہ سرسبز　حافظ رہے پنجتن ہمیشہ

مطلع

قایم رہے ضعف تن ہمیشہ　کوچہ ہو ترا وطن ہمیشہ

فارسی

دلا صبر و قرار من چہ کردی　ز دستم اختیار من چہ کردی
بہ ہجرش گشتہ رشک چمن ہا　دل صد داغدار من چہ کردی
چہ کم بود است کوہ فرقت او　تو اے سنگ مزار من چہ کردی

پریشانی جو تھی لکھی ہوئی اپنے مقدر میں　نہ ہوتی کس طرح سودائے گیسو کی جگہ سر میں
یہیں تک دوستی اہل زمانہ کی ہے جو کچھ ہے　کوئی صورت بھی پھر اپنی نہ پہچانیگا محشر میں
دکھا کر وہ گئے ہیں جب سے اپنی زلف شبگوں کو　اندھیرا سا نظر آتا ہے مجکو ہر طرف گھر میں
یہ گلدستہ ہمارا چھپ گیا ہے رحمتی اب تو　رہے گا یادگار اپنا پس مردن بھی ہر گھر میں

کیوں منہ تکوں نہ دیدۂ حیرت سے چاہ کا　آئینہ روئے یار بنا ہے نگاہ کا
جب آپ ہی کو پاس نہیں سم دراہ کا　کیا فایدہ جو ہو بھی ارادہ نباہ کا
سوز درون سے جل گئے ہے سر جو مری خاک　آنکھ ان بتوں کی مجکو ہے گوشہ پناہ کا
یوں بے حجاب بام پہ آیا نہ کیجئے　قابو میں دل رہے گا نہ اک اہل راہ کا
تکلیف دست و تیغ اٹھانے سے فایدہ　کافی ہے میرے قتل کو خنجر نگاہ کا
یوں جستجوے یار میں ہے بیقرار دل　بھولا ہوا پھرے کوئی جس طرح راہ کا
بیگانہ بنکے پوچھتے ہیں حال رحمتی　تا جس میں ہو ارادہ نہ ظاہر نباہ کا

فارسی

دلم از دست ربودند و فغانم دادند — لذت جور و جفا ہا کہ ندانم دادند
چوں منِ رحمتی آبلہ پا را پرسید — کو [illegible] و صحرا کہ وطن بود نشانم دادند

اردو

جب سلسلہ جنباں یہ تری زلف رسا ہو — عاشق ترا کس طرح نہ زنجیر بپا ہو
اوروں سے تو آپ آنکھ لڑاتے ہیں ہمیشہ — میری بھی طرف اب نظر لطف ذرا ہو
وہ دختر رز کی نہ رہے تاک میں کیونکر — اس مست سے اے رحمتی دل جس کا لگا ہو

دیگر

شعلہ در آتش حسنش چو شراب است امروز — مرغ نظارہ بر دلش چو کباب است امروز
رحمتی نالۂ زار تو قیامت بنمود — کز صدایش جگر سنگ چو آب است امروز
نگہ از چشم مخمور تش چہ ساں مستانہ می گردد — فرنگی زادۂ سرمست از میخانہ می گردد
ز شوق شعلہ رویاں رحمتی سوزد جگر امشب — جگر در سینہ و سینہ چو آتش خانہ می گردد

اردو

تری ان مست آنکھوں کا کوئی دیوانہ بنتا ہے — تو بعد از مرگ اس کی خاک کا پیمانہ بنتا ہے
ہوئے دست رس تیروں کا زیب لقا محبوباں — ہماری ہڈیوں سے اسلئے اب شانہ بنتا ہے
خموشی لب پہ رکھنا رحمتی سکھلا ج بہتر ہے — خموشی کی بدولت دل خدا کا [illegible]
دکھا کر وہ گئے ہیں جب اپنی زلف مشکوں کو — بلائیں آ رہی ہیں مجھ پہ سر [illegible]
کسی کی مست آنکھوں پر مرا ہے رحمتی شاید — کہ بنتا خاک سے اس کی ہے ساغر [illegible]

(۷۰) حسرتی۔ لالہ شیو پرشاد ابن لالہ مہاراج سنگھ ساکن عظیم آباد وکیل عدالت دیوانی حسرتی محکمہ صدر اعلائی میں ڈگری نویس تھے۔

بیشتر فارسی کہتے تھے اور ناظر وزیر علی عبرتی سے اصلاح لیتے تھے۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

یارب بعرق آلودہ رخ یار من است این | یا قطرہ شبنم بگل یاسمن است این
اے حسرتی از حرف ہمہ سوز تو دلم سوخت | یکا آتش کہ زبان و دہن است این

(۷۱) حامد۔ منشی گھمنڈی لال باشندہ مونگیر شاگرد حافظ ضیغم۔
تاریخ شعرائے بہار میں ان کا یہ شعر ملا۔

نامۂ شوق رقم کرتا ہوں اسکو حامد | کیوں نہ دُود دل مشتاق کبوتر بنجائے

(۷۲) فرد۔ منشی پیارے لال عظیم آبادی۔ زیادہ حال معلوم نہو سکا۔ ان کی ایک غزل گلدستہ عشرتی نمبر ۱۳/۷۶ مملوکہ کتب خانہ مشرقی پٹنہ میں نظر سے گزری یہ غزل انہوں نے "مشاعرہ ۲۳ ماہ شوال مطابق ۱۶ ماہ جولائی شب یکشنبہ مقام کمرہ باؤلی مکان نواب لطف علی خاں بہادر سی آئی ای میں پڑھی تھی۔ گلدستہ میں سنہ مذکور نہیں ہے صرف دن اور تاریخیں درج ہیں۔

دام میں اس کے نہ آئیگا جو دانا ہوگا | دل ہمارا نہ کبھی مائل دنیا ہوگا
لائق سیر نہیں ہے یہ طلسم ہستی | اسکو سمجھے گا وہی جو کوئی بینا ہوگا
حق شناسی نہیں حصہ میں ہر اک کے یارو | سو میں دو ایک کا آئینہ سا سینا ہوگا
لاکھ تکلیف نہ تکلیف ہو خالق کے سوا | کبھی بندہ تو نہیں طالب دنیا ہوگا
نحز کی ان سے نہو گی جو خدا والے ہیں | وہ برا سمجھے گا اپنے کو جو اچھا ہوگا
جو خدا انکو سمجھو کر خدا اس کا ہے | خلق میں پھر نہ وہ محتاج کسی کا ہوگا
زاہدا گلشن فردوس وہی ہے مجکو | کوچہ یار میں مرکر جو ٹھکانا ہوگا

بہر تسکیں ترا مثل کہاں سے لاؤں — نہ کوئی تھا نہ کوئی ہے نہ اب ایسا ہوگا
شعر گوئی کا رہا شوق تجھے گر ای فرد — ہے یقیں خلق میں تو شاعر یکتا ہوگا

(۷۳) **حیرت** ۔ بابو جگیشر لال رئیس گیا۔ گیا لٹریری کلب کے خاص ممبروں میں تھے اور کلب کے مشاعروں میں اکثر شریک رہتے تھے۔ شمس العلماء سید امداد امام اثر سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ سنہ ۱۹۱۰ء کے قریب انتقال کیا ان کی غزل جو مشاعرہ واقع سنہ ۱۸۹۸ء کے گلدستہ میں شایع ہوئی بطور نمونہ کلام درج کی جاتی ہے۔ یہ گلدستہ نمبر ۶۶۶۴ مملوکہ کتب خانہ مشرقی پٹنہ میں موجود ہے۔

یارب کہیں وہ تن سے مرا سر جدا کرے — کب تک یہ بار دوش پہ میرے رہا کرے
چاہے جفا کرے وہ حسیں یا وفا کرے — اب تو دیا دل اسکو جو چاہے خدا کرے
کب تک کوئی فراق کے صدمے سہا کرے — گھبرا کے مر نہ جائے جو انساں تو کیا کرے
موجود ہیں ہدف کو دل و دیدہ و جگر — تیر نگاہ یار جہاں چاہے جا کرے
وہ شمع رو بھی بزم میں ہے اور شمع بھی — پروانہ دیکھیں جان کو کس پر فدا کرے
ہر سبزہ کی زبان سے ہے حمد کبریا — غافل چمن میں گوش نصیحت جو وا کرے
آب بقا ہوا نہ سکندر کو دستیاب — تقدیر ہی رسا نہیں تدبیر کیا کرے
رخصت گلوں سے ہوتے کہ جاتی ہے فصل گل — صیاد بے وفا جو قفس سے رہا کرے
اس وقت اپنے چاہنے والے کی قدر ہو — تم کو بھی جب کسی کا خدا مبتلا کرے
بندہ کو عذر کیا ہے جو مالک کی ہو رضا — راضی ہیں ہم اسی میں جو چاہے خدا کرے
برگشتگی بخت کے شکوے کہاں تلک — تقدیر ہے بگاڑ پہ تدبیر کیا کرے
حیرت خدا گواہ ہے اف بھی جو لب تک آئے — جو ظلم چاہے وہ بت ناآشنا کرے

(۷۴) ہندو۔ منشی بھولا ناتھ ساکن گیا تلمیذ سلیمان خاں جادو

ساکن کوانتہ ضلع آرہ سن ولادت معلوم نہیں ۱۹۰۲ء میں انتقال کیا
ان کی غزل گیا لٹریری کلب کے گلدستہ ۱۲ ۱۸۹۸ء میں شایع ہوئی تھی
وہ نقل کی جاتی ہے یہ گلدستہ نمبر ۱۷۷۶ خدابخش لائبریری پٹنہ کی ملک ہے۔

باہر نقاب سے کہیں وہ رخ ذرا کرے
خورشید زرد رو ہو اگر سامنا کرے

سو بار آب گنگ سے منہ دھو لیا کرے
تب بحر حسن کا ترے وہ بت شنا کرے

تعریف تیرے دنداں کی اے گل کیا کرے
سوسن صفت جو پیدا زباں سو تیا کرے

گر حال پر کرے تو کرم سا قیا کرے
خم بھی لگا دے منہ سے نہ اُف بھی ذرا کرے

بیٹھے ہیں اس لئے کو دیر میں اب جو خدا کرے
جور و ستم کرے وہ صنم یا وفا کرے

کھینچا تھا جو کبھی ترا نقشہ اے سیم تن
پیدا تو ایسا دوسرا دست خدا کرے

پیغام وصل سنکے یہ کہنے لگا وہ شوخ
لے فصد وہ ابھی ذرا اپنی دوا کرے

ہر گام پر جو گھنگرو بجا دیگے اے صنم
کیونکر ہر اک نہ قبر سے مردہ جیا کرے

اس بت کا دیکھنے کہیں پائے جمال تو
زاہد خدا کو چھوڑ کے مانا جیا کرے

اے شمع رو تو آ مری حالت زبون ہے
بتی کی طرح دل مرا کب تک جلا کرے

صورت ہے بدلی ابر کی گھنگور ہی گھٹا
ساقی تمام شب ترا ساغر چلا کرے

بے عشق وہ صنم نہیں ملنے کا زاہدا
سو بار مسجدوں میں اگر تو جھکا کرے

تارے گریں میں یہ وہیں لوٹ لوٹ کر
ہنسنے میں منہ کو تو کہیں دنداں نما کرے

ہر طرح کا کمال ترے بانکپن میں ہے
چاہے تو ایک پل میں قیامت بپا کرے

ہندو جناب حضرت جادو کے فیض سے
یہ رنگ شاعری ترا یوں ہی جما کرے

(۷۵) مست — بابو نند کشور لال بی اے ال ال بی رئیس گیا۔ خلف منشی جواہر لال لیجسلیٹو کانسل کے ممبر بھی تھے فارسی اور انگریزی میں فارغ التحصیل تھے اردو شاعری میں حضرت [illegible] الرحمٰن داناپوری سے تلمذ تھا اشعار اچھے کہتے تھے پچپن سال کی عمر میں ۱۹۰۵ء کے بعد انتقال کیا۔ خواجہ عشرت لکھنوی نے تذکرہ ہندو شعرا میں ان کا ذکر کیا ہے۔ لٹریری کلب گیا کے اراکین میں تھے اور سیاسی اور ادبی تحریکوں سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ کلب کے مشاعرہ ۱۹۰۵ء کے گلدستہ زنمبر ۶۶۶۲ کتب خانہ مشرقی پٹنہ اثیں ان کی یہ غزل طبع ہوئی تھی۔

پھر حوصلہ دعا کو ہوا آرزو ادا کرے — ظالم حقیقت ناز [illegible] ادا کرے
مقتول ہند نگاہ تمنائے دل مرا — اس کو کہاں [illegible] کوئی [illegible] ادا کرے
ہمدگو نہ حد حسرت آزردگی شوق [illegible] — کیا جو [illegible] کوئی [illegible] ادا کرے
پھر دیدہ و جگر میں ہیں باہم [illegible] — [illegible] کہاں [illegible]
پھر تیغ ناز ڈھونڈتی [illegible] سینہ و جگر — [illegible] ادا کرے
پھر جیب کے ہوس ہے کہ [illegible] تار تار — [illegible] ادا کرے
پھر گرم آہ شعلہ فشاں ہے دل [illegible] — [illegible]
ان روزوں جوش پہ ہے پھر [illegible] دل [illegible] — پھر ہے جنوں کا [illegible]
پھر عشق چاہتا ہے ترے آستانہ پر — [illegible]
میرے غبار کو ہے خیال عروج پھر — [illegible] ادا کرے
پھر امتحان جذبہ دل کو چلی ہے یاس — تا مہرباں ہو وہ بت کافر ادا کرے

پھر میرے سر پہ کھیل رہی ہو اجل مری ۔ شمشیر ناز تن سے مرا سر جدا کرے

کیا پھر ہے مئے کشی کا تہیا جناب مست

زاہد سے کہہ دا ہر کی اسدم دعا کرے

مست کا ایک "قطعہ تاریخ مراجعت از ملک انگلستان سید ہادی حسن بیرسٹر ایٹ لا کہ بتاریخ دہم جنوری ۱۸۹۹ء در ایوننگ پارٹی بطور ایڈریس خواندہ شد" بہت مقبول ہوا تھا اور اس کو خان بہادر مولوی سید خیرات احمد صاحب رئیس گیا نے اپنی تصنیف تمسہ کاملہ میں شایع کیا تھا اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

ساقی گلفام دے جام شراب ارغواں ۔ ہے سرور افزائے دلہا حاصل بزم سخن
رقص میں طاوس گلشن نغمہ زن مرغان باغ ۔ ابر رحمت شامیانہ ناچ گھر صحن چمن
قطرۂ شبنم ہیں یوں اوراق گل پر جابجا ۔ خاتم لعلیں میں ہو جیسے جڑے دُرِّ عدن
لوٹتی پھرتی ہے بادہ صبح فرش سبزہ پر ۔ جامے سے باہر ہوئے جاتے ہیں نسرین و سمن
چرخ پر کتنا مسرت خیز ہے رنگ شفق ۔ پیر گردوں نے بھی بدلا آج اپنا پیرہن
کیوں نہو یہ روز ہے کیسا سعادت انتما ۔ لوٹ آیا جس میں پھر مدت سے یاران وطن
سید ہادی حسن از فضل رب لم یزل ۔ کونسلی ہو کر ہوئے اب رونق افروز وطن
مولوی خیرات احمد ہو مبارک آپ کو ۔ یہ پسر باجاہ و حشمت لے محب بوالحسن
واہ خالق نے دیا کیا آپ کو نور نظر ۔ خوش کلام و خوش بیاں شیریں زباں شیریں سخن
زیرک و دانش پناہ و خوش سیر ہر دل عزیز ۔ نوجواں ہمت میں و دوراندیشی میں پیر کہن
نیک اندیشہ محبت پیشہ پاکیزہ خیال ۔ نام بردار پدر نام آور سر انجمن
باپ پیارا قوم کا بیٹا ہے پیار ملک کا ۔ پاک دونوں کی طبیعت نیک دونوں کا چلن

یاد تھی سب کے دلوں میں آپ کی مسکن پذیر ۔ دور تھے ظاہر میں ہم سے آپ آبادی حسن
ہو زیادہ عمر و دولت جاہ و اقبال و حشم ۔ سب دعا دیں آپ کی بر لائے رب ذو المنن
آپ کی تقریر میں ہو برک و رشمرڈن کا زور ۔ آپکی تحریر میں ہو لطف مثل ابدلسین
یار سے کرکے ترقی آپ جائیں جج پر ۔ چیف جسٹس کی عبا ہو آپ کے زیب بدن
ہو مطیع حکم یہ گردون گردان آپ کا ۔ آپ کے حامی علی ہوں آپ کے ہادی حسن
آپ کے آنے کا کیا اچھا ملا سب کا لیے ۔ اب رفتہ باز اندر جوئے آمد در چمن
جام الفت آپ کا پی کر دعا کرتا ہے مست ۔ بزم میں ہر اک کہے آمین رب ذو المنن

اشعار متفرقات

فرقت میں اک تجھی سے بہلتا ہے جی مرا ۔ دل سے تو اے تصور جاناں جدا نہ ہو
اٹھا بخار دل سے تو آنسو ٹپک پڑے ۔ سچ ہے کہ مینہ نہ برسے گا جبتک گھٹا نہ ہو

(۷۶) جابر۔ بابو خیمل کشور بی اے بی۔ ال وکیل عدالت خلف بابو یادھو چرن، قوم کایستھ ساکن محلہ مینہ شہر گیا شاعری میں حشر بہنجوی سے اصلاح لیتے تھے ۱۹۱۱ء میں انتقال کیا نمونہ کلام یہ ہے۔

اڑا دیا آپس میں ہے کار دنیا ۔ جو سر ہے کسی کا تو پتھر کسی کا

(۷۷) صبید۔ لالہ برہمدیو سہائے ساکن نجابت پور سب ڈویزن جہاناباد ضلع گیا ہیں ولادت ۱۸۷۳ء گیا میں عدالت کے مختار تھے ۔ شاعری کے علاوہ موسیقی، مصوری اور باغبانی کا شوق تھا۔ خواجہ عشرت لکھنوی سے اصلاح سخن لیتے تھے ۔ رسالہ تاج گیا میں ان کا کلام شایع ہوا کرتا تھا اور انکی تصویر بھی شایع ہوئی تھی کچھ دن شمیم گیاوی اور گلشن گیاوی سے بھی مشورہ سخن کیا تھا۔ کلام کا نمونہ یہ ہے۔

لیلیٰ یہ دل ہے صدقہ محمل کو ڈھونڈتے ہیں ۔ گم گشتہ کارواں ہیں منزل کو ڈھونڈتے ہیں

ان کی نگاہ دلکش پہلو سے لے گئی ہے ‏— کیوں حاضرین جلسہ اب دل کو ڈھونڈتے ہیں

دونوں طرف ہے یکساں یوں جذبہ محبت ‏— قاتل ہمیں تو ہم بھی قاتل کو ڈھونڈتے ہیں

صنعت بریرکب میں شیوہ کرم ہے جن کا ‏— گھر سے سخی نکل کر سائل کو ڈھونڈتے ہیں

شوق شہادت ایسا دل میں سما گیا ہے ‏— مقتل کو ڈھونڈتے ہیں قاتل کو ڈھونڈتے ہیں

کیا کوئی ظلم تازہ آیا ہے یاد ان کو ‏— مقتل میں آکے اپنے بسمل کو ڈھونڈتے ہیں

نفرت مجاز سے ہے صادق ہے عشق ہم کو ‏— خارج کو چھوڑتے ہیں داخل کو ڈھونڈتے ہیں

تا نظر ہے جلنا ہم شکل شمع ہم کو ‏— جو آہ کرے نہ منہ سے اس دل کو ڈھونڈتے ہیں

اے صید گم ہوا تو اچھا ہوا اگر ہم ‏— جس نے لیا ہے وہ دل اس دل کو ڈھونڈتے ہیں

آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اسی انتظار میں ‏— آئیں گے حور جن کے فرشتے مزار میں

جلوہ فگن ہے دیر و حرم دونوں جگہ ناصح ‏— مرتبہ کم نہیں کعبہ سے بت خانے کا

سزا کس کو ملی تھا جرم کس کا ‏— لڑی ان سے نظر دلبر لگی چوٹ

بل چل کے رہیں تجھ پہ ہر دشمن کی صورت ‏— سیماب ہے دل میرا آئینہ اگر آپ

(۷۸) **عارف**۔ شیو نراین چودھری خلف بابو للتو چودھری ساکن محلہ حاجی گنج عظیم آباد پٹنہ ولادت ۱۸۸۰ء اردو سے خاص شغف رکھتے تھے اور تصوف کی کتابوں کے مطالعہ کا بھی شوق تھا۔ چند سال ہوئے انتقال کیا۔ شاد عظیم آبادی کے شاگرد تھے ان کا کلام بہت پاکیزہ ہوتا تھا نمونہ یہ ہے۔

ازل سے لائے جو مستی تھے اسکی خو نہ گئی ‏— جو تھی خمیر کے اندر وہ رنگ و بو نہ گئی

یہ طنز کہتی ہے پھولوں سے کھل کھلا کے کلی ‏— تمہارا رنگ نہ بدلا ہماری خو نہ گئی

تو خال و خط کے محاسن کو چھوڑ اصل کو دیکھ ‏— مکیں کی زینت و رونق مکاں کو چھو نہ گئی

حریم دل میں تری یاد بے وضو نہ گئی | میں رو کے اشکوں سے خود اپنے ہو لیا طاہر
کہ سوکھ جانے پہ بھی طاقتِ نمو نہ گئی | وہ نخلِ تازہ و تر تھا خیال اے عارف

(۷۹) **عاشق** ۔ بابو جگرناتھ پرشاد عرف بتو خلف منشی رادھا کشن قوم کھتری سرین ساکن محلہ چھوٹی پٹن دیبی پٹنہ ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے تھے اردو کے علاوہ تھوڑی فارسی بھی جانتے تھے۔ خلیق اور منکسر مزاج تھے۔ ۲۲ سال کی عمر میں شاد عظیم آبادی کے شاگرد ہوئے ۱۸۹۴ء میں بعارضہ سل انتقال کیا۔ ایک دیوان موسوم بہ کارنامہ عاشق ۱۸۹۵ء میں طبع ہوا تھا۔ ان کا کلام بہت پسندیدہ ہوتا تھا۔ نمونہ یہ ہے۔

بتوں کو سجدہ کیا جانکر خدا اپنا | رہا نہ ہوش ترے عشق میں بجا اپنا
قدرداں خوب ملے ہیں یہ خداداد تجھے | کوئی کہتا ہے مسلماں کوئی آزاد تجھے
تم رام یا رحیم کہو بات ایک ہے | ہے فرق صرف نام کا پر ذات ایک ہے

(۸۰) **آزاد** ۔ بابو بھوانی پرشاد ساکن محلہ کالی استھان پٹنہ رائے اسری پرشاد عطا کے حقیقی بھتیجے تھے ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ شاد عظیم آبادی سے اصلاح سخن لیتے تھے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا ۱۹۳۵ء میں انتقال کیا نمونہ کلام یہ ہے۔

کوئی سحر تو کوئی شام کو روانہ ہوا | نہ اس سرا کا کبھی بند کارخانہ ہوا
کچھ ایسی بات نہ تھی جس کا اک فسانہ ہوا | ترا جمال دکھانا ہمارا مرجانا
گھر اپنا آپ کے حق میں قید خانہ ہوا | تعلقات نے پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں
امید وصل سے پہلے ہی دم روانہ ہوا | ہزار شکر نہ حسرت کا ہم نے منہ دیکھا
وطن سے آئے ہوئے ہم کو اک زمانہ ہوا | شمار ہی ہے یہی دن گھٹ کے اے آزاد

ولہ

جو تیرے ظلم و ستم کا وفور ہو جاتا　　قصوروار ترا بے قصور ہو جاتا

نہ کرتی موج حوادث اگر دراندازی　　تو بحر غم سے ہمارا عبور ہو جاتا

ناراض مجھ سے کیوں بت مغرور ہو گیا　　تجھ سے گناہ کیا دل رنجور ہو گیا

آزاد شکر ہے کہ بھلے دن اب آگئے　　بدقسمتی کا داغ جو تھا دور ہو گیا

(۸۱) شاد۔ بابو بدری ناتھ خلف منشی ہربنس رائے ساکن ہنڈی پور ضلع گیا۔ حضرت بسمل گیاوی کے شاگرد تھے پھر حشر بیتھوی اور خلش گیاوی کو اپنا کلام دکھایا۔ ان کا ایک شعر سنا گیا تھا وہ یہ ہے۔

جوش وحشت میں مرا چاک گریباں دیکھ کر　　نوک کی لیتا ہے سر خار مغیلاں دیکھ کر

متاخرین ہندو شعرا

(۸۴) عطا۔ رائے ایسری پرشاد رئیس عظیم آباد محلہ کالی استھان۔ تخلص رائے لچھمی پرشاد۔ اردو زبان اور شاعری سے خاص شغف رکھتے تھے۔ اولوالعزم اور علم دوست تھے۔ ایک رسالہ علم عروض میں ان کی تصنیف سے یادگار ہے آخر عمر میں درویشانہ وضع اختیار کی تھی۔ ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء کو تقریباً ستر سال کی عمر پا کر انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ذکر میری دنیا کا سن کے کہا   کیسا بے مثل یہ کہانی ہے

۱۹۲۲ء کے مشاعرہ واقع محلہ لودی کٹرہ بمکان شاہ اقبال صاحب مرحوم انہوں نے حسب ذیل غزلیں پڑھی تھیں جو رسالہ تاج ماہ دسمبر میں بھی شایع ہوئی تھیں۔

آنکھ کے پردے کے باعث ہے یہ غفلت میری   دیکھنے دیتی نہیں مجکو غنیمت میری
آنکھ کے پردوں نے مخلوق بنا رکھا ہے   دیکھنے دیتی نہیں مجکو یہ صورت میری
جز ستم اور دکھائی نہ مجھے دیتا ہے   بیدلیش سے ہوئی جب سے کہ رغبت میری
چھپا سے سو پڑا ہوں نہ اٹھاؤ مجکو   دیکھو دیکھو کہیں کھل جاوے نہ تربت میری
اب کوثر سے تو آنکھ تو دھو لے زاہد   تب نظر آئے گی جو کچھ کہ ہے حرمت میری
زر کی خواہش نہیں الفت ہے خلایق کی زر   رند ہوں صبر قناعت ہی ہے دولت میری

میں کسی شے کو بھی اپنے سے علحدہ سمجھوں — یہ روا رکھتی ہی ہرگز نہیں نیت میری

کوئی گر نیچی نگاہوں سے جو مجھے دیکھے — یار کی آنکھوں میں لا دیتی ہے وقعت میری

کس مپرسی کے زمانہ میں خدا یاد آیا — آخر حق کام مرے آئی یہ غربت میری

سجدہ کرنے ہی نے گمراہ کیا تھا مجھکو — آگئی اب تو سمجھ میں مری غفلت میری

میں عطار نہ ہوں اور طرز سخن ہو یکتا — ل نہیں سکتی کسی سے کبھی رنگت میری

لگا کے سرمہ کہ جادو جگا کے بیٹھے ہیں — عجیب رنگ دلوں پر جما کے بیٹھے ہیں

سنے گا کون کہانی مری یہاں صاحب — غضب ہے عرش پر آپ جا کے بیٹھے ہیں

انہوں نے سیکھا ہے آنکھوں کی اوٹ ہو رہنا — تو ہم بھی آنکھوں کے پردے اٹھا کے بیٹھے ہیں

نہ سمجھے تا کوئی میری وفا نے کھینچی ہے — چراغ قبر کا میری بجھا کے بیٹھے ہیں

انہوں نے مجھکو کہیں کا بھی اب نہیں رکھا — کہ مجھ سے حشر میں دامن چھڑا کے بیٹھے ہیں

کوئی زمانہ تھا صحرا نوردی کرتے تھے — مزے وصال کے اب چکھ چکھا کے بیٹھے ہیں

کہیں نہ آپ کے دیدار سے تڑپ جائے — اسی سے پہلو میں دل کو دبا کے بیٹھے ہیں

یہ خوب حیلہ ملا ہے انہیں نہ آنے کا — جو آج پاؤں میں مہندی لگا کے بیٹھے ہیں

نہ اب خدا ہی سے مطلب نہ کچھ بتوں سے ہے — کہ خاک اپنے صنم پر رما کے بیٹھے ہیں

نہ پائے کوئی کسی ڈھب سے تا نشاں ان کا — جو نقش پا بھی کہیں تھا مٹا کے بیٹھے ہیں

کیا جو کرنا تھا ہونا جو تھا ہوا سب کچھ — اب انتظار میں ہم تو قضا کے بیٹھے ہیں

صبا تو لائیگی نکہت کہیں سے اس گل کی — عطا اسی سے تو رخ پر ہوا کے بیٹھے ہیں

ان کا ضخیم دیوان ان کے لڑکوں (رائے میلکوم جیمس سنہا اور رائے ایڈون ہورلیس سنہا) کے پاس موجود تھا غالباً اب تک محفوظ ہی۔

(۸۳) مائل ـ بابو بھولا ناتھ منصف مدہ پور ضلع گیا گلیو ر اردو شاعر کا

کے دلدادہ تھے ہجوم کار سرکاری کے باوجود مشق سخن بھی جاری رکھتے
تھے اور اکثر مشاعروں میں شریک ہوا کرتے تھے ان کی غزلیں بعض گلدستوں
میں بھی شایع ہوا کرتی تھیں سنہ ۱۹۲۰ء میں انتقال کیا ان کا کچھ کلام
رسالہ تاج گیا سنہ ۱۹۲۰ء میں شایع ہوا تھا وہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے:

دل کو تباہ کیجئے پر دیکھ بھال کے
یہ ٹوٹا پھوٹا گھر حرم کردگار ہے

فغاں کے ساتھ لب تک دمبدم آنے سے کیا حاصل
دل مضطر کو سمجھا دو کہ گھبرانے سے کیا حاصل

جو پیشانی کا لکھا ہے وہ پیش آنا ضروری ہے
تو پھر تقدیر کی باتوں پہ غم کھانے سے کیا حاصل

نصیحت ہم سے دیوانے کہیں سنکر سنبھلتے ہیں
کوئی ناصح کو سمجھا دے کہ سمجھانے سے کیا حاصل

جو مرنا ہے تو ہم بھی مرمٹیں گے کوئے جاناں میں
کسی جنگل میں جا کے سر کو ٹکرانے سے کیا حاصل

ہماری جاں نثاری بھی کسی دن آزما دیکھو
یہ قصے لیلی و مجنوں کے پڑھوانے سے کیا حاصل

نگاہ مست ساقی سے ہے بزم مے کی کیفیت
ہمیں پھر ساغر و مینا و میخانے سے کیا حاصل

تاج ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء

غم سے مرا کب حال پریشاں نہیں دیکھا
کب اس دل صد چاک کو گریاں نہیں دیکھا

شکوہ مرے رونے کا عبث کرتے ہو یارو
کب زخم جگر کو مرے خنداں نہیں دیکھا

اترا کے نہ چل کبک دری باغ میں اتنا
تو نے ابھی اس گل کو خراماں نہیں دیکھا

دیکھا تو حرم میں بھی پرستش ہے اسی کی
اس بت سا کوئی دشمن ایماں نہیں دیکھا

اے شمع شب افروز ترے حسن کا جلوہ
کس رنگ میں کس ڈھب میں پنہاں نہیں دیکھا

کھو بیٹھا ہے دل جو کہ تھا گنجینۂ اسرار
مائل سا بھی ہشیار نگہباں نہیں دیکھا

اپریل سنہ ۱۹۲۰ء مشاعرہ مدھو پورہ ضلع بھاگلپور

داغ تپ فراق سے دل لالہ زار ہے
جو آہ منہ سے نکلی وہی شعلہ بار ہے

کیا پوچھتے ہو حسرتیں میری کہاں گئیں
سب مر مٹیں یہ دل ہی میں سب کا مزار ہے

دست جنوں سے چاک گریباں ہوا تو کیا
تار نفس بھی اب تو مرا تار تار ہے

باتیں نری سمجھتے ہیں ناصح یہ کیا کریں
قابو میں اپنے کب دل بے اختیار ہے

کس بات پر ہے پیکر خاکی تجھے گھمنڈ
دو دن کی زندگی بھی تو ناپائدار ہے

پھر گل نیا کھلائیگا موسم بہار کا
پہلو میں بے سبب نہیں دل بے قرار ہے

تلووں کو کیوں نہ خار مغیلاں کی ہو ہوس
سودائی وہ جنوں کے سر پر سوار ہے

دل کو تباہ کیجئے پر دیکھ بھال کے
یہ ٹوٹا پھوٹا گھر حرم کردگار ہے

مائل ترے کلام کا شائق ہے ہر کوئی
کچھ اور گل کھلا یہ زمیں پر بہار ہے

غزل مطبوعہ تاج جون سنہ ۱۹۲۰ء

یا شرح سوز دل ہے یا درد کا بیاں ہے
جو شعر ہے ہمارا اک غم کی داستاں ہے

پھنکتا ہوں سوز غم سے سینہ میں دل تپاں ہے
پھر عشق زخم دل پر میرے نمک فشاں ہے

ہے سانس لینی مشکل دل اس قدر تپاں ہے
اس نیم قطرہ خوں میں کیا زور الاماں ہے

بے شبہ بت کے دل میں تیری جگہ ہے کافر
تو کیا پھرا اگر ہم سے برگشتہ اک جہاں ہے

سوز دروں سے دل میں اک آگ سی لگی ہے
آہوں کے شعلے لب پر ہر وقت اک دھواں ہے

لو۔ کہہ چکے بہت کچھ بس اب زباں سنبھالو منہ میں مرے بھی آ گئی اے جانجاں زباں ہے

وعدوں پہ تیرے اے بت امید مغفرت ہی پیماں شکن نہ ہونا اللہ درمیاں ہے

مائل نے ۱۹۲۲ء میں مدہ پورہ ضلع بھاگلپور میں چیچک کے عارضہ میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ ان کے کلام کا کافی ذخیرہ موجود تھا معلوم نہیں اب تک محفوظ ہے یا نہیں۔

(۸۴) **صہبا**۔ رائے کنور بھائی رئیس گیا تھا گرد حضرت اکبر داناپوری نمونہ کلام یہ ہے۔

سجدے ہم کرتے ہیں وہ یاد دل تھام رکھتے ہیں جب تو دعوئے خدائی یہ بتاں رکھتے ہیں

(۸۵) **فرہاد**۔ منشی بدری نرائن ولد منشی درگا پرشاد قوم کالیستھ ساکن مدرہ ضلع گیا۔ کلکٹری میں نقل نویس تھے اور موضع مدرہ کی انجمن چشمہ سخن کے سکریٹری تھے۔ مشاق شاعر تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

ناز سے دیکھا تو آخر اک نظر میری طرف دل جو تم نے لیا اس کا گلا جاتا رہا

(۸۶) **کشش**۔ بابو گوبند پرشاد خلف بابو گنگا پرشاد ساکن موضع مدرہ ضلع گیا، تلمیذ حافظ عبد الاحد ساکن شیر گھاٹی۔ زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا ان کا ایک شعر یہ ہے۔

اپنی تو سجدہ گہہ ہو رہے مئے فروش پر دیر و حرم سے کام نہ کچھ تھا نہ ہے

(۸۷) **امیر**۔ بابو گوبردھن پرشاد۔ اضلاع بہار کے کسی دیہات کے رہنے والے تھے محکمہ پولس میں انسپکٹر تھے ۱۹۰۲ء میں انھوں نے سبول ضلع بھاگلپور سے اپنی غزلیں گلدستہ بہار بے خزاں کے لئے بریلی بھیجی تھیں جو مختلف گلدستوں میں شائع ہوئی تھیں وہ اس جگہ درج کی جاتی ہیں۔

بہارِ بے خزاں بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء

مجھ سے ہر آدمی کو نفرت ہے　　یہ ترے عشق کی بدولت ہے
غیر بھی کرتے ہیں گلا تیرا　　کچھ مجھی کو نہیں شکایت ہے
مردے اٹھنے لگے مزاروں سے　　ان کا آنا بھی اک قیامت ہے
واعظو جاؤ اپنا کام کرو　　کوئے جاناں ہماری جنت ہے
کیا تردد ہو اپنے مدفن کا　　کوچہ یار تو سلامت ہے
بوسہ مانگا تو منہ بنا کے کہا　　ایسی باتوں سے مجکو نفرت ہے
توبہ مئے سے بہار میں واعظ　　یہ بھی اک آپ کی حماقت ہے
اپنے دل کا مجھے گلا ہے امیر　　کچھ نہیں غیر کی شکایت ہے

بہارِ بے خزاں مئی سنہ ۱۹۰۳ء

جاں نثاں ابروئے قاتل کی ادا ہوتی ہے　　اسی تلوار کے قبضہ میں قضا ہوتی ہے
ہم کو دنیا میں نہ آرام ملا سنتے تھے　　جائے آرام مسافر کو سرا ہوتی ہے
الفت غیر کا الزام میں دیتا ہوں انہیں　　بس اسی بات پہ جھگڑے کی بنا ہوتی ہے
دیکھا عاشق کا جنازہ تو ستمگر نے کہا　　وہی ہوتا ہے جو مرضیٔ خدا ہوتی ہے
اس کو شمشیر بکف دیکھ کے مقتل میں امیر　　روح دہشت سے قیبوں کی فنا ہوتی ہے

بہارِ بے خزاں اگست سنہ ۱۹۰۳ء

عشق مجکو جانب چاہ زنخداں لے چلا　　خضر اسکندر کو سوئے آب حیواں لے چلا
جو چلا محفل سے تیری سینہ سوزاں لے چلا　　دل تپاں خاطر پریشاں چشم گریاں لے چلا
دل بغل سے جلوہ رخسار جاناں لے چلا　　ذرۂ ناچیز کو مہر درخشاں لے چلا
حسن کے مکتب میں سنتا ہوں کہ ہوگا درس عشق　　میں سبق کو یا نچواں باب گلستاں لے چلا

رونا آتا ہے ترے عاشق کی قسمت پر مجھے — جوشِ حسرت لیکر آیا داغِ ہجراں لے چلا
منزلِ ملکِ عدم کی راہ تھی تاریک میں — شمعِ عشقِ عارضِ پر نورِ جاناں لے چلا
مستیِ وحشت میں دوڑا پیچھے پیچھے قیس بھی — سارباں جب ناقۂ لیلیٰ حدی خواں لے چلا
پیچھے پیچھے ہولئے قاصد کو سمجھاتے امیر — نامۂ پر شوق جب وہ سوئے جاناں لے چلا

ستمبر ۱۹۰۳ء

شوقِ دل ان کو سنایا جب تو جھنجھلا کر کہا — ہم کہے دیتے ہیں ایسی دل لگی اچھی نہیں
اے خدا کب تک ملے گی راحتِ روزِ وصال — یہ شبِ فرقت مصیبت کی بھری اچھی نہیں
آنکھ کھولو، کچھ کہو اپنی، ہماری کچھ سنو — حضرتِ دل یہ تمہاری بیخودی اچھی نہیں
پھر نہ عالم میں نمایاں ہو کہیں طوفانِ نوح — دیدۂ گریاں یہ ساون کی جھڑی اچھی نہیں
وقتِ گریہ گدگدائے کوئی کیوں مجھکو امیر — رونے والوں سے کسی کی یہ ہنسی اچھی نہیں

تذکرہ ہندو شعرا مولفہ خواجہ عشرت لکھنوی (مطبوعہ سنہ ۱۹۳۱ء) میں ان کا ذکر اور ایک شعر پایا گیا وہ یہ ہے۔

جذبہ دل کی میں تاثیر دکھاتا تم کو — مرے قابو میں مری جان اگر دل ہوتا

(۸۸) جودت۔ منشی جدوبیر سہائے خلف منشی بنواری لال صوفی۔ ساکن ڈانپور متصل گیا شاگرد حشر بیتھوی وکوثر خیرآبادی سنہ ۱۹۰۰ء میں سرکاری وکیل عدالت گیا کے محرر تھے ۱۹۱۲ء میں تخمیناً پچاس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ ان کی غزلیں گلدستہ چمنستان سخن اکتوبر ۱۹۰۱ء زیر ادارت احمد حسین جوش عظیم آبادی ٹالی گنج کلکتہ اور گلدستہ نسیم سحر زیر ادارت شفق عمادپوری مطبوعہ گیا میں نظر سے گذری نسیم سحر میں ان کو شاگرد حشر مرحوم و شفق عمادپوری لکھا ہے جون ۱۹۰۱ء میں انہوں نے نسیم سحر کی اشاعت کا قطعہ تاریخی بھی لکھا تھا۔ غزل مطبوعہ چمنستان سخن بابت اکتوبر ۱۹۰۱ء

قبا ہو نہ پیراہن تن کسی کا
کھلے بند پھرتا ہے دشمن کسی کا

مرے دل نے مجھکو خرابی میں ڈالا
الٰہی نہ ہو دوست دشمن کسی کا

نہ کہنتے کھنے وہ بے مروت ہوائی دل
ہوا ہے نہ ہو گا وہ پرفن کسی کا

مصیبت مری سن کے اتنا وہ بولے
نہ ہو مبتلا غم میں دشمن کسی کا

کفن قطع ہونے لگا جب ہمارا
ہوا غم سے کیوں چاک دامن کسی کا

یہ پازیب کا گھونگرو بولتا ہے
کہ ہے زمزمہ ساز ارگن کسی کا

جب آتے ہیں گورِ غریباں کی جانب
تو وہ پوچھ لیتے ہیں مدفن کسی کا

اسے ضبط کہتے ہیں اف کی نہ منہ سے
وہ سنتا رہا روز شیون کسی کا

ہجوم قیامت میں کیا حال ہو گا
نہ ہو گا جو ہاتھوں میں دامن کسی کا

پس قتل بولے وہ یہ گورکن سے
نہ ہو میرے کوچہ میں مدفن کسی کا

جو وہ غیرت گل یہاں آیا جودت
مکاں بن گیا رشک گلشن کسی کا

غزل مطبوعہ نسیم سحر جون ۱۹۰۱ء

مقابل نہ ہو گا مری چشم تر سے
اگر سو برس ابر دن رات برسے

نہیں ہوتی پوری ہوس مال و زر سے
بجھی ہے کہیں پیاس آب گہر سے

کوئی صبح تک خواب راحت میں غافل
کوئی اٹھ کے روتا ہے پچھلی پہر سے

بڑھے ایک سے [illegible] دونوں عارض
ملا لے انہیں کوئی شمس و قمر سے

میں قربان تیری [illegible] کے قاتل
جھلکتی نہیں تیغ نازک کمر سے

کوئی ڈر گیا [illegible] کانوں پہ رکھکر
کراہا جہاں کوئی درد جگر سے

ہوئی آبرو مل گیا آب و دانہ
گہر کو صدف سے صدف کو گہر سے

ملا خلعت نو عروس چمن کو
کھلے پھول کیا کیا نسیم سحر سے

شب ہجر بگڑی ہے تقدیر جودت　　جگر دل سے آزردہ ہے دل جگر سے

قطعہ تاریخ اجرائے گلدستہ نسیم سحر

خدا کے فضل سے اب ہو گیا ہے مشتہر چھپکر　　کہاں ہیں آکے ہاتھوں ہاتھ لیں احباب گلدستہ
لڑی ہے موتیوں کی یا مضامین مسلسل ہیں　　چمک کر خوب نکلا ہے بہ آب و تاب گلدستہ
گل افشاں ہر ورق ہے بلبلو نغمے اگلتے ہیں　　دکھاتا ہے بہار گلشن شاداب گلدستہ
سر دشمن قلم کر کے لکھی تاریخ یوں جودت　　ہوا شایع عجائب نادر و نایاب گلدستہ

غزل مطبوعہ نسیم سحر ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء

گیا ہے نالہ دل آسماں تک　　اب آگے دیکھئے پہونچے کہاں تک
وفور ضبط سے راز محبت　　نہ آیا گوشہ دل سے زباں تک
کچھ ایسی بے نشاں راہ عدم ہے　　نہیں ملتا نشان رفتگاں تک
رہی ثابت قدم پروانے کے آخر　　کٹا دی شمع نے اپنی زباں تک
پھنکا ہوں آتش فرقت سے ایسا　　ہوئی ہیں راکھ جل کر ہڈیاں تک
جلایا اس طرح سوز نہاں نے　　نہیں نکلا مرے منہ سے دھواں تک
ملا اس کا پتا دل ہی میں جودت　　جسے ڈھونڈا زمیں سے آسماں تک

غزل مطبوعہ نسیم سحر مئی سنہ ۱۹۰۲ء

ہم دل کسی کو دینے کے قابل کہاں رہے　　وہ درد عشق کے دل میں ہمارے [illegible]
دن رات ان کے ساتھ رہے سایہ ساں مگر　　ظاہر کبھی رہے تو کبھی ہم نہاں رہے
بھڑکی ہوئی ہے آتش گل صحن باغ میں　　بلبل کو فکر ہے کہ کہاں آشیاں رہے
فریاد حشر میں نہ کروں گا مگر کہیں　　شاید مجھے نہ طاقت ضبط فغاں رہے
پہلو کو چاک کر گئی تیغ نگاہ ناز　　جودت بتاؤ اب دل مضطر کہاں رہے

متفرقات

دید رخ سے ہو گیا درماں دل بیتاب کا
اضطراب آئینہ سے ملکر مٹا سیماب کا

آنکھ بھر آتی ہے جو وقت یاد میں ہی مست کی
دیکھتا ہوں جب بھرا ساغر شراب ناب کا

بحر ہستی میں نہ کر ایام پیری کا ملال
لوگ خوش ہوتے ہیں کشتی غرق ہوتی دیکھ کر

نشان نقش پائے رفتگاں پایا نہ عالم میں
اڑائی منزلوں کی خاک گرد کارواں ہو کر

طور پر برق جو چمکی ہے موسیٰ بے ہوش
جلوۂ رخ کے سوا اس میں کوئی راز نہ تھا

کج ادائی نے تمہاری یہ اثر دکھلایا
پڑ گئے زلف سیہ فام میں خم اپنے آپ

خمخانہ جاوید میں بھی ان کا مختصر ذکر ہے۔

(۸۹) **ہندو** ۔ بابو پریاگ رام ساکن گیا۔ شاگرد بابل بیھقوی ۱۹۰۱ء میں مشق سخن کرتے تھے گلدستہ نسیم سحر میں ان کا کلام شایع ہوا تھا۔ ایک شعر یہ ہے۔

تصور میں آنکھیں تمہیں دیکھ لیں گی
کہاں تک چھپو گے کسی کی نظر سے

(۹۰) **اسیر** ۔ اکھوری نند کشور ابن اکھوری بہاری لال زمیندار موضع بھراری ضلع گیا۔ قوم کالیستھ۔ عدالت میں مختار تھے ۱۹۱۶ء میں زندہ تھے خلش گیاوی سے اصلاح سخن لیتے تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

ہر وقت ستاتے ہو جو ارباب وفا کو
کیا حشر میں تم منہ نہ دکھاؤ گے خدا کو

کوچہ سے ترے اٹھ کے کہیں جا نہیں سکتا
آرام ملا دہ مرے نقش کف پا کو

(۹۱) **صابر** ۔ اکھوری سیتل پرشاد خلف اکھوری لچھمن سہائے کائستھ ساکن میگرہ ضلع گیا۔ سن شعور سے شاعری کا شوق تھا ۱۹۲۵ء میں ایک دیوان بھی مرتب کر رہے تھے اس وقت ان کی عمر تخمیناً پینسٹھ سال

کے قریب تھی نمونہ کلام یہ ہے۔

بڑھنے لگا تعظیم کو ہر خارِ مغیلاں — دیکھا جو کہیں دشت میں مجھ آبلہ پا کو
گردش چرخ سے گھبراتا ہے کیوں دل میرا — شاید اس پردہ میں پنہاں کوئی حکمت ہوگی

غزل مطبوعہ رسالہ تاج گیا۔ جنوری ۱۹۲۳ء

حب قومی کی ضیا جس میں نہ ہو وہ دل نہیں — آئینہ ہے زنگ آلودہ کسی قابل نہیں
پہنو کھدر آگ میں ڈالو بدیسی مال کو — جس نے زک دی ساتھ میں جینے کے وہ قابل نہیں
راز آزادی ہے پوشیدہ سودیشی مال میں — جبر کچھ تھوڑا سا دلیر ہو تو کچھ مشکل نہیں
ہیں عمل کا وقت ہے سب کام شدنی ہو جائیں گے — بات کی فرصت نہیں ہے وقت بھی فاضل نہیں
شاہ راہِ کامیابی ہے ہمارا اتفاق — کچھ نہ ہوگا ہندواور مسلم اگر اک دل نہیں
بے خبر انسان سے ہو عشق کا دعویٰ یہ ہے — توٹ رہ جانا تم کو ابھی حاصل نہیں
کس طرح صابر کرے پیری میں خدمت ملک کی — وہ توانائی نہیں وہ دن نہیں وہ دل نہیں

کام پورا ہو تاک بسمل کا — ہاتھ اوچھا پڑا ہے قاتل کا
جمع ہیں شاعران خوش گفتار — جم گیا رنگ آج محفل کا
چاند دلہن تو شمس ہے نوشاہ — جوڑا اچھا ملا مقابل کا
بزم شادی میں بزم شعر وسخن — کام ہے شاعران کامل کا
کیوں نہ صابر مجھے مسرت ہو — آج نکلا ہے حوصلہ دل کا

(۹۲) **صنم**۔ بابو امبیکا سہائے خلف منشی جگرناتھ سہائے قوم کایستھ ساکن ہرنام ڈیہہ ضلع گیا ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ خلش گیاوی کے شاگرد تھے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

بے فائدہ کیوں ہاتھ اٹھاتا ہے دعا کو — معلوم ہے دل کا ترے احوال خدا کو

لکھو آج نسنم تو وہ پھڑکتے ہوئے اشعار   تڑپادے غزل اپنی سنا کر شعرا کو

(۹۳) دہاتی ۔ بابو ہری ہر پرشاد چنچل عرف لال بابو اگروال خلف بابو ہر کشن داس اگروال ساکن لہیری ٹولہ شہر گیا۔ بڑے ظریف الطبع تھے اکثر مزاحیہ اشعار بھی کہتے تھے۔ گیا میں اگروال پریس انہیں نے جاری کیا تھا۔ عرش گیاوی سے بھی بہت ربط تھا۔ ۱۹۰۴ء میں اپنے پریس سے اخبار بہار پنچ جاری کیا تھا جس کی ادارت عرش گیاوی کے سپرد تھی پھر ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ ایک دوسرا اخبار "دنگیلا" ہندی رسم الخط میں نکالا۔ ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۴ء میں انتقال کیا۔
نمونہ کلام یہ ہے۔

بستانِ دہر میں یہ گلستاں ہے کس لئے   نغمہ سرایہ مرغِ خوش الحان ہے کس لئے
جب زندگی ہی اپنی دہاتی ہے بے ثبات   عیش و نشاط کا سروساماں ہے کس لئے
دنیا کا انقلاب دکھانے کے واسطے   محتاج مجکو کردیا دانے کے واسطے
راحت جو لیجد رنج دہاتی ہوئی نصیب   اچھا سبق ملا یہ زمانے کے واسطے
دیسلی کی شب نگاہ حسن کا یوں فوت ہوگیا   جیسے کملائے کوئی کچی کلی گلنار کی
نگوں بیا فیس میں نذرانہ میں او رمحنتانہ میں   موکل کی حجامت ہوتی ہے مختارخانہ میں

(۹۴) قیس ۔ بابو رام پرشاد بی اے بی ال وکیل گیا۔ خلف منشی سنجیون لال دیوان (سات آنے) راج ٹکاری تلمیذ حضرت اکبر داناپوری اردو کے مشاق شاعر تھے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا اور ۱۸۹۰ء میں گیا میں ایک ادبی انجمن موسوم بہ لیٹری کلب قایم کی تھی جس میں ہر مہینہ مشاعرہ منعقد ہوا کرتا تھا اور مشاعرہ کی غزلوں کا گلدستہ بھی شایع ہوتا تھا۔

اس انجمن کا ایک گلدستہ راقم کی نظر سے بھی گزرا تھا اسی سے ایک غزل اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔ یہ گلدستہ ۶۶۶۲ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں بھی موجود ہے سنہ ۱۹۱۳ء میں ان کے کلام کا مختصر مجموعہ موسوم بہ یادگار رقیب حسین بخش شرر گیاوی نے شایع کیا تھا اور شفیق عمادپوری نے اس کا دیباچہ لکھا تھا لیکن کم سوادی اور بے اعتنائی کے سبب یہ مجموعہ بہت ضروری مواد سے خالی رہ گیا۔

میرا کلب ہمیشہ ہی پھولا پھلا کرے
ہو کوئی فصل یہ زر و تازہ رہا کرے

انسان کس زبان سے تیری ثنا کرے
اک مشت خاک حمد خدا کیا ادا کرے

کب کہتے ہیں یہ ہم کوئی ہم سے وفا کرے
ہم سب میں تو خوش ہیں کوئی وفا یا جفا کرے

مجھ سے مریض غم کی کوئی کیا دوا کرے
ہاں وہ دوا کرے جو کوئی معجزہ کرے

بیدار دشمنوں کے غم میں نہ کیونکر گھلا کرے
آٹھ آٹھ آنسو قیس نہ روئے تو کیا کرے

نیرنگیوں میں تیرا تماشا گر ہے اگر
ہر روز چرخ ایک کرشمہ نیا کرے

تم بے نشاں ہو ہم ہوں نہ ہو دل تمہارا نشاں
تم یوں بھی خود نشاں ہو تو کوئی مرکے کیا کرے

یوں تو جہاں میں ہیں بہت غیرت مسیح
میرا مسیح وہ ہے جو میری دوا کرے

یہ تو مرض عشاق یہاں معرکہ کا ہے
جس کو مسیح بننا ہو میری دوا کرے

ہو جس کے پاس مال کرے اتنی جمع ہے
جو مالدار محسن ہو لوٹے دیا کرے

ہم تو دم ان کا بھرتے ہیں یہ غیروں پر نثار
ان بےوفاؤں پر کوئی دل کیوں فدا کرے

تسبیح ہاتھ میں ہے دعا ہے زبان پر
آجائے میرے گھر میں وہ کاش خدا کرے

دو دن کی زندگی ہے عداوت کسی سے کیا
یہ دن بھی خوشی میں بسر ہوں خدا کرے

نام اوس قلم کا خامہ جادو نگار ہے
مضمون جو تیری چشم سیہ کا لکھا کرے

بن نے کہا جو ان سے کہ مرتا ہوں آپ پر
بولے یہ مسکرا کے مرو تم خدا کرے

اب قیس کو بنادیا کچھ اور عشق نے
لیلیٰ میں اس کے نام کی سمرن جپا کرے

قیس کے تین اشعار راقم کے پاس ایک بیاض میں لکھے ہوئے موجود تھے وہ یہ ہیں۔

چلے باغ دنیا سے کیا لے کے ہم
نہ کچھ رنگ لائے نہ پھولے پھلے

عجیب شان سے دیکھا ہے اس کو پہلو میں
ہمارے خواب کی تعبیر دیکھئے کیا ہو

شوق سے آئے تھے تربت کو مٹانے کیلئے
چپ کھڑے ہیں آپ کیوں گورِ غریباں دیکھ کر

قیس نے ۱۹۰۸ء میں کوئی پچاس سال کی عمر میں انتقال کیا۔
رسالہ تاج گیا ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ان کی تصویر بھی شایع ہوئی تھی۔
محلہ مرار پور گیا میں مولوی سید غنی حیدر صاحب مرحوم کا تعمیر کردہ عالی شان مکان ہے اس کے دروازہ کے اوپر قیس کا کہا ہوا یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے۔ اب یہ مکان غالباً شاہ قاسم غنی صاحب کی ملک ہے۔

خادم وارث علی سید غنی حیدر لبماخت
ایں مکان تو کہ در وصفش زبانی دستوہ

سال تعمیرش چو جوئی قیس ایں مصرعہ بگو
بزم کہہ دولت کدہ دارالسرور انجم شکوہ

۱۹۰۲

(۹۵) گوہر۔ بابو بھوانی پرشاد ساکن ٹکنہ ضلع گیا۔ زیادہ حال معلوم نہ ہوا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

کھولدے میخانہ کر باب کرم آراستہ
لطف ہو ساقی مے گلفام کا برسات میں

(۹۶) ہمراز۔ بابو بھگوتی پرشاد سنگھ قوم راجپوت ساکن شہر چھپرا

سارن۔ سنہ ولادت تقریباً ۱۸۹۵ء۔ زمینداری کی بدولت خوش حالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ بچپنے میں ان کا اسٹیٹ کورٹ آف وارڈس کے انتظام میں تھا۔ اردو کے علاوہ انگریزی، ہندی اور سنسکرت سے بھی بخوبی واقف تھے اور ان زبانوں میں تصنیف و تالیف کا بے حد شوق تھا۔ ان کی آخری تصنیف رس النکار یعنی علم عروض سنسکرت انگریزی زبان میں لکھی گئی تھی۔ فن مصوری اور موسیقی میں بھی دخل تھا۔ اردو شاعری میں مولوی محبوب احمد صاحب عنقا سے تلمذ تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

سمجھنا ہم پریشاں تھے تمہارا خط نہیں پاکر
ہمارے خط کے مضموں میں اگر کوئی خطا نکلا

تری صورت کچھ ایسی دلنشیں معلوم ہوتی ہے
جہاں ہوں دیکھتا مجھکو وہی معلوم ہوتی ہے

مانا پیار کرنے میں مرے دل کی خطا ٹھہرا
مگر صورت تمہاری کیوں حسیں معلوم ہوتی ہے

عجب عالم نظر آتا ہے جام عکس افگن کا
کہ نیچے آسماں اوپر زمیں معلوم ہوتی ہے

لگاتے ہو پتا ہمراز کیوں ان کی محبت کا
بتوں کی کارسازی بھی کہیں معلوم ہوتی ہے

محبت کی یہ انتہا ہو رہی ہے
کہ ان کی جفا پر وفا ہو رہی ہے

ستم پر ستم اور جفا کر دو تم
مرے درد دل کی دوا ہو رہی ہے

مرے گلبدن کی ہے کیا آمد آمد
معطر جو باد صبا ہو رہی ہے

مجھے چھوڑ کر اب کہاں جاتے ہیں
مری روح تن سے جدا ہو رہی ہے

ترے بال جب سے کمر تک ہیں آئے
مری جاں اسیر بلا ہو رہی ہے

خدا کی قسم میں تمہارا ہوں شیدا
مری جاں تم پر فدا ہو رہی ہے

کسی سے کسی کا نہ دلبر جدا ہو
یہی حق سے میری دعا ہو رہی ہے

کسی کی محبت میں ہمراز اب تو طبیعت بہت مبتلا ہو رہی ہے

(۹۷) **جوش**۔ بابو مہیشور پرشاد رئیس مظفر پور تلمیذ حفیظ جونپوری ایک مختصر دیوان ۹۰ صفحوں کا موسوم بہ بہار جوش مرتب ہو کر شائع ہو گیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

یہی خیال تو آئے گا دشمنوں کو نزع میں عجب نہیں کہ سفارش کرے عدو میری

(۹۸) **ناداں**۔ منشی پریاگ دت ابن ٹھاکر گردھاری لال ساکن موضع دھیوڑی علاقہ شیر گھاٹی ضلع گیا۔ ڈالٹین گنج میں عدالت فوجداری کے مختار تھے۔ شاعری میں سحر بکاری سے تلمذ تھا ۱۹۳۰ء میں ساٹھ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

اب تو روتا ہوں ہجر میں ناداں دل لگایا تھا دل لگی کے لئے

(۹۹) **نطق**۔ بابو سجیت نراین سنہا ساکن لودی پور ضلع گیا۔ رسالہ تاج ماہ فروری ۱۹۲۰ء میں فرد لودی پور کل اور ردرد لودی پوری کے ساتھ ان کی تصویر شائع ہوئی تھی اس میں نطق دھوتی، کوٹ اور سیاہ رنگ کی گول ٹوپی پہنے ہوئے نظر آتے تھے۔ عمر کوئی چالیس برس کی ہو گی۔ مشاق شاعر تھے۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

پھولوں کی بو ہے یا ترے رخ کی آگئی مر کر بھی مجھکو چین نہ آیا مزار میں

(۱۰۰) **صنوبر**۔ منشی بجرنگ سہائے خلف منشی گنپتی ناتھ سہائے بابسل ساکن محلہ پان دریبہ متصل گذری پٹنہ۔ سنہ ولادت تخمیناً ۱۸۵۰ء۔ میر باقر صاحب باقر تلمیذ حضرت وحید الہ آبادی سے اصلاح سخن لیتے تھے میر باقر کے دیوان کے آخر میں ان کا لکھا ہوا

قطعہ تاریخ طباعت بھی مندرج ہے۔ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء میں آل انڈیا مشاعرہ مقام درگاہ حضرت شاہ ارزاں قدس سرہٗ میں انھوں نے یہ غزلیں پڑھی تھیں جو رسالہ تاج میں شایع ہوئی تھیں۔ دس بارہ سال ہوئے انھوں نے انتقال کیا۔

اس دلِ زار میں جب عشقِ پری زاد آیا — نورِ حق دیدۂ باطن میں خدا یاد آیا

بت پرستی سے مرا دل ہے منور زاہد — دیکھ کر حسنِ بتاں مجھکو خدا یاد آیا

کیا کہیں عاشقِ جانباز کا کیسا ہے نصیب — کوئے جاناں سے کبھی آیا تو ناشاد آیا

کیسی تقدیر ہے مرغانِ چمن کی یارب — فصلِ گل آتے ہی گلزار میں صیاد آیا

مرغِ دل لاکھوں گرفتار ہوئے دام میں آج — بال کھولے ہوئے جب باغ میں صیاد آیا

حیف صد حیف غمِ ہجر میں موت آئی مگر — [illegible] نہ کبھی یاد [illegible] آیا

غم یہ غم ہے مجھے فرقت میں ترے اے ظالم — نالہ ہر گز نہ لبوں پر دمِ فریاد آیا

میں وہ بیٹھا تو مقتل میں کھڑا ہوں لیکن — خواب میں بھی نہ کبھی سامنے جلاد آیا

مر مٹے خاک ہوئے ہجر کے غم فرقت میں — [illegible] کبھی [illegible] آیا

خارِ غم چبھ گیا نشتر کی طرح دل میں مرے — [illegible]

مجھ ستمکش کے سوا جور و جفا کے لئے یار — [illegible]

بے کسی کے سوا اس عالمِ تنہائی میں — [illegible]

لوٹ آئی ہی پھر جان مری آنکھوں میں — [illegible]

آتشِ ہجر سے جل بھن کے ہوا خاک [illegible] — [illegible]

دیکھ کر گلشنِ دل میں مرے داغوں کی بہار — [illegible]

دل کے انکی خبر سن کے پریشانی میں — حال کہنے کو زباں تک [illegible] آیا

نہیں قابو میں آہا دل نہ جگر پہلو میں
وہ مرا چھینے والا جو مجھے یاد آیا

آبدیدہ ہوا تو دیکھ کے کیوں سوئے فلک
اے صنوبر تجھے بیٹھے ہوئے کیا یاد آیا

بند کیں آنکھیں تو دیکھی میں نے صورت یار کی
کھل گئی ساری حقیقت مخزن اسرار کی

پھر بہار آئی ہے پھر رونق بڑھی گلزار کی
پھر طبیعت جوش پر ہے اندنوں میخوار کی

آرزو ہے ہر بشر کو اس پری رخسار کی
ہے محبت سب کو اس کے ابروئے خمدار کی

دعا پر بھی جب دیکھی میں نے صنوبر یار کی
اور دل میں آرزو بڑھتی گئی دیدار کی

شیخ برہمن کعبہ تک پابندی دام ہوس
طالب حق کو کوئی حاجت نہیں زنار کی

کنج تنہائی میں ہوتا ہے حقیقت کا ظہور
دیدہ دل میں تجلی ہے خیال یار کی

ہر طرف روشن ہے جز نور مبارک اور کیا
روشنی پھیلی ہے ہر سو معدن انوار کی

پھر بڑھا جوش جنوں خشی چلے پھر سوئے دشت
پھر بڑھی جاتی ہے رونق وادی پرخار کی

زخم دل کیونکر بھرے پھر دل کے اندر اندنوں
چھد رہی ہے نوک تیغ ابروئے خمدار کی

نقد دل لے لیکے ہاتھوں میں ہیں سب عاشق کھڑے
کس قدر رونق بڑھی ہے عشق کے بازار کی

عاشقاں ہوئے زلف عنبریں کے روبرو
کچھ حقیقت ہی نہیں ہے چین کی تاتار کی

میں تو مقتل میں کھڑا ہوں اے ستمگر جلد آ
ہے تمنا میری گردن کو تری تلوار کی

بند ہو جائیں گی آنکھیں تصور میں ترے
پھر تو کھل جائیگی قسمت دیدۂ بیدار کی

حسرتیں دل کی اگر نکلیں تو نکلیں کس طرح
ہے پڑی زنجیر دل پر گیسوے خمدار کی

بیکسی کی حالت میں درد و غم کے ماسوا
ایک بھی صورت نہیں دیکھی کسی غم خوار کی

لاکھوں کشتہ ہو گئے بیتابیں ہزاروں کی گئیں
ہے عجب تاثیر اس کی شوخی رفتار کی

جان دوبارہ میں نے پائی اے صبا صد شکر ہے
تو کہاں سے تو اڑا لائی ہے زلف یار کی

اے صنوبر گل کھلے جو آج مرجھا گئے کل
کس نے دیکھی ہے بہار یکساں کسی گلزار کی

(۱۰۱) **فطرتی** ۔ بابو ہیرا لال۔ ساکن محلہ پان دریبہ متصل گزری بلینہ شاگرد منشی محمد باقر باقر عظیم آبادی تلمیذ حضرت وحید الہ آبادی سنہ ولادت تخمیناً ۱۸۵۴ء۔ میر باقر کے دیوان کے آخر میں ان کا کہا ہوا قطعۂ تاریخ طباعت بھی موجود ہے۔

ان کی یہ غزل گیا کے مشاعرہ سنہ ۱۹۲۲ء کی رپورٹ مندرجہ رسالہ تاج ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء میں شایع ہوئی تھی۔

جب سے برگشتہ جہاں میں ہوئی قسمت میری
پھیر لیتے ہیں وہ منہ دیکھ کے صورت میری

دل و جاں نے بھی کی وقت یہ شرکت میری
حیرت افزا ہے زمانہ میں مصیبت میری

حسن جاناں پہ نظر پڑتے ہی جاتے ہیں ہوش
اک اشارے میں یہاں لٹ گئی دولت میری

جس کی امید پہ بیٹھا ہوا دنیا میں ہا
ہائے ان نے کبھی پوچھی بھی نہ حالت میری

ظلم کرتے مرا خون سے قاتل لیکن
حشر میں رنگ لگا دے گی شہادت میری

یا الٰہی مرے دشمن کو بھی یہ دکھ نہ دکھا
جس مصیبت سے کٹی ہے شب فرقت میری

اب میں امید کروں بعد فنا کیا ان سے
زندگی میں جو نکلی کبھی حسرت میری

ان کے سب ظلم و ستم سہتا ہوں دل پر لیکن
ان سے پھرتی ہی نہیں پھر بھی طبیعت میری

ہیں یار سب ہوں دنیا میں نہیں کچھ ساکوئی
کس سے ملتی ہے بتا دے کوئی صورت میری

رک جا گیا نکر نہیں ان کی، نہیں ان کی تلاش
ان کا دیدار ہو ایسی کہاں قسمت میری

ظلم سہنا رہا اف تک نہ زبان پر آئی
فطرتی آپ نے سمجھی نہ ارادت میری

وہ ہم کو خواب میں صورت دکھا کے بیٹھے ہیں
نصیب آج ہم اپنا جگا کے بیٹھے ہیں

نہ پوچھ شوق شہادت کا ہم سے کچھ احوال
شہید ہونے کو مقتل میں آ کے بیٹھے ہیں

سوال شوق شہادت کیا نہیں جاتا
خموش سامنے قاتل کے جا کے بیٹھے ہیں

ہمارے پاس ہو کیا نذر کیا کریں انکو — جو نقد دل تھا اسے بھی لٹا کے بیٹھے ہیں
ہجوم اہل محبت سے ہو گئے عاجز — یہی سبب ہے کہ پردے میں جا کے بیٹھے ہیں
فراق میں تسلی کہاں ملے گوں قبائے گھبرا کر — چمن میں دل کی تسلی کو آ کے بیٹھے ہیں
کہاں ہے ایسی طاقت کہ اٹھ کے جائیں کہیں — نگہ کے تیر تو ہم دل پہ کھا کے بیٹھے ہیں
خدا کے واسطے اے فطرتی بغور تو دیکھ — کہ کون چھپ کے نگاہوں میں آ کے بیٹھے ہیں

(۱۰۲) **منت** ــ منشی نور بخش ساکن محلہ دھو بپورہ متصل بیگم پور عظیم آباد
ان کی ایک مختصر سی بیاض خود نوشتہ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری میں پائی
گئی جس میں کچھ مخمس اور غزل کے اشعار وغیرہ پائے گئے یہ بیاض ۱۹۰۵ء
کے کچھ بعد کی لکھی ہوئی ہے مندرجہ ذیل اشعار اسی سے نقل کیے گئے ہیں۔

غضب ہیں یار کی ترچھی نگاہیں — رگ جاں چھیدتی ہیں تیر کیا ہے
پڑھا کس نے یہ خط پیشانیوں کا — کرتا علوم د تحریر کیا ہے
عبث کہنا تمہارا ہے یہ منت — بتوں کے روبرو تقریر کیا ہے

(۱۰۳) **جوہر** ــ بابو راد ھے لال۔ راقم ان کو جانتا تھا لیکن ان کا کلام
دستیاب نہوا ہے کہ ان کے ورثا بھاگلپور کی طرف چلے گئے اور وہیں مقیم
ہیں۔ جوہر منشی بجرنگ سہائے نستور اور بابو بیر یا لال فطرتی کے عزیزوں
میں تھے سنہ ولادت تخمیناً ۱۸۷۲ء تھا دس بارہ برس ہوا انتقال
کیا میر محمد باقر عظیم آبادی تلمیذ وحید الہ آبادی کے شاگرد تھے۔

(۱۰۴) **درد** ــ لالہ امرت لال ساکن نودی پور ضلع گیا۔ اردو شاعری
سے خاص شغف رکھتے تھے اور خستہ ندردی (گیاوی) کو اپنا کلام دکھاتے
تھے۔ سنہ ۱۹ میں ان کی تصویر رسالہ تاج گیا میں شائع اور فرد کی تصویریں

کے ساتھ شایع ہوئی اس میں درد شیروانی اور گول ٹوپی پہنے نظر آتے ہیں ۱۹۲۵ء کے قریب تخمیناً پینتالیس [45] سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ان کا کلام متفرق رسالوں میں شایع ہوا کرتا تھا اس جگہ بطور نمونہ کچھ اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

غزل مطبوعہ آل انڈیا مشاعرہ گیا ۱۹۲۳ء

ترکِ الفت اپنی فطرت میں ہے گو داخل نہیں — کیا کروں ناصح مگر اب اتنا قابل نہیں
میں تجھے نوشیرواں بھی کہہ دوں کچھ حاصل نہیں — ساری دنیا کہتی ہے تجھ سا کوئی قاتل نہیں
بزم افسردہ نہیں ہو کیونکہ گاندھی کے بغیر — روشنی کیا ہو جہاں شمع سرِ محفل نہیں
دل یہ کہتا ہے کہ سینہ سے لگالوں یار کو — عقل کہتی ہے کہ اس عزت کے وہ قابل نہیں
صبر سے اے درد اپنا کام کرتے جائیے — اس سے بہتر اور کوئی کوشش کامل نہیں

کیوں نہ مر جاؤں جو پہلو میں وہ دلدار نہیں — زندگی تلخ ہے جس کا کوئی یار نہیں
کہدے اے بادِ صبا اُس گلِ تر سے جاکر — تیرے بیمار میں اب زیست کے آثار نہیں
ہو کے آزاد بھی اے درد نہیں ہے آزاد — دامِ گیسو میں جو عالم کے گرفتار نہیں

غزل مطبوعہ رسالہ تاج گیا ماہ اگست ۱۹۲۲ء

شکریہ شاعرانِ کامل کا — جم گیا رنگ آج محفل کا
منہ پہ کہتا ہے حالِ دشمن دوست — صاف اتنا ہے آئینہ [illegible]
شادیانے خوشی کے بجتے ہیں — آج نکلا ہے [illegible]
ضبط کی آہ مرحبا اے عشق — [illegible]
بزم میں سیکڑوں حسیں ہیں درد — [illegible]

تم جب تیور کے کیوں غیر کے گھر جاتے ہیں — ہم کدھر جائیں [illegible] جاتے ہیں

کوئے قاتل میں جو ہم سینہ سپر جاتے ہیں — لوگ کہتے ہیں کہ یہ موت کے گھر جاتے ہیں
بد حواسی مرے نالوں کے اثر کی دیکھو — گھر ہو اُس بت کا کدھر اور کدھر جاتے ہیں
دردِ دل دردِ جگر آہ و فغاں شور و بکا — آج اس قوم سے ہم ہار کے گھر جاتے ہیں
لطفِ برسات کا جب ہجر میں آتا ہے خیال — اشک آنکھوں میں مری آ کے ابھر جاتے ہیں
تم دکھاؤ نہ مجھے ابروئے خمدار کی باڑھ — مرنے والے کہیں شمشیر سے ڈر جاتے ہیں
بحرِ الفت نے مجھے جب سے ڈبویا ہے ورد — چاہ کا نام بھی سنتے ہیں تو ڈر جاتے ہیں

(۱۰۵) **رام**۔ بابو رام انوج سہائے وکیل عدالت پٹنہ خلف منشی رام پرکاش لال ساکن موضع کلیان پور ضلع شاہ آباد (آرہ) صوبہ بہار کے مشہور و معروف اور معزز وکیل تھے۔ ۱۹۲۲ء میں کانگریس کے اجلاس کے موقع پر ایک آل انڈیا مشاعرہ بھی منعقد ہوا تھا جس کی صدارت سیماب اکبرآبادی نے کی تھی۔ اس مشاعرہ کی استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین بابو رام انوج سہائے منتخب ہوئے تھے۔ سال ولادت سمبت ۱۹۲۸ ہے۔ ان کی تصنیف سے ایک ناول موسوم بہ جادوگر جوگی شائع ہوا تھا۔ شاعری کا نمونہ یہ ہے۔

مست ہو کر پھر رہی ہے آج اترائی ہوئی — کوچۂ جاناں سے ہے شاید صبا آئی ہوئی

(۱۰۶) **افسر**۔ بابو بکرماں دت لال ساکن سہسرام شاگرد اختر سہسرامی۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ہلالِ اہل زمانہ کو ہے سبق آموز — کہ رفتہ رفتہ میسر کمال ہوتا ہے

(۱۰۷) **فرد**۔ بابو رنجیت سنگھ متوطن گیا انکا یہ شعر ایک بیاض میں ملا۔

ششدر آئینہ ہے انکا رخِ تاباں دیکھکر — اور انہیں سکتہ ہے آئینہ کو حیراں دیکھکر

تاج ماہ فروری سنہ ۱۹۲۰ء میں ان کی تصویر نطق و درد ادوی پوری
کے ساتھ شایع ہوئی تھی اس میں فرد خبر دانی اور سیاہ گول ٹوپی پہنے نظر
آتے ہیں عمر اس وقت غالباً پینتس ۳۵ سال کے لگ بھگ ہوگی۔

(۱۰۸) فدا۔ منشی کلدیپ سہائے متوطن شہسرام شاگرد راحت شہسرامی
نمونہ کلام یہ ہے۔

گلوں نے بلبل شیدا کو اشکبار کیا | مجھے تمہاری محبت نے بے قرار کیا

(۱۰۹) کلدیپ۔ منشی ٹھاکر کلدیپ نرائن وکیل شہسرام تلمیذ راحت
شہسرامی سنہ ۱۹۱۰ء میں فوت ہوئے نمونہ کلام یہ ہے۔

عارض افشاں کا کل کے تصور میں ترے | صبح تک گنتے ہے کلدیپ تارے شام سے

(۱۱۰) لچھمی۔ بابو لچھمی نرائن عظیم آبادی زیادہ حال معلوم نہوا۔
ان کی یہ غزل تاج ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء میں عظیم آباد کے مشاعرہ کی
رپورٹ کے سلسلہ میں شایع ہوئی تھی۔

کیوں مجھے چھوڑ چلی دشت میں وحشت میری | کچھ دنوں اور بھی کرتی یہ رفاقت میری
وعدے بھی کرتے ہیں پھر آکے تے بھی ہیں | یہ سمجھتے ہی نہیں بڑھتی ہے وحشت میری
پہلے ہی سے ہیں مشتاق سے وہ کہتے ہیں | حشر سے پہلے نہ دیکھے کوئی صورت میری
جس کو کل رات بہت غور سے سنتے تھے حضور | قصہ فتنہ تھا وہ تھی حکایت میری
جور پر جور سہے لاکھ مگر اف بھی نہ کی | یہ ستم پیشہ وہ کرتے ہیں شکایت میری
آنکھ نرگس کی دہن غنچے کا ہوس گل کا | لوٹ کر آئے نہ کیوں اس پہ طبیعت میری
ہیں وہ ناکام محبت ہوں ازل سے ہمدم | گھٹتے گھٹتے بھی نہ نکلی کوئی حسرت میری
وادی عشق میں تجھ سا جو نہ ہو تا رہبر | اے جنوں سچ ہے کہ بڑھتی نہیں ہمت میری

ابتدائے جوش جنوں کی ہے ابھی کیا ہوگا | چار دن بعد غضب ڈھائے گی وحشت میری
منزلوں دور ابھی وصل کی ساعت ہوگی | اور مسرور ابھی سے ہے طبیعت میری
گردش دیدۂ جاناں کی بدولت مجھکو | مثل سرمہ کے پسی جاتی ہے تربت میری

(۱۱۱) **کشور** — بابو نند کشور لال ساکن محلہ لودی کٹرہ عظیم آباد۔ لڑکوں کو پڑھانے کا مشغلہ رکھتے ہیں اسلئے عوام ماسٹر نند کشور کہلاتے ہیں۔ اکثر مشاعروں میں غزلیں پڑھتے ہیں۔

عظیم آباد کے مشاعرہ سنہ ۱۹۲۲ء کی رپورٹ مندرجہ رسالہ تاج دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء میں ان کی یہ غزلیں شایع ہوئی تھیں۔

روز جس بزم میں ہوتی ہے شکایت میری | کب وہاں جانے کو چاہے گی طبیعت میری
غم نہیں اس کا اگر لٹ گئی دولت میری | میرے اللہ سلامت رہے عزت میری
داستان قیس کی اک قصہ پارینہ ہے | آکے سن جائیے اب تازہ حکایت میری
خیریت پوچھ رہے ہیں جو مری ہنس ہنس کر | کر چکے ہیں یہی رو رو کے شکایت میری
پاؤں رکھنے کی جگہ کوچہ قاتل میں نہیں | دیکھئے اب کہ کہاں بنتی ہے تربت میری
یونہی اٹکھیلیاں کرتی جو رہی باد صبا | اڑ کے بعد بچھے گی ترے کوچہ میں تربت میری
گردش چشم فسوں ساز کا میں کشتہ ہوں | سب کی آنکھوں میں پھرا کرتی ہے تربت میری
آج رہ جائیے معلوم نہیں کیا ہوگا | [illegible] چلے جائیے گا دیکھ کے حالت میری
قیس کہتا ہوا نکلا یہ جنوں میں گھر سے | [illegible] آپ دیکھئے وحشت میری
ڈھونڈھنے جاتے ہیں کیا کوچۂ لیلیٰ کی زمین | [illegible] نیچے تو ہے [illegible]

میرے رونے سے [illegible] کشور
ظاہر اغیار پہ ہو [illegible] الفت میری

وہ بے حجاب چمن میں جو آ کے بیٹھے ہیں
بڑی ادا سے کہ گل منہ چھپا کے بیٹھے ہیں

جوان کے سایہ گیسو میں آ کے بیٹھے ہیں
مزا وہ کالی گھٹا کا اٹھا کے بیٹھے ہیں

عدو کا غنچہ خاطر کھلا کے بیٹھے ہیں
ہمارے پہلو میں تیور چڑھا کے بیٹھے ہیں

کسی کی آنکھوں سے آنکھیں لڑا کے بیٹھے ہیں
ہم اپنے آپ کو حیراں بنا کے بیٹھے ہیں

وہ بڈھ دیکھ کے کہنے لگے خدا کی پناہ
ہماری جان پہ کاہک پہ آ کے بیٹھے ہیں

سمجھ کے سوختہ آتش فراق اپنا
وہ میری خاک سے دامن بچا کے بیٹھے ہیں

کسی طرح تو دل مضطرب کو چین آئے
تمہارا نقش تصور جما کے بیٹھے ہیں

گئے ہیں سیر چمن کو وہ غیر کے شامل
تمہاری راہ میں کانٹے بچھا کے بیٹھے ہیں

خدا گواہ ہے کشتی ہے تیغ سے کشور
ہم اپنی ہستی کو جب مٹا کے بیٹھے ہیں

(۱۱۲) کشتہ۔ بابو اودھ کشور پرشاد بی اے ایل ایل بی خلف بابو نند کشوری پرشاد ساکن موضع پردہ ضلع گیا۔ سنہ ولادت ۱۸۶۳ء اور سنہ وفات ۱۹۴۵ء ہے۔ گیا کے مشاہیر سند وشعرا میں تھے۔ عرصہ تک میونسپل کمشنر بھی تھے۔ شعر وسخن سے خاص شغف رکھتے تھے اور اورینٹ کلب گیا کی روح رواں تھے۔ انہوں نے ۱۹۱۶ء میں ایک ڈرامہ موسوم بہ چھبی کٹاری تصنیف کیا تھا جو بنگالی کلب میں کھیلا گیا تھا۔ اور شہر کے رؤسا اس کو دیکھنے کے لئے مدعو کئے گئے تھے۔ [illegible] انو کھی بوجھی بجھول پر بھول [illegible] حال او صار [illegible] میں لکھے۔ ابتدا میں [illegible] تو اجہ عشرت لکھنوی [illegible] شاگرد [illegible] میں لوح نادری حاصل کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

اتنا شہرہ ہے نالۂ دل کا | لیکن اک داغ ہے مرے دل کا
پھول برسائیں وہ بقیہ پہ | میں تو کانٹا ہوں ان کی محفل کا
حال مفلس سمجھ کے اے گلشنؔ | کوئی خواہاں نہیں مرے دل کا

ہم کو کیا علم کدھر آئے کدھر جاتے ہیں | اک کشش ہوتی ہے جانا ہی پڑا جاتے ہیں
کس کے نالے نے کیا شور قیامت برپا | آپ تھامے ہوئے کیوں قلب و جگر جاتے ہیں
کوچۂ عشق ہے یا ملک عدم کی منزل | ہوش میں کیوں نہیں آتے جو ادھر جاتے ہیں
صاف آتا ہے نظر صبح و مسا کا منظر | رخ پر نور پہ گیسو جو بکھر جاتے ہیں
نکلے مہماں تو آتے ہیں تمہارے پیکاں | میزباں بنکے مگر دل میں ٹھہر جاتے ہیں
ان حسینوں کی دورنگی کے کرشمے دیکھو | منہ سے اقرار نگاہوں سے مکر جاتے ہیں
دل کو برماتا ہے یہ خواب پریشاں گلشنؔ | مجھ سے چھپ چھپ کے وہ اغیار کے گھر جاتے ہیں

(۱۱۴۳) **گلشن** ۔ بابو جگدیشور پرشاد خلف منشی کاشی ناتھ ساکن موضع تدرہ ضلع گیا۔ کہنہ مشق اور ذی علم شاعر ہیں۔ اس ضلع کے اکثر صاحب شعرا ان سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ ان کی ادارت میں رسالہ تاج بہت دنوں تک بہت آب و تاب سے نکلتا رہا اور ۱۹۱۶ء میں گیا میں آل انڈیا مشاعرہ بھی انہیں کی سعی سے منعقد ہوا تھا اس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے مشاعرے دھوم دھام سے ہوئے۔ اردو سبھا گیا کے سکریٹری تھے۔ انہوں نے شعرا کا ایک تذکرہ موسوم بہ فروغ بزم (مطبوعہ ۱۹۲۰ء) بھی مرتب کیا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے اول ربع میں اردو شاعری اور ادب کی ترقی میں انہوں نے بہت کافی حصہ لیا سیاسی تحریکوں میں بھی انہوں نے عملی حصہ لیا۔ راقم کی خواہش تھی کہ ان کے خود نوشتہ حالات

اس تذکرہ میں درج کیے جائیں انھوں نے اپنے حالات لکھکر دینے کا
وعدہ بھی کیا لیکن ابتک نہ بھیجا اسلیئے راقم کو جو کچھ معلوم ہوا اس جگہ
درج کیا۔ اس وقت ان کی عمر تخمیناً ساٹھ سال ہے ان کا کلام تمام
اصناف شاعری میں پایا جاتا ہے بطور نمونہ کے ان کے اشعار سے کسی
قدر اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

نام لیوا عاشق صادق تمہی پر جاتے ہیں ۔۔۔ موت آنے پہ [illegible] جو کہ مر جاتے ہیں
میری تقدیر سے الجھے ہیں تمہارے گیسو ۔۔۔ جب بگڑ جاتے ہیں [illegible] سے سنور جاتے ہیں
رات بھر درد کے تکو بھی لاتی ہے غربت ۔۔۔ ہم سے تنہا [illegible] تمہیں [illegible] جاتے ہیں
ابھی کمسن ہیں وہ سنکر نالے شب ہجر ۔۔۔ سہم جاتے ہیں [illegible] ڈر جاتے ہیں
یہ کمال [illegible] رخ روشن تیرا ۔۔۔ مرنے والے [illegible] مر جاتے ہیں
المدد [illegible] کشتۂ عشق مدد ۔۔۔ مجھ سے [illegible] کے وہ جھک کے گذر جاتے ہیں
اٹھکے [illegible] تجانے کو ۔۔۔ دیکھیا [illegible] جو [illegible] میں کدھر جاتے ہیں
توڑ کر عہد وفا جاتے ہو تم غیر کے گھر ۔۔۔ ہم بھی [illegible] میں مر تو [illegible] جاتے ہیں
یاد رہجاتی ہے تیری احباب گلشن ۔۔۔ دن [illegible] گزر جاتے ہیں

کیوں دل کو تڑپ ہے آہ پھر کیوں چپکے چپکے رونا ہے
کچھ سچ تو بتانے بخت سیہ اب ہجر کی شب کیا ہوتا ہے

ہو مرگ عدو کا غم کس کو [illegible]
[illegible] یہ آ [illegible]

وہ رشک چمن وہ غنچہ دہن ہم بھی پھول سے [illegible]
اب بعد فنا اک عالم ہو [illegible] کا [illegible] ہے

پھر ہجر کی شب لب پر ہے فغاں سینے میں کھٹک ہے دل میں خلش
آثار برے آتے ہیں نظر معلوم نہیں کیا ہوتا ہے
مر مر کے خلش ہو خاک بسر اور بعد فنا تم لو نہ خبر
جو حسرت ہے یہ حسرت ہے جو رونا ہے یہ رونا ہے

اس پہ کیوں مرتے ہیں کیوں اسکی تمنا دل میں ہے — بات کچھ کھلتی نہیں جو خنجر قاتل میں ہے
دور ساغر کی طرح گردش ہے اہل بزم کو — آپ سے باہر ہے وہ جو آپ کی محفل میں ہے
دیکھیے آ کر یہاں رنگین پھولوں کی بہار — اک شگفتہ باغ ہے جو داغ ہجر دل میں ہے
ناصح مشفق نصیحت اپنی رہنے دیجیے — عشق کا جوہر ازل سے میری آب و گل میں ہے
ایک ہی صورت کو دو کر کے دکھا دیتا ہے یہ — جوہر آئینہ پنہاں خنجر قاتل میں ہے
غیر ہنستا ہے ادھر مجکو لب جاں دیکھ کر — میں ادھر خوش ہوں کہ کشتی دامن ساحل میں ہے
ہوش کس کو ہے جو لے اٹھ کر قیامت کی خبر — دم بخود ہر اک عدم کی پہلی ہی منزل میں ہے
حشر میں ہم داد چاہیں داور ان کے سامنے — رعب اتنا ہے کہ منہ کی منہ میں دل کی دل میں ہے
قبر میں آتے ہی روشن ہو گیا محشر کا حال — آخری منزل کا منظر پہلی ہی منزل میں ہے
چھپ نہیں سکتا چھپائے سے غبار آئینہ — صاف چہرے سے عیاں ہے جو غبار دل میں ہے
مل کے دنیا سمجھا ہے اور کھٹکے ملتا ہے خلش — بڑھ کے قاتل سے یہ خوبی خنجر قاتل میں ہے

خلش نے اپنے پسر کا مرثیہ کہا تھا جو رسالہ تاج مئی سنہ ۱۹۲۱ء میں شایع ہوا تھا ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

[illegible]

اس سے پہلے نہ کبھی مورد آزار تھے ہم — واقف رنج و مصیبت نہیں زنہار تھے ہم
دام صیاد الم میں نہ گرفتار تھے ہم — صرف اک محفل عشرت سے خبردار تھے ہم

یک بیک گردشِ تقدیر نے کروٹ بدلی

چھپ گیا مہرِ خوشی چھا گئی غم کی بدلی

صف ماتم ہے بچھی رو کے رلائیں کس کو — ہوک اٹھتی ہے کلیجے میں دکھائیں کس کو

حالتِ دردِ جگر آہ سنائیں کس کو — ہمنوا اپنی مصیبت میں بنائیں کس کو

دل کی راحت نہ رہی آنکھ کا تارا نہ رہا

زندگی کا جو سبب تھا وہ سہارا نہ رہا

دیکھ کر جس کو بہلتے تھے وہ صورت نہ رہی — جس سے آرام تھا قالب کو وہ راحت نہ رہی

مائلِ عیش و طرب اپنی طبیعت نہ رہی — مختصر یہ ہے کہ جاگی ہوئی قسمت نہ رہی

فلکِ عیش کا پُر نور ستارا نہ رہا

پیار کرتے تھے جسے دل سے وہ پیارا نہ رہا

دل میں ہر ایک کے سمائی تھی رسائی تیری — شکلِ آئینہ نمایاں تھی صفائی تیری

دل میں حسرت تھی کہ کھائیں گے کمائی تیری — کیا خبر تھی کہ رلائے گی جدائی تیری

ناز تھا جس پہ پدر کو وہ پدر سے چھوٹا

فلکِ حسن کا رخشندہ ستارا ٹوٹا

داغ اس سن میں دیا تم نے پدر کو بیٹا — کم سنی میں ہوئے آمادہ سفر کو بیٹا

کیوں شکستہ کیا والد کی کمر کو بیٹا — ڈھونڈنے جائیں کہیں ہم کدھر کو بیٹا

یہ نہ امید تھی تم سے کہ چھٹ جاؤ گے

یہ نہ معلوم تھا برسوں ہمیں تڑپاؤ گے

ہر قدم پر سیکڑوں ٹکڑے ہمارے دل کے ہیں — ڈال اے بیدرد ان کو اے جاناں دیکھ کر

عشق کا بندہ ہوں میں کچھ حسن کا شیدا نہیں — آنکھ تو دل پر نہ ڈالو اے جاناں پیار کر

ایک جلوہ نے کسی کے محو حیرت کردیا — آئینہ میں بن گیا رخسار جاناں دیکھ کر
خضر بھی راہ عشق میں گم ہیں — کس سے پوچھوں نشان منزل کا
آئینہ آپ جس کو کہتے ہیں — ایک ٹکڑا ہے وہ مرے دل کا

(۱۱۴) **رنگیں** ۔ بابو پشن نرائن لال ماتھر ابن بابو ہر نرائن لال ماتھر آنجہانی ساکن تارنی پرشاد لین پٹنہ سٹی ۱۹۰۰ء میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں کافی تعلیم حاصل کی ہے۔ شعر گوئی کا مذاق فطری ہے۔ سن شعور سے اب تک مشق سخن جاری ہے۔ اکثر مشاعروں میں آپکا کلام بہت مقبول ہوا ہے۔ راقم کے ملاقاتیوں میں ہیں۔ اٹھائیس سال سے محمڈن اینگلو عربک اسکول پٹنہ سٹی میں اسسٹنٹ ماسٹر کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل غزل تذکرہ کے لئے لکھکر عنایت کی ہے۔

رنگیں شفق سے جیب جو ہے جوئبار کا — دامن لگک رہا ہے عروس بہار کا
شہرہ ہے آمد آمد فصل بہار کا — ہر نخل منتظر ہے نئے برگ و بار کا
آئی بہار چار طرف آگ سی لگی — ہر لالہ زار آئینہ ہے شعلہ زار کا
ہے دام صد امید میں بلبل کا دل اسیر — آیا ہے گلستاں میں زمانہ بہار کا
محفل میں فیض ساقی عادل کا عام ہے — پیمانہ بے شراب ہے کس بادہ خوار کا
سارے جہاں میں آج جو مشہور آج ہیں — احساں کبھی نہ بھولا کسی خاکسار کا
دنیائے رنگ و بو میں بسر زندگی ہوئی — ہیں آشنا ہوں راز خزاں و بہار کا
شاخ مراد حسن کی نہ پھولے پھلے کبھی — وہ نخل عمر ہوں میں چمن روزگار کا
کانٹے جو پاسباں ہیں گل عظمت نہ ہو — گلچیں کے دل میں خوف نہیں نوک خار کا

اس گل کو فکر کیا مرے حال خراب کی — دن رات جو ہے مست خود اپنی بہار کا

اے نازنیں جو آٹھ پہر مست ناز ہے — کچھ حال غم بھی سن دل حسرت شعار کا

دن کو سکوں نصیب نہ شب کو نصیب چین — رنگین نہ پوچھ حال دل سوگوار کا

رنگین نے اپنے حالات اور غزل ۱۹۵۸ء میں راقم کو لکھ کر دی تھی اس کے کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

(۱۱۵) ہوش۔ بابو کامتا پرشاد خلف منشی گلاب لال۔ ساکن قصبہ بیرسی (سب ڈویژن نوادہ) ضلع گیا۔ ان کے والد اردو اور فارسی کے دلدادہ تھے۔ سابق زمانہ میں بھی ان کا خاندان علم و ادب کی بدولت اس علاقہ میں ممتاز تھا۔ ہوش ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے بچپن میں ان کے والد نے ان کو ایک گروجی کے پاٹھ شالے میں بٹھا دیا لیکن تھوڑی مدت کے بعد ان کو اپنے ایک قرابت مند منشی چکردھر پرشاد صاحب کے سپرد کیا انہوں نے ان کا مکتب کیا اور اردو کی تعلیم شروع کرائی لیکن ان کے والد ایک لائق معلم کی تلاش میں تھے اتفاق سے ان کو مولوی شیخ تصدق حسین صاحب مل گئے جو ہندی، اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں کافی استعداد رکھتے تھے۔ سابق میں مولوی صاحب موصوف کہیں اسٹیشن ماسٹر تھے لیکن نوکری سے مستعفی ہو کر درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا تھا منشی گلاب لال (والد) کے مکان پر رہ کر انہوں نے ہوش اور ان کے چار قرابت مند لڑکوں کو پڑھانا شروع کیا اور ۱۹۲۷ء تک ہوش نے انہیں سے اردو، فارسی اور انگریزی پڑھی۔ مولوی صاحب شاعر بھی تھے اسلئے ان کی صحبت میں رہ کر ہی ہوش کا فطری ذوق شاعری ابھرنے لگا۔ ۱۹۲۲ء میں ہوش نوادہ ہائی اسکو

میں داخل کئے گئے اور یہاں بھی اتفاق سے ایک مولوی صاحب تھے جو شعر و شاعری
سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ ۱۹۳۰ء میں ہوش نے کانگریسی تحریک سے متاثر
ہوکر سلسلۂ تعلیم کو خیر باد کہا اور کانگریسی تحریکوں میں پیش پیش رہنے لگے۔
چند بار قانون شکنی میں پیش رو ہوکر گرفتار بھی ہوئے اور ہڑتال کرانے کے
جرم میں اسکول سے نکال دئے گئے۔ اب یہ جنگ آزادی میں اپنے ہم سنوں کی
رہبری کرنے لگے اور کانگریسی لیڈروں میں بے حد ہر دل عزیز ہو گئے۔ ان کی
بے باکی اور دلیری کو دیکھ کر سری انوگرہ نرائن سنگھ اور دوسرے لیڈروں نے
ان کو گلے سے لگا کر ان کی بھی ہمت افزائی کی۔ بہرکیف انہوں نے اسی طرح کچھ
دن گزارنے کے بعد ۱۹۳۶ء میں میٹرک پاس کیا لیکن اس وقت ان کے
والد ضعیف ہونے کے سبب ملازمت چھوڑ بیٹھے اسلئے کالج کی تعلیم جاری
نہ رہ سکی۔ ۱۹۳۸ء سے ہوش نے ملازمت شروع کی پہلے مان بھوم میں
ایک مڈل اسکول کے ہڈ ماسٹر مقرر ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد انوگرہ
بابو (وزیر مالیات بہار) کی مدد سے ٹاٹا کمپنی میں ملازم ہو گئے جہاں اس
وقت تک برسرکار ہیں۔ قابل ذکر یہ بات ہے کہ انہوں نے جیسے ہوش سنبھالا
شاعری کا مشغلہ برابر جاری رکھا۔ جمشید پور کی ادبی انجمنوں سے وابستہ ہے
اور مشاعروں میں ہمیشہ شرکت کرتے رہے۔ موسیقیت اور ترنم کے سبب
ان کا کلام اکثر بہت مقبول رہا اور صوبہ بہار کے بعض شہروں میں مشاعروں
کے موقع پر اکثر اپنا کلام سنانے کے لئے مدعو کئے جاتے ہیں۔ رسالہ سہیل
گیا میں بھی ان کا کلام اکثر شایع ہوتا رہتا ہے۔ کچھ عرصہ تک انجمن ترقی
پسند مصنفین کے کارکنوں میں بھی شامل رہے انہوں نے جمشید پور میں اپنی

تحریک اور سعی سے بھی شاعری کی انجمنیں قایم کی گئیں راقم کے پاس انہوں نے اپنے مفصل حالات اور کلام اس تذکرہ کے لیے بھیجے ہیں حالات کا ملخص اوپر درج ہوا کلام کا انتخاب یہ ہے۔

رباعی

بس خون جگر روز پیئے جاتا ہوں   لے لے کے ترا نام جیئے جاتا ہوں
غافل ہوں مگر منزل مقصود کو ہوش   گر پڑ کے بھی نزدیک کیئے جاتا ہوں
ہر دم کوئی تصویر لیئے پھرتا ہوں   ہر گام پہ تقدیر لیئے پھرتا ہوں
کیونکر وہ نہ رسوا ہوں میں تدبیر سے ہوش   پیروں میں جو زنجیر لیئے پھرتا ہوں

غزل

مری شاعری مری زندگی مری بزم شعر و سخن میں آ
مرا تھا بیکلی کی بہار بن مرے اجڑے دل کے چمن میں آ

مری رات کی ہے تو چاندنی مرے دن کی تو ہی تو دھوپ ہے
مرے دل کا تو ہی ہے آسرا مری سانس کی تو گھٹن میں آ

مری راہ میں [illegible] مری منزلوں پہ نکھار سے
مری الجھنوں کو سنوار دے مرے زخم دل کی چبھن میں آ

کبھی دلدلوں میں سما گئے کبھی [illegible]
میں تو رنج و غم کا شکار ہوں مری [illegible]

مجھے لب پہ [illegible] بھی مہر ہے مرا دل تو اب بھی غلام ہے
مری خامشی کی زباں بن کے جوش دل کی لگن میں آ

ہے عدوئے جاں مرا آسماں یہ میں بھی مجھ سے خلاف ہے

مری بدلیوں کو تو چیر دے نیا چاند بن کے گگن میں آ
جو غریب دل کو بڑھا سکے جو گھمنڈ سر کو جھکا سکے
مری آرزو ہے نصیب بن مری لکھنی کے تو فن میں آ

مرے ناؤ کوں کی ہیں نیتیں مری بحر غم میں وفات ہو
مری ناؤ موج ہیں تھام لے مرے ساحلوں کے بھبن میں آ

مری تربت میں نہ دم رہا مری حسرتوں میں نہ جان ہے
مرے ہیوہ من کا تو چراغ بن مری روشنی کی کرن میں آ

گیت

جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

جھوم رہی ہے ڈالی ڈالی کلیوں میں اک جوش بھرا ہے
مست پرندے ناچ رہے ہیں آج قفس کا دوار کھلا ہے
چلتی ہے اب باد بہاری
جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

منہ اترا ہے زرداروں کا محلوں میں اک شور مچا ہے
ظلمت خوف سے کانپ رہا ہے ایک نیا سورج نکلا ہے
پرستش میں آئے ہیں نرناری
جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

ہر شئے آنکھیں کھول چکی ہے دیکھ رہی ہے لالی سویرا
اب نہ رہیگا اندھیاروں کا پھاڑتے ہیں ہر گام پہ ڈیرا

لے بمعنی ملاح یا ناخدا

غم کی دور ہوئی اندھیاری
جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

ڈر ڈر کر ہم سانس نہ لیں گے — بھوک کی جوالا اب نہ سہیں گے
ننگے پن کو دور کریں گے — اب نہ زمیں پر موان رہیں گے
اب نہ رہے گا کوئی بھکاری
جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

مذہب کے اک ساز پہ کوئی — گیت نہ نفرت کے گائے گا
اب نہ ستا کر معصوموں کو — عید کا جھنڈا لہرائے گا
ہر دل ہے اب کرشن مراری
جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

سچائی پر لکھی جائے گی — دھرتی گیتا گا فن کاروں سے
شان بڑھے گی مزدوروں کی — مان بڑھے گا ہل والوں کا
مٹ جائے گی ہر دشوارتا
جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

بیچ بھنور میں ساحل آکر — قدرت کی کشتی یہ چومے
موجیں ساری ناچ رہی ہیں — جیون جیون جھوم رہے ہیں
آئی ہے مظلوم کی باری
جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

پیغامِ جوش

جوش نے لکھا ہے کہ ایک ملاقات میں جوش ملیح آبادی نے

ان کو یہ شعر سنایا تھا۔

بہار میں تو زمیں سے بہار اُلتی ہے　　جو مرد ہے تو خزاں میں بہار پیدا کر

ہوش نے اسی کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں یہ اشعار موزوں کئے ہیں۔

سمجھو نگا زندگی بھی ہوئی ہوش کارگر　　گر میں وطن کو ہوش میں لا کر چلا گیا

قطعہ

میں نے جفا سے لو لگا لی ہے　　اپنے جینے کی راہ پا لی ہے

کوئی لوٹے نہ اس خزانہ کو　　زندگی کی یہی کمائی ہے

(۱۱۶) اثر ۔ بابو امرناتھ صاحب خلف لالہ ملکھی رام صابر۔ آبائی وطن قصبہ رائے کوٹ ضلع لودھیانہ صوبہ پنجاب ہے لیکن ایک عرصہ سے قصبہ صاحبگنج (صوبہ بہار) میں سکونت پذیر ہیں اور یہیں محکمہ ریلوے میں ملازم ہیں۔ ان کے والد صابر صاحب اردو کے مشہور شاعر تھے اور ان کے بڑے بھائی یعنی اثر صاحب کے چچا لالہ ارجن داس خوشدل اردو اور فارسی کے عالم تھے اور دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اسی طور پر اثر صاحب نے ذوق شاعری وارثتاً پایا ہے۔

اثر ۱۹۱۱ء میں رائے کوٹ میں پیدا ہوئے۔ کم سنی سے شعر گوئی اور مضمون نگاری کا شوق تھا ۱۹۳۰ء میں ان کی کئی نظمیں لاہور کے اخبارات میں شایع ہوئی تھیں اور اسی سال یہ خود لاہور کے ایک ہفتہ واری اخبار "اتفاق" کے اڈیٹر بھی تھے

اثرؔ صاحب علم دوست اور خلیق ہیں۔ راقم سے غائبانہ ربط واخلاص رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنا کلام اس تذکرہ کے لئے بھیجا ہے۔ وہ بجنسہ نقل کیا جاتا ہے۔

کلام امرناتھ اثرؔ

تری صورت کہ معصوم و حسیں معلوم ہوتی ہے — مجھے غارت گر ایمان و دیں معلوم ہوتی ہے
محبت پھولتی پھلتی نہیں معلوم ہوتی ہے — یہ جلوہ گاہ دل بنجر زمیں معلوم ہوتی ہے
تصور جب تمہارے گیسوئے پر خم کا آتا ہے — محبت ایک مار آستیں معلوم ہوتی ہے
تمہاری بیوفائی ہو گئی ہے نقش دل جب سے — تمہاری ہاں بھی اے ظالم نہیں معلوم ہوتی ہے
محبت ہے فریب حسن ہی کا نام دنیا میں — تمہاری آن تیغ و دشنہ سی معلوم ہوتی ہے
اثرؔ اکر لے گئی ہے ہائے جو صبر و سکوں میرے — تمہاری ہی نگاہ دلنشیں معلوم ہوتی ہے
ہمارے خانۂ دل سے کبھی باہر نہیں جاتی — تمہاری یاد بھی پردہ نشیں معلوم ہوتی ہے
تمہارا ہی تصور ہے بہل جاتا ہے جی جس سے — وگرنہ زندگی اندوہگیں معلوم ہوتی ہے
تمہارے حسن رنگیں میں کشش ہی اور ہے ورنہ — مجھے ہر چیز دنیا کی حسیں معلوم ہوتی ہے
محبت کی ڈگر میں مارے ہولے جہاں والو — ذرا دل ڈھونڈ کر دیکھو کہیں معلوم ہوتی ہے
ملیں گے کیا اثرؔ دیر و حرم کو مست و بیخود کو — مجھے آرام گھر کی بیٹھ سا نہیں معلوم ہوتا ہے

(۲)

محبت نے تم کو خوب ابھارا ہے آجکل — واقف کہاں [illegible] ہمارا [illegible] ہے آجکل
تیرا ستم وفا سے بھی پیارا ہے آجکل — اے زہر بھی مجھے گوارا ہے آجکل
دنیا کی ہر ادا سے کنارا ہے آجکل — میں ہوں اور اک خیال تمہارا ہے آجکل
دل میں رہی ہوئی ہے کوئی نازنیں حسیں — جنت میں اک پری کو اتارا ہے آجکل

دل جس میں میری آرزوؤں کی تھی بود و باش ـ ملکیت بتانِ خود آرا ہے آجکل
کچھ کچھ بچی کھچی سی امیدوں کے ساتھ ساتھ ـ غم نے بھی دل میں پیر پسارا ہے آجکل
تم کو اگر ہماری محبت سے عار ہے ـ ہم نے بھی اپنے نفس کو مارا ہے آجکل
تیرا اگر یہی ہے تغافل تو پھر بتا ـ تیرے بغیر کون ہمارا ہے آجکل
اے دل زمینِ عشق پہ رکھ پھونک کر قدم ـ دنیا کا ذرّہ ذرّہ شرارا ہے آجکل
دعوت کسی عزیز کی قسمت میں کب آئے ـ ہوٹل کی روٹیوں پہ گزارا ہے آجکل

(۳)

کدورت ہو تو صلح و آشتی سے کچھ نہیں ہوتا ـ عقیدت اٹھ گئی تو بندگی سے کچھ نہیں ہوتا
دلِ ناکام اگر ہمت وری سے کچھ نہیں ہوتا ـ تو پھر دن رات کی نوحہ گری سے کچھ نہیں ہوتا
دل آرائی نہیں ہو دل دہی سے کچھ نہیں ہوتا ـ وفائیں رو رہی ہیں آدمی سے کچھ نہیں ہوتا
جہاں والوں کے کچھ ناز و ستم بھی سہنے پڑتے ہیں ـ یہ دنیا ہے یہاں کی دشمنی سے کچھ نہیں ہوتا
جہاں پر فیض حاصل ہو پڑا رہ بس اسی در پہ ـ دلِ وحشت زدہ آوارگی سے کچھ نہیں ہوتا
علاجِ کلفتِ دنیا مداوائے غمِ دوراں ـ خدا کرتے تو کرتے آدمی سے کچھ نہیں ہوتا
نہ ہو غمگیں اثر اہلِ جہاں کی بے وفائی پر ـ مسرت سے بسر کر لے غمی سے کچھ نہیں ہوتا

(۴)

میں زندگی کے سہارے تلاش کرتا ہوں ـ تری نظر کے اشارے تلاش کرتا ہوں
نہ گر پڑے ہوں تجلیات سے دیکھ کر تجھ کو ـ زمیں پہ چاند ستارے تلاش کرتا ہوں
کنارِ جو ہو، شبِ مہ ہو، تو ہو ادھر میں ہوں ـ وہ دلفریب نظارے تلاش کرتا ہوں
نجانے کون سے گوشے میں پڑ رہے ہونگے ـ ترے فراق کے مارے تلاش کرتا ہوں
وہ شوقِ دل جو تجھے مجھ سے آشنا کیا تھا ـ حضور کہہ کے پکارے تلاش کرتا ہوں

دل حزیں جو کبھی غمگسار رہتے تھے
کہاں ہیں دوست تمہارے تلاش کرتا ہوں

خدا ہی پار لگائے بیگانے اثر کہو اب
بھنور میں ناؤ کنائے تلاش کرتا ہوں

(۵)

غم الفت کو بھی محبوب جاں کہنا ہی پڑتا ہے
بساط داغ دل کو گلستاں کہنا ہی پڑتا ہے

کسی بے مہر کو جب مہرباں کہنا ہی پڑتا ہے
تو دل کا قتل ہے اور الاماں کہنا ہی پڑتا ہے

مقدر کی خرابی ہو کہ ہمت کی ہو ناکامی
بہر صورت جفائے آسماں کہنا ہی پڑتا ہے

نگاہ یار تو نے راز دل کے کہہ دئے کیا کیا
تری چشمک کو انداز بیاں کہنا ہی پڑتا ہے

سوال دوست پر اندیشۂ ترک محبت سے
نہیں کہنے کی حالت میں بھی ہاں کہنا ہی پڑتا ہے

مری تقدیر تجھ پر منحصر ٹھہری تو پھر تجھکو
خدا اک اور زیر آسماں کہنا ہی پڑتا ہے

محبت موجزن ہے اور امنگوں میں تلاطم ہے
ہمارے دل کو بحر بیکراں کہنا ہی پڑتا ہے

دیا بیاباں تک تیری رسائی ہے جو ناممکن
اسے دل تیری مرگ ناگہاں کہنا ہی پڑتا ہے

اثر اس عرصہ گاہ عشق میں دیکھے ہیں جو ہر
ضعیفی میں تجھے آخر جواں کہنا ہی پڑتا ہے

(۶)

معلوم ہوئے جاتے ہیں اب تاب و تواں اور
کچھ گل نہ کھلائے کہیں یہ درد نہاں اور

گھل گھل کے [illegible] نہیں ہوا جی کا زیاں اور
جب تو ہی نہ پوچھے تو کھلاؤں دل کہاں اور

ہے دل کی زباں اور دہن کی ہے زباں اور
پھر تو ہی بتا کیوں نہ بڑھے میرا گماں اور

یوں تو ہیں زمانے میں بہت تجھ سے جواں اور
جو شان تجمل ہے تری [illegible]

اے صبر تجھے صبر کیے میری فغاں کا
کچھ [illegible] تو نے دیئے تجھ کو نشاں اور

دل گردش ایام سے پس پس کے ہوا خاک
اب خاک اڑاتے ہو اڑاؤ مری جاں اور

شناکر ہے ترا بزم میں گھر گھر ترا شاکی
ہے نظرت دل خوش ہاں اور یہاں اور

ہم جنت واعظ کی حقیقت سے ہوں منکر ۔۔۔ مل جائے اگر تیرے محلے میں مکاں اور
اس دور ضعیفی میں اثر لاج بچانا ۔۔۔ یہ اور زمانہ ہے یہ دن او رہاں اور

(۷)

رات یادِ بت بے پیر بہت خوب رہی ۔۔۔ درد دل تھم گیا اکسیر بہت خوب رہی
داغہائے غم الفت کے کرم سے دل میں ۔۔۔ رونق گلشن کشمیر بہت خوب رہی
میں بھی جیتا رہا دنیا میں بہ امید کرم ۔۔۔ اک اندھیرے میں یہ تنویر بہت خوب رہی
موت آئی تو غم دہر سے جاں بھی چھوٹی ۔۔۔ خواب ہستی کی یہ تعبیر بہت خوب رہی
ناصحا ثبت ہو دل پر تری باتوں کا فریب ۔۔۔ پائے مجنوں کو یہ زنجیر بہت خوب رہی
شغل احباب ہا کعبۂ دل کی تخریب ۔۔۔ مجھکو اک حسرت تعمیر بہت خوب رہی
چپکے چپکے ہوئیں باتیں بھی زبان بھی نصیب ۔۔۔ شکر یہ آپ کی تصویر بہت خوب رہی
وہ ترا طرز تکلم وہ ترا جوشش آخر ۔۔۔ سر محفل تری تقریر بہت خوب رہی

تضمین بر غزل غالب

چارہ سازی کو میسّر آزماں آ جائینگے کیا ۔۔۔ شدت دردو الم سے ہم شفا پا جائینگے کیا
رفتہ رفتہ دل مضطر کو بہلا جائینگے کیا ۔۔۔ دوست غمخواری میں میری سعی فرمائینگے کیا
زخم کے بھرتے تلک ناخن نہ بڑھ جائینگے کیا

ہم جئینگے اس طرح یا یوں ہی مر کر کبتلک ۔۔۔ غم اٹھاتی ہی رہیگی جان مضطر کبتلک
آپ کی لطف و کرم ہوگا نہ ہم پر کبتلک ۔۔۔ بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کبتلک
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائینگے کیا

کیا مناسب ہی تری تقسیم اللہ واہ واہ ۔۔۔ دل دیا اک شخص تیرا دل کس طرح ہوگا نباہ
بس چکی ہے اب تو رگ رگ میں محبت و چاہ ۔۔۔ حضرت ناصح گر آویں دیدہ و دل فرش راہ

کوئی مجکو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائینگے کیا

عرصہ گاہِ عشق میں جانباز کہلاتا ہوں میں — دیکھ لو کس کس نگہ سے جیا آتا ہوں میں

کون کہتا ہے کہ مرجانے سے گھبراتا ہوں میں — آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں

عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائینگے کیا

ہے زبانِ خلق پر گر اپنا چرچا یوں سہی — ہم محبت میں ہیں رسوائے زمانا یوں سہی

ہو گئی ہم سے اگر برگشتہ دنیا یوں سہی — گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی

یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا

آسیائے آسماں پیر سے بھاگیں گے کیوں — پس رہیں گے گردشِ تقدیر سے بھاگیں گے کیوں

جاں بکف ہو کر تفنگ و تیر سے بھاگیں گے کیوں — خانہ زادِ زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں

ہیں گرفتارِ وفا زنداں سے گھبرائینگے کیا

لختِ دل کھا کھا کے ہم نے پائی اک لذت اسد — خونِ جگر کا پی چکے ہم جان کر شربت اسد

اب در و دیوار کو بھی ہم سے ہے نفرت اسد — ہے اب اس معمورہ میں قحطِ غمِ الفت اسد

ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائینگے کیا

(۱۱۷) زیبا۔ لالہ رام جی متوطن گیا۔ سنہ ۱۹۲۰ء کے قریب شہر [illegible] کی اور مشاعروں میں غزلیں پڑھیں نمونہ کلام یہ ہے۔

کس کی الفت کی ہے کشش دل میں — [illegible] سے جو [illegible] دل میں

(۱۱۸) ناشاد ۔ رام پرشاد لکھو سلا [illegible] والے [illegible] وطن مقام راہوں ضلع جالندھر صوبہ پنجاب تھا لیکن انھوں نے [illegible] صوبہ بہار میں گزارا اور یہیں کے ہو رہے تھے اور ان کے [illegible] لکھو سلا صاحب نے بھی صوبہ بہار میں سکونت اختیار کر لی ہے۔

اپنے والد مرحوم کے کلام کا مجموعہ طبع کرایا ہے جو ڈاکٹر سید محمود صاحب کی تقریظ اور پروفیسر عبد المنان بیدل کے مقدمہ کے ساتھ شایع ہوا ہے۔ ناشاد اردو کے ان شعرا میں تھے جن پر ہندوستان بہت کچھ فخر کرسکتا ہے۔ ٹیپے ذی علم صوفی منش شاعر تھے۔ سنہ ١٨٨١ء میں راہوں ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے سنہ ١٩٠٥ء میں لاہور کے گورنمنٹ کالج سے انگریزی زبان و ادب میں ڈگری حاصل کی اور یونیورسٹی کے تمام طلبا میں اول رہے کچھ عرصہ کے بعد لاہور کالج میں انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ سنہ ١٩١٣ء میں آکسفورڈ جاکر فن تاریخ کی تکمیل کی اور ہندوستان واپس آکر لاہور کے سناتن دھرم کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اس کے بعد حکومت نے ان کو ایجوکیشنل سروس میں لے لیا اور ریونشا کالج کٹک میں پروفیسر مقرر کیا اس وقت اڑیسہ صوبہ بہار میں شامل تھا گورنمنٹ نے سنہ ١٩١٤ء میں کٹک سے تبدیل کرکے جی بی بی کالج مظفرپور میں پہلے نائب پرنسپل پھر پرنسپل کے عہدہ پر بحال کیا پھر سنہ ١٩٣٠ء سے سنہ ١٩٣٣ء تک ٹی۔ان۔جے کالج بھاگلپور کے پرنسپل رہے لیکن اس کے بعد دوسرے سال پٹنہ کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ لیکن ان کو مظفرپور کا ماحول بہت مرغوب تھا اسلئے ایک سال کے بعد پھر مظفرپور واپس گئے۔ تاریخ میں ان کی تصنیف ہے "سلاطین و روسائے مغلیہ" ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔ ملازمت ہی کے زمانہ میں گورنمنٹ کی اجازت لیکر انہوں نے دو بار انگلینڈ کا سفر کیا اول سنہ ١٩١٨ء میں مہاراجہ پٹیالہ کے پرائیوٹ سکریٹری کی حیثیت سے وار کانفرنس میں شرکت کی اور پھر سنہ ١٩٢٦ء میں مہاراجہ الور کے پرائیوٹ سکریٹری ہوکر انگلینڈ کی سیر کی۔

خوش حالی اور تمول کے باوجود ناشاد فقیر دل شخصیت رکھتے تھے۔ غریبوں سے خاص انس اور ہمدردی رکھتے تھے اور حاجت مندوں کی حاجت روائی فراخ دلی سے کرتے تھے۔ ۱۴ر جون ۱۹۴۱ء کو قلبی عارضہ میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ مطبوعہ مجموعہ کلام موسوم بہ نالہ ناشاد میں ان کی ۴۵ نظمیں ہیں۔ ہر ایک سے ان کا صوفیانہ پن نمایاں ہے بطور نمونہ ان کی نظم نیا عبادت خانہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

نیا عبادت خانہ

ملکر بنائیں ایسا اک خانۂ عبادت
مندر نما ہو لیکن مسجد کی طرز کا ہو

مرلی کی دھن چھڑی ہو آواز ہو اذاں کی
چرچا بجا بجا یوں میں قرآن و وید کا ہو

اک جام میں پڑا ہو تھوڑا سا آب زمزم
اس آب میں ذرا سا گنگا کا جل ملا ہو

پی پی کے جام الفت وہ بیخودی ہو طاری
ہر ایک کی زباں پر وحدت کا تذکرہ ہو

اپنے صنم کدہ میں بت کوئی طرح کے
جن کے لبوں پہ ہر دم توحید کی صدا ہو

آپس کا بیر چھوڑیں باز آئیں دشمنی سے
یہ ہو تمام دل سے وہ جان سے فدا ہو

دھو دھو کے ہم مٹادیں آپ یگانگی سے
گر لوح دل پہ اپنے حرف دوئی لکھا ہو

مذہب ہو اپنا ایسا جس سے ہر ایک دل میں
عزت ہو دیوتا کی تعظیم انبیا ہو

مٹ جائے کفر و دیں کا جھگڑا جہاں سے یارو
[illegible] کی زباں پہ ہر وقت [illegible]

دورِ حاضر

(۱۱۹) گلو آرا۔ بابو ایشور پرشاد ایڈوکیٹ ڈپٹی مجسٹریٹ فرسٹ کلاس۔ عظیم آباد کے ہر دل عزیز رئیس اور دورِ حاضر کے خوشگو شعرا میں ہیں۔ اردو زبان اور شاعری سے خاص شغف رکھتے ہیں۔ رسالہ یارانِ میکدہ مرتبہ محمود علی خاں صاحب ضیا میں مجھے ان کے خود نوشتہ حالات اور غزلیں مل گئیں اسلئے انھیں کو بجنسہ اس مقام پر نقل کرنا مناسب معلوم ہوا چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"یارانِ میکدہ کے مرتب جو میرے بچپن کے ساتھی اور دوست ہیں ان کا اصرار ہے کہ میں اپنے سوانح حیات مختصر الفاظ میں لکھکر اشاعت کے لئے دوں۔ ان کے اصرار میں اتنا گہرا خلوص ہے کہ میں انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔ یہ چند سطریں ان کے حکم کی تعمیل میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ شاید ان میں میری حیات کے کچھ نقوش نظر آئیں۔"

"میں اپنے جدی مکان گلو آرا ہاؤس واقع محلہ مچھرہٹہ پٹنہ سیٹی میں ۱۲ مارچ ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوا۔ میرے بابوجی مہری بشوا ناتھ پرشاد عرف بسو بابو آنجہانی ایک کامیاب تاجر تھے مگر زمانہ کی رفتار کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مجھکو انگریزی تعلیم دینا ہی مناسب سمجھا۔ چنانچہ ۱۹۲۴ء میں محمڈن اینگلو عربک اسکول پٹنہ سیٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد بابوجی کی دلی خواہش کا اندازہ کرتے ہوئے میں نے بی۔ اے اور

وکالت کی ڈگریاں بھی حاصل کیں اور ۱۹۳۱ء میں پٹنہ ڈسٹرکٹ بار میں وکالت شروع کر دی۔" بابوجی کی ضعیفی اور علالت کی وجہ کر مجھکو پھر اپنے آبائی پیشہ تجارت کی طرف متوجہ ہونا پڑا اور اس وقت ذریعہ معاش تجارت ہی ہے۔ پبلک کی سیوا کرنے کا جذبہ جو میرے دل میں تھا اس کو بروئے کار لانے کا موقع بھی مجھکو مل گیا۔ چنانچہ ۱۹۴۱ء میں پہلی بار پٹنہ سٹی میونسپلٹی کا کمشنر منتخب ہوا اور ۱۹۴۲ء کے عام انتخاب میں بلا مقابلہ میونسپل کمشنر منتخب ہوا۔ اسی سال حکومت نے مجھکو آنریری مجسٹریٹ نامزد کیا اور آج تک اس عہدہ پر بحیثیت فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کام کر رہا ہوں۔ ۱۹۵۴ء میں جب پٹنہ میونسپل کارپوریشن کا پہلا انتخاب ہوا تو میں اپنے حلقہ وارڈ نمبر ۲۲ سے عام انتخاب کے ذریعہ کاؤنسلر منتخب ہوا۔ ۱۹۵۵ء میں کارپوریشن کا پہلا ڈپٹی میئر مقرر ہوا اور تین سال سے برابر ڈپٹی میئر منتخب ہوتا چلا آرہا ہوں۔ اس کے علاوہ میں مختلف شہری اور صوبائی اداروں کا وقتاً فوقتاً عہدہ دار بھی رہا ہوں۔

"میرے گھر والوں کی زبان عرصہ سے اردو ہے اور میں نے بھی اردو مضمون لیکر بی۔ اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ اردو دلیس کی ایک بڑی پیاری اور میٹھی زبان ہے۔ بولتے ہیں مزے دار۔ سنتے میں تو شگفتہ اور سمجھنے میں آسانی ہے۔ اس کی شاعری میں جو لطف ہے وہ میں نے کسی اور زبان میں نہیں پایا ہے۔ میرا خیال صرف زبانی یا جذباتی نہیں بلکہ میرے دل کا صحیح ترجمان ہے۔ چنانچہ جب کبھی ترنگ اٹھتی ہے تو کچھ شعر کہہ لیتا ہوں اور دوستوں کے اصرار پر مشاعروں میں پڑھ لیتا ہوں۔

رامیشور پرشاد گلوارہ

غزل

تم رنگ دیکھنا دل دیوانہ وار کا — بس منتظر ہوں آمد فصل بہار کا
مجھ سے قفس نصیب کو کیا کام اے ندیم — موسم خزاں کا ہو کہ زمانہ بہار کا
جلتے ہیں اور بجھتے ہیں امید کے دیئے — یہ واقعہ ہے میری شب انتظار کا
عجلت یہ ہے کہ پشت ہوا پہ سوار ہے — کس کی تلاش میں ہے مسافر غبار کا
مجھ سے گدا کے واسطے دامن بچھا دیا — احسان ہے یہ سایۂ دیوار یار کا
اس سے بدرجہا بھی غنیمت خزاں کی فصل — جیسا گذر رہا ہے زمانہ بہار کا
گوارا کوئی لاکھ جفائیں کیا کرے — دامن چھٹے نہ ہاتھ سے صبر و قرار کا

غزل

زمیں بھی مجھ سے خفا ہے خوش آسماں بھی نہیں
مرے لئے تو کہیں گوشۂ اماں بھی نہیں

خدا برا کرے وحشت کا دشت ہو کہ چمن
قرار دل کو یہاں بھی نہیں وہاں بھی نہیں

کچل دی آ کے جلیس وفا برا نہ ہوا
اب اس جہاں میں کوئی اس کا قدرداں بھی نہیں

یہ کیا ہے پھر جو دورنگی نہیں زمانہ کی
کہ فصل گل بھی نہیں موسم خزاں بھی نہیں

اسی پہ کیوں ہے نظر برق کی خدا جانے
بہت بلند مری شاخ آشیاں بھی نہیں

جنون عشق میں سب کچھ بھلا دیا ناصح

بس انتہا ہے کہ یاد اپنی داستاں بھی نہیں
رہِ خلوص سے باز آؤں کیوں میں گلو آرا
مجھے کچھ اس میں تو اندیشۂ زیاں بھی نہیں

بخشیں نہ پھر ہم آپ کو شکوہ اگر کریں
پہلا ہے یہ قصور بس اب درگذر کریں
ناصح تو ناشناسِ محبت ہے کچھ نہ پوچھ
کیونکر بیان لذتِ دردِ جگر کریں
الفت تو ایک جذبۂ فطری کا نام ہے
پھر عیب کیا چھپائے رہیں مشتہر کریں
منزل کی جستجو میں یہ جذبہ بھی ہو شریک
کانٹوں سے پاک صاف تری رہگذر کریں
اس دور میں ہو کیا نگہِ جوہری کی قدر
طے جس میں کور قیمتِ لعل و گہر کریں
سو تجربوں پہ بھی یہ سمجھ میں نہ آسکا
کیوں اعتبارِ وعدۂ شام و سحر کریں
گلو آرا مجھے بُرا تو نہیں یہ ترا خیال
جو کام ہم کریں وہ سمجھ بوجھ کر کریں

مجھے ہے نالہ و آہ و فغاں سے کام ابھی
زبانِ شوق نے خوش دلی کا نام ابھی
زبانِ شوق نے گو لاکھ اختصار کیا
مگر ادا نہ ہوا حاصلِ کلام ابھی
اٹھا دو ابرِ سیہ میکدے سے جا واعظ
کہ رند کرتے ہیں تیرا کچھ احترام ابھی
مری حکایتِ دل سن کے وہ یہ کہتے ہیں
ہمیں تمہاری صداقت میں ہے کلام ابھی
بس آج ہو گئے ہم نازِ حسن کے قایل
کہ منتوں سے بھی نکلا نہ کوئی کام ابھی
جو کرنا چاہئے ہے کل وہ آج ہی کر لو
ضرورت آج ہو جس کی کر دو تمام ابھی
بنا دو دلبش کو پھر رام بات گلو آرا
تمام ابھی ہو دے دل تو ہو گا رام ابھی

زاہد نہیں کہ سجدہ صد وانہ چاہئے
ہوں رند مجھکو بادۂ مستانہ چاہئے
گل چاہئے نہ گلشن و ویرانہ چاہئے
رندوں کو ایک محفلِ رندانہ چاہئے
سجدہ میں بے نیاز ہے سنگ و خشت سے
مجھکو تو روحِ کعبہ و بتخانہ چاہئے

کیا لطف اگر یہاں بھی رہے رسم امتیاز | ساقی سبھوں پہ دور پیمانہ چاہیے
دولت سمیٹ کر کوئی بنتا نہیں شریف | انساں کو رکھ رکھاؤ شریفانہ چاہیے
کہتے ہیں وہ ہم آئیں جو پوری ہوا انتظار | دل تیرا انتظار سے بیگانہ چاہیے
شمع مراد تک نہیں کچھ دسترس محال | بازو میں طاقت پر پروانہ چاہیے
کوئی جنوں نواز ہے کوئی خرد پسند | گلوارا تجھ کو ان سے الجھانا چاہیے

(۱۲۱) رائے ۔ رائے گوپال کرشن صاحب بی۔ اے رئیس عظیم آباد ساکن محلہ میتن گھاٹ۔ سنہ ولادت ۱۸۹۶ء ہے۔ راجہ خیالی رام کے ورثا میں ہیں۔ انگریزی میں فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ فارسی اور اردو بھی بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اردو شاعری کا شوق سن شعور سے ہے سیاسی اور سماجی تحریکوں سے بھی خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ ابتدا میں شاید کچھ کلام میر محمد باقر۔ باقر عظیم آبادی تلمیذ حضرت وحید الہ آبادی کو بھی دکھایا تھا لیکن شاعری یا باقاعدہ اصلاح سخن نہیں لی ۱۹۵۰ء میں انہوں نے اپنا کلام کتابی صورت میں شایع کیا ہے جس کا نام مومنٹس ود رائے گوپال کرشنا ہے (MOMENTS WITH RAI GOPAL KRISHNA) یہ کتاب انگریزی اور ہندی میں ہے۔ ابتدا میں ان کی تصویر ہے۔ اس کے بعد انگریزی میں انتساب، مقدمہ کتاب اور آزاد ہند کو خراج عقیدت اور مہاتما گاندھی کی موت پر اظہار تاسف کے مضامین کے بعد دنیا کی بے ثباتی اور بے اعتباری کے متعلق میر انیس کے مراثی کے کچھ بند اور اسی طرح دوسرے مشاہیر شعرا کے مختلف اشعار جن میں فارسی اشعار سعدی شیرازی کے بھی ہیں ہندی یعنی دیوناگری

رسم الخط میں شایع کیا ہے اور ان کا انگریزی ترجمہ بھی درج کیا ہے۔ بعد میں خود اپنا اردو کلام بھی دیوناگری حروف میں درج کیا ہے اور آخر میں اپنے بعض خطوط جو انہوں نے سر اشا تورڈ کرلیس اور ار بھتر موز وغیرہ کو لکھے تھے اور ان میں ان انگریزوں کے انگریزی زبان غلط بولنے اور لکھنے پر اعتراض کئے تھے اور ان کے جوابات درج کئے ہیں اور ان کے علاوہ بعض خطوط اور بھی ہیں۔

بہرکیف بہار میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے فارسی اور اردو کلام کو دیوناگری میں شایع کیا ہے۔ یہ کس جذبہ کے تحت ہے راقم کو معلوم نہیں لیکن اس کتاب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے انگریزی تراجم ان کے اردو بندشوں سے بہتر ہیں۔ مصنف نے بقول خود مشرقی خیالات کو گلدستہ کی صورت میں اہل مغرب کے سامنے پیش کیا ہے۔ لیکن اگر ساری کتاب انگریزی میں ہوتی تو اہل مغرب کے مطالعہ کے لئے مناسب ہوتی کیونکہ اہل مغرب ہندی رسم الخط سے کمتر واقف ہیں۔ ان کا کلام جو ہندی رسم الخط میں ہے بطور نمونہ اردو رسم الخط میں درج کیا جاتا ہے۔

صفحہ ۲۵ ابتسا لڑائی

چکبست کے طرز پر

جھتا باندھے ہوئے جرار وطن جاتے ہیں ۔۔۔ کچھ نئی شان سے میدان بازاں جاتے ہیں

ہم نہ ہاریں گے کبھی کر کے یہ ان جاتے ہیں ۔۔۔ بدلے تلوار کے وہ باندھے کفن جاتے ہیں

سامنے ان کے ظفر برہنہ پا پھرتی ہے

آہ مظلوموں میں بھی رائے عجیب نکلتی ہے

اُن کی رگ رگ میں ہیں پیوست جنگ کے چلن — رن کا میدان ہے ان کے لئے ماں کا دامن
عرصۂ جنگ کی موت ان کو ہے اک شب کی دلہن — مرکے تلوار سے حاصل ہو تو خلعت ہے کفن

رن کے میدان سے پسپا ہوں یہ دستور نہیں
مادرِ ہند کے بچے ہیں کوئی اور نہیں

اِن دلیرانِ وطن دھاک بٹھا کر آتا — طنطنہ دشمنِ خود بیں کا مٹا کر آتا
آپ سے بھی نہیں ڈرتے یہ جتا کر آتا — ندیاں خون کی تم اپنے بہا کر آتا

یہی گنگا ہے سپاہی کے نہانے کے لئے
ناو تلوار کی ہے پار لگانے کے لئے

جا بجا نصب بصد شان کئے قومی علم — اور حفاظت بھی کی ایسی کہ نہ جھکنے دیا خم
واہ شاباش کہ تم نے نہیں تا آخر دم — وار ان پر کیا گو تم پہ ہوئے جور و ستم

ایک سے ایک ہیں بڑھ بڑھ کے یہاں مردِ فن
نام ہے قوم کا ان کی ہی بدولت روشن

اسی سن میں کہ جوانی کا ہوا ہی آغاز — حل کیا تم نے تیاگ اور اہنسا کا راز
ظلم پر ظلم سہے پر نہ جب آئے تم باز — رہ گئے دنگ جنہیں ظلم و ستم پر تھا ناز

جیتا ہے اپنے لئے وہ بتر از مردہ ہے
مر مٹا اوروں کی خاطر وہی زندہ ہے

سنہ ۱۹۳۴ء کا بھو کمپ

جب بہار اور تھے ہند میں دوجہاں سے پر — سنہ عیسوی کا پہونچا ہوا چند منتظر
دو شنبہ تھا دن جنوری کو وقت سہ پہر — صوبوں میں لرزنے لگا ہوا قہر ایشور
یوں جیسے تو اس میں ہے ہندوستان بھر — لیکن بہار ہو گیا مغضوب تھا مگر

ٹپنہ خدا گواہ کہ ٹپنہ نہیں رہا — اس قہر ایزدی کا ہوا اس پہ وہ اثر
تربت مونگیر بہی تو ہوئے صاف گھر کے گھر — ایسے مٹے کہ مٹ گیا ٹپنے کا آگے ڈر
ریلیں سڑک خراب ہوئیں پل بھی جا بجا — پانی کی کل بھی بجلی ٹیلیفون تار گھر
کیا لہلہاتے کھیت تہ آب ہو گئے — پھیلی تمام ریت ہوئے خشک جا و تر
بچے، نماز جن پہ سدوں دریائے آبدار — بن پانی مر گئے نہ ملا پانی بوند بھر
سن کر فسانہ زلزلے کا جھک نہ دل بیٹھے — سینے میں اس کے دل نہیں ہے پارۂ حجر

غزل

مشاعرہ بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۵۰ء بدولت کدہ بابو اماپتی سہائے صاحب

مصرعہ طرح - چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کر دے

توئی ہی ڈھونڈ ہو یا ردِ جہاں میں ایسی خو کر دے
چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کر دے

زباں ایسی بنا دے ایک طرز گفتگو کر دے
کہ ہر فرد بشر اب ترک ذکر من و تو کر دے

اگر تو چاک داماں اس کی پامالی کے باعث ہے
تو لازم سوزن مژگاں سے اس کا رفو کر دے

میونسپل ایکٹ تو کو کارپوریشن ایکٹ ہو سمجھو
کر اس کا بس یہی مطلب ہے بیش از بیش اور لے

اگر بیوی کی حاجت ہے فقط کھانا پکانے کو
تو بیوی کے عوض ۱۰۰ سب کو ایک کو کر دے

سیاسی زندگی میں گر تو خواہانِ ترقی ہے

ہوا بہتی ہو جس جانب اسی جانب کو رُخ کر دے

نہیں چاہیے تمہارے چاہنے والے کو بھی چاہے
کہو کس طرح کوئی اپنے دل کو خون سے دو کر دے

خدا محفوظ رکھے چتونوں سے ان حسینوں کی
تعجب کیا جو دنیا محشر نگاہ ماہ رد کر دے

ڈرا کرتے ہیں فہمیدہ تلوّن سے زمانے کے
کبھی عزت یہ بخشے اور کبھی بے آبرو کر دے

بہت ہشیار اس پیر فلک کی چال بازی سے
یہ وہ موذی ہے جو بھائی کو بھائی کا عدو کر دے

کوئی بھی کار مشکل اس کی قدرت کے نہیں باہر
بس اک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ قطرہ کو وہ جو کر دے

بہ مے سجادہ رنگیں کن چواں قولیست حافظ را
بہت خوش ہو دے اگر تو از مئے گل گوں وضو کر دے

نہیں غربت سے بڑھ کر کوئی خوئے بد ہے انساں میں
شکایت جس سے پیدا ہے رائے اس کے روبرو کر دے

مشاعرہ بتاریخ ۸ اگست ۱۹۵۴ء بمقام محمڈن اسکول

مصرعہ طرح ــــ شوق فضول و جرأت رندانہ چاہیے

ہم مے گسار ہیں ہمیں میخانہ چاہیے	کعبہ نہ چاہیے نہ صنم خانہ چاہیے
شوق فضول و جرأت رندانہ چاہیے	بیکار جی کے صرف ہوا ہے لیے تو بس
اس کے لئے تو ہمت مردانہ چاہیے	جھیلے مصیبتیں نہ کبھی حرف زباں پر آئے

فیشن کا ہو تقاضا ہر اک سے یہ آجکل
نکٹائی کوٹ پینٹ و یکسا نہ چاہیے

دنیا کی کائنات سے مردوں کو کیا غرض
ان کو تو سوئے دیدۂ و پیمانہ چاہیے

دے دے زکات حسن کی اے بادشاہ حسن
آیا ہوں تیرے در پہ فقیرانہ چاہیے

کیا پوچھتے ہو رہ گئے ہے ہوش و خرد کی بات
عاشق کو ہونا تیرے تو دیوانہ چاہیے

راشٹرپتی راجندر پرشاد کے پرتی۔

ہوا ہندوستان اور بہاری خاک میں شاد
کہ بیٹھے تخت دہلی پر ہمارے راشٹر پرشاد

ہے انکو مرحبا صد مرحبا لاکھوں مبارکباد
بنا کر ہاتھ خود بھارت کو غلامی سے کیا آزاد

کیا وہ دانت کھٹا دشمن خود ہیں لڑنے میں
کہ بھولے گی قیامت تک کبھی سکو نہ اسکی یاد

ہوئی دنیا کے کونے کونے میں شہرت بلند انکی
چھوٹیں کے جو زلزلہ میں ان نے کی امداد

وہ منتر ان نے پھونکا دہر میں تیاگ و اہنسا کا
مٹ جائے جو سن کے نام بھی ایسا ستم ایجاد

بہت ایثار کر کے ہے کیا امن و اماں قائم
مٹایا صفحۂ ہستی سے ظالم اور بیداد

جیتے جاتے نہ کیوں یہ پریسیڈنٹ آف انڈیا دوبارہ
کہ یہ ثابت ہے ہیں سب سے اولی ہند کی اولاد

یہی انکی تمنا ہے یہی ہے مدعا ان کا
نہ رہنے پائے بھارت میں کوئی بھی خستہ و ناشاد

یتیم و بیوہ کتنے ان کے ہیں مرہون منت کش
نہ جانے کتنی اجڑی بستیاں ان نے ہیں کیں آباد

دکھیوں کو بہر کاب ان کے ہمیشہ کامیابی ہو
کیا یاں ان نے گاندھی جی کے ایسا کمال استاد

جو سمجھا فرض تھا اپنا اسے اس نے کیا پورا
نہیں من کے لئے ہے رہ گئے ہرگز جو ہند کا داد

کشمیر کی جھلک

جو پراج

ہے ہر دریا صفت جو جو مزاج ہے
یہ تو یہاں جوانوں میں مزاج ہے

نہ پوچھو کو ورانت سے میاں دوش سے
یہ پینے ہونے پریم کا تاج ہے

بخشی سیاعت

نام وزیر اعلیٰ سری بخشی غلام ہے
رکھنا پرجا کو شاد یہی ان کا کام ہے
سنتی ہے یاں پہ آکے امن و امان کو
جب سے یہ آئے ایسا ہی یاں کا نظام ہے

اہل سری نگر

جو لوگ سری نگر کے ہیں بے حد خلیق ہیں
مہماں نواز ہیں سبھی لائق لطیق ہیں
رکھتے ہیں دوستی یہ ہر اک خاص و عام سے
ہیں پریم کی یہ مورتی غایت شفیق ہیں

کیسر کے کھیت و تیرتے کھیت

کھیت اک کیسر کے یہاں پر تو سبھی دیدنی ہیں
لوگ کہتے ہیں کہ یہ باعث خندیدنی ہیں
تیرتے کھیت بھی ہیں یاں پہ کئی پانی میں
کہہ سکے جن کو نہ محفوظ زد و زدنی ہیں

ہاؤس بوٹ

ڈل اک جھیل ہے جہاں چلتا مکان ہے
ہے ڈھنگ انوکھا اس کا نرالی ہی شان ہے
راحت کے ان میں سامان مہیا ہیں سارے کل
تعریف ہاؤس بوٹ کی بیرون از بیان ہے

امیرا کدل

امیرا کدل ایک پل ہے یہاں
ہے جہلم ندی اس کے نیچے رواں
گردوارا سکھوں کا اک پاس ہے
اور بازار بھی ہے یہاں اک کلاں

چشمہ شاہی

چشمہ شاہی ہے نام اس کا
ہضم کرنا ہے کام اس کا
بادہ ہو گر نہیں میسر
پی لو بھر بھر کے جام اس کا

نشاط باغ

تاز سری نگر میں باغ نشاط ہے
دیتا یہ خاص و عام کو انبساط ہے

تشبیہ دیں جو ہروں سے حوران خلد کی — تو ان میں یہ ان کے لئے یہ لیماط ہے

شالی مار

نورجہاں کا باغ یہی شالی مار ہے — تعمیر کی وجہ زن و شو کا پیار ہے
باد سموم کا نہیں ہوتا یہاں گذر — فصلِ خزاں میں بھی یہاں لطف بہار ہے

ہروَن جھیل

یاں پر اک جھیل کو موسوم بہ ہرون دیکھا — نیچے اک سوتا سا بہتا ہوا روشن دیکھا
مثل آئینہ کے شفاف تھا اس کا پانی — یا کہوں گویا کہ بہتا ہوا درپن دیکھا

پہل گام

پہل گام سچ فخر کشمیر ہے — پہاڑوں میں اپنے لئے یہ میر ہے
لدار اک ندی بہتی ہے بیچ سے — روانی میں یہ مثل اک تیر ہے

گل مرگ

سنا ہے کہ گل مرگ ہے لاجواب — مرے واسطے یہ رہا مثل خواب
جو پالی خبر ڈاکے کی اپنے گھر — بنا دیکھے لوٹا میں پٹنہ شتاب

(۱۲۲) رنگیں۔ تخلص اور منشی چھیدن لال نام محلہ مرار پور گیا میں رہتے تھے شمس العلما نواب سید امداد امام اثر مرحوم نے اپنے منشی ملک عبدالکریم مرحوم کے بعد ان کو ملازم رکھا تھا۔ ذی علم خوشگو اور صاحب ذوق سلیم تھے۔ نواب صاحب مرحوم کے یہاں روزانہ صبح کے آٹھ بجے حاضر ہو کر ضروری کاموں سے فارغ ہونے کے بعد سارا وقت کتب بینی اور شعر و شاعری میں گزارتے تھے یہ ۱۹۳۲ء کی بات ہے اس وقت ان کی شاعری کی ابتدا تھی۔ اردو کے علاوہ فارسی کی استعداد

بھی بہت تھی۔ سکندر نامہ، قصاید عرفیؒ، دیوان حافظؒ، انشائے طاہر وحید اور دفتر ابوالفضل وغیرہ وغیرہ منتہی کتب بالاستیعاب پڑھی تھیں۔ بابو اودھ کشور گشتہ گیاوی سے مشورہ سخن کرتے تھے نسباً کایستھ تھے۔ سرانوے اور پست قامت آدمی تھے۔ راقم کو ان کے حالات مخلص مہربان سید عابد امام زیدی خلف شمس العلما نواب سید امداد امام اثر مرحوم سے ملے جس کے لئے راقم ان کا بے حد ممنون ہے اور انہیں نے رنگیں کے تین شعر بھی لکھکر دئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں یہ اشعار خود بتاتے ہیں کہ کس قدر قابل داد ہیں۔

جو ہیں اچھی صورت پہ مرجانیوالے — وہ ہیں نام دنیا میں کرجانے والے
میں نے قسمت کی جو شکایت کی — اس میں شکوہ تو آپ کا نہ ہوا
یوں قیامت تک رہے دنیا سلامت مجکو کیا — میری دنیا ساتھ ہی میرے فنا ہوجائیگی

(۱۲۲) **سنکی**۔ **بابو بیجناتھ سہائے** ولد منشی درگا سہائے قوم کایستھ ساکن موضع خواص پور ضلع گیا پیشہ زمینداری و مختارکاری سن ولادت تخمیناً ۱۸۹۴؁ء۔ اردو کے علاوہ انگریزی بھی بخوبی جانتے تھے خلش گیاوی کے تلامذہ میں تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

بدی کرتے ہیں کیوں اہل جہاں نیکی کے بدلے میں
سبب اس کا یہ ہے شاید زمانہ اب ترا آیا

(۱۲۳) **بشر**۔ تخلص اور بی ڈی مہتا نام۔ زیادہ حال معلوم نہو سکا۔ واثق دلوردی نے رسالہ خیابان میں ان کا یہ شعر شایع کیا تھا۔

نہ جلتی شاخ گل تو آشیانہ اور بن جاتا — چھڑایا گردش گردوں نے صحن گلستاں ہم سے

(۱۲۴) **بہار** ۔ بابو شیو ناتھ پرشاد ساکن گیا۔ بابو اودھ کشور کشتہ کے دوستوں میں تھے اور انہیں کے فیض صحبت سے شاعری کی مشق شروع کی تھی بعد میں سیاسی تحریک سے دلچسپی لینے لگے اور شعر گوئی ترک کر دی۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

رہے گا ہمدموں جب تک ہمارے دم میں دم باقی
نہیں چھوٹیگا اکدم دامنِ ہندوستاں ہم سے

(۱۲۵) **بہار** ۔ اکھوری شیو نندن پرشاد قوم کایستھ۔ اردول ضلع گیا کے اسکول میں ہڈ ماسٹر تھے۔ خود کو فصیح الملک داغ دہلوی کا شاگرد کہتے تھے۔ بذریعہ مراسلت غزل پر اصلاح لیا کرتی۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

فائدہ خاک جمع زر میں نہیں   کچھ نہیں خیر اگر بشر میں نہیں

(۱۲۶) **بیر** ۔ پنڈت مہابیر۔ بتیا (چمپارن) ہائی اسکول میں مولوی تھے اردو اور انگریزی بخوبی جانتے تھے۔ اکثر اردو میں شعر کہتے تھے۔ ایک شعر یہ ہے۔

دیتی ہے مجکو قدرت صانع کا دہ پتا   جو شئے بنائی ہے مرے پروردگار نے

(۱۲۷) **غنیمت** ۔ بابو اجودھیا پرشاد بی۔ اے، قوم کایستھ۔ ضلع گیا کے کسی دیہات کے باشندہ تھے۔ شاعری میں سید علی خاں بیتاب عظیم آبادی تلمیذ شاد سے اصلاح لیتے تھے۔ آریا سماج آشرم میں ملازمت کر لی تھی ان کا ایک شعر یہ ہے۔

بوستاں میں پھاڑ ڈالا گل نے اپنا پیرہن   سیر کو نکلا جو وہ گلگوں قبا برسات میں

(۱۲۸) پروفیسر شیام نرائن لال۔ راقم اس فخر بہار شاعر و ادیب کو یو۔ پی کا باشندہ جانتا تھا لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کا آبائی وطن بکسر (صوبہ بہار) ہے۔ غلط فہمی کا سبب یہ تھا کہ ان کے والد منشی رام چرتر لال اور ان کے بھائی جو بلیا اور اعظم گڈھ میں پیشکار اور سرکاری ملازم تھے وہیں قیام پزیر تھے۔ راقم کے مخلص کرم فرما ڈاکٹر سید احمد حسن پرونیسر ٹی۔ ان۔ بی کالج بھاگلپور نے یہ امر پروفیسر شیام نرائن لال آنجہانی کے صاحبزادوں یعنی بابو کرشن چند لکچرر انگریزی مارواڑی کالج بھاگلپور اور بابو ہرشن چند لکچرر معاشیات مونگیر کالج سے تحقیق کر کے راقم کو اطلاع دی۔ ذیل میں جو حالات اور کلام درج کئے جاتے ہیں وہ بھی پروفیسر شیام نرائن لال آنجہانی کے صاحبزادوں سے حاصل کئے گئے ہیں ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ متقدمین شعرا کی طرح انہوں نے کوئی تخلص اختیار نہیں کیا تھا۔

پروفیسر شیام نراین لال ۲۳ر جولائی سنہ ۱۸۹۱ء کو پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں بلیا اسکول سے مڈل کا امتحان اس امتیاز سے پاس کیا کہ پورے صوبہ میں اول آئے اور حکومت کی طرف سے مزید تعلیم کے لئے پانچ سال تک وظیفہ ملتا رہا۔ ام۔ اے پاس کرنے سے پہلے وہ کایستھ پاٹھشالہ الہ آباد میں انگریزی کے استاد مقرر ہوئے اور پھر آگرہ کالج میں انگریزی کے لکچرر مقرر ہوئے۔ بنارس ہندو یونیورسٹی قایم ہونے پر اس یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور بائیس برس تک اس سے وابستہ رہکر انتقال کیا۔

شعر و ادب کا ذوق فطری تھا اور حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ قرآن مجید کی اکثر آیتیں، عمر خیام کی رباعیاں، غالب، مومن اور ذوق کے اشعار کثرت سے یاد تھے جنہیں وہ اکثر گفتگو میں برمحل استعمال کرتے تھے بارہ برس کی عمر میں وہ اقبال کے کلام سے متعارف ہوئے اور اقبال کی نظمیں میں وطن پرستی کے جذبات سے ہمیشہ متاثر رہے۔ پروفیسر لال چھوت چھات اور مذہبی تنگ نظری کے سخت مخالف تھے۔ ابتدا میں بنارس یونیورسٹی میں اردو فارسی اور عربی کا شعبہ جدا [illegible] تھا اسلئے ان دونوں کی تعلیم بھی انھیں کے سپرد تھی اور کئی سال تک وہ [illegible] بورڈ آف اسٹڈیز کے صدر رہے اور انگریزی شعبہ کا [illegible] کے ساتھ ان شعبوں کے کام بھی پوری دلچسپی کے ساتھ [illegible] اور غالب پر ان کی تنقیدی تصنیفیں انگریزی [illegible] کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ طبیعت بہت ہمدرد پائی تھی۔ اکثر نادار طلبا کی امداد کیا کرتے۔ ان کی عمر کے چھ [illegible] انتقال کیا۔ اس حادثہ سے وہ بارہ بارس تک [illegible] ۱۹۳۰ء ۲۰ فروری کو رحلت کی۔ ان [illegible] لوگوں نے ان کے صاحبزادے کو تعزیت کا تار دیا اور [illegible] پرو وائس چانسلر راجا جوالا پرشاد کو ان [illegible] کا حکم دیا۔

اب راقم [illegible] وہ اشعار نقل کرتا ہے جو [illegible] پروفیسر نے پروفیسر لال کے صاحبزادے سے دستیاب کر کے [illegible]

لال کی تصویر کے ساتھ اس تذکرہ کے لئے بھیجے ہیں۔ ان اشعار کی تحسین راقم کو کچھ لکھنے کی حاجت نہیں اسلئے کہ یہ اشعار خود شاعر کی شاعرانہ عظمت کو نمایاں کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ بعض وجوہ سے تصویر اس تذکرہ میں شامل نہ ہو سکی۔

آج خود آ گئے منانے کو — زندگی مل گئی فسانے کو
گا رہا ہوں میں غم چھپانے کو — کون سمجھے مرے ترانے کو
شاخ گل ہے نہ آشیانہ ہے — پھر بھی کہتے ہو مسکرانے کو
پھونک کر آشیاں بھی دیکھ لیا — کچھ سکوں مل گیا زمانے کو
درد کیوں آج مضمحل سا ہے — کیا پتا مل گیا زمانے کو
مضمحل عزم سے سمجھ لینا — بات کیا رہ گئی بنانے کو
عمر رفتہ نے مجھکو سمجھایا — زندگی پائی ہے گنوانے کو

سنبھالے لاکھ ہم سینے میں دل کو — مگر دل پھر بھی بھر آئے تو کیا ہو
وہ سمجھاتے ہیں دیوانے کو لیکن — جو دیوانہ مچل جائے تو کیا ہو
چھپانے کو چھپا لوں اپنے آنسو — انہیں کی آنکھ بھر آئے تو کیا ہو
یہ چپکے چپکے تنہائی میں رونا — کوئی ایسے میں آ جائے تو کیا ہو
متاع زیست اپنا غم ہے لیکن — جو یہ دولت بھی چھن جائے تو کیا ہو
نظر اٹھی ہے میخانہ لئے پھر — جو پیمانہ چھلک جائے تو کیا ہو
بہاروں میں مری صحرا نوردی — طبیعت خود بہل جائے تو کیا ہو
سنانے کو سنا دوں قصۂ غم — نہ ان کو گر یقیں آئے تو کیا ہو
شب فرقت ہے اور ان کا تصور — سحر چپکے سے آ جائے تو کیا ہو

امنڈ کر کچھ آنسو تو آنکھوں میں آئے — کچھ ایسا ہوا کہ برسنے نہ پائے
مرے آنسوؤں کو علاقہ ہے غم سے — مسرت کے موتی نہ میں نے لٹائے
کسی کو مصیبت میں روتے جو دیکھا — مجھے اپنے دامان تر یاد آئے
مرا غم مرے واسطے زینتِ دل — جو رونا بھی چاہا تو آنسو نہ آئے
یہ کیسے بتائیں یہ کیونکر بتائیں — کہ کیوں ہم کو مدت ہوئی مسکرائے
وہ وقتِ وداع اسکی آنکھوں میں آنسو — میں کیونکر بھلاؤں بھلایا نہ جائے
یہاں تک تو پہونچی تڑپ زندگی کی — اجل مجھ سے خود اپنا دامن بچائے
میں وہ نامرادِ محبت ہوں ہمدم — پہونچکر جو منزل پہ منزل نہ پائے
مری زندگی بن گئی اک تمنا — مسرت میں بھی مجکو غم یاد آئے
جسے زندگی میں ہو غم کا سہارا — زمانے سے غم کو وہ کیسے چھپائے

(۱۲۹) آغا۔ تخلص اور بابو اماپتی سہائے نام ساکن محلہ یاران دریبہ پٹنہ شہر کے رؤسا میں ہیں۔ ان کے خود نوشتہ حالات تذکرہ یاران میکدہ میں موجود ہیں اسلئے راقم نے کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اس جگہ اسی کی نقل مندرج کی جاتی ہے۔

"مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک گہری نیند سے چونکا ہوں یعنی کہ زمانہ وہ تھا جو گزر گیا اور چونکنے کا وہ ہے جو رفتہ رفتہ اس کو کھائے جا رہا ہے۔ منظر پر رفتہ رفتہ تاریکی چھائے جا رہی ہے یا تو من نظارے گم ہوتے جا رہے ہیں پرانے آثار مٹتے جاتے ہیں خوش باشی اگر معدوم نہیں تو اتنی کمیاب ضرور ہو گئی ہے کہ غیروں کی کیا اپنوں کی آرام کی زندگی مخصوص ہو گئی ہے مجھے یہ شکایت نہیں کہ مجھے کیوں اب وہ لطف میسر نہیں جو پہلے تھا اگر

اتنا ہی ہوتا تو کچھ گلہ نہ ہوتا۔ گلہ یہ ہے کہ وہ لطف میرے لئے عنقا ہو گیا ع آں قدح بشکست و آں ساقی نماند کا ماجرا گزر گیا۔ وہ ٹھکریچین نہیں ہیں وہ مشغلے نہیں ہے وہ وضع و قطع نہیں ہی وہ پہناوے نہیں ہے وہ بولی نہیں رہی حتی کہ شاید وہ آدمی ہی نہیں لے ملتا شہر اجنبی ہو گیا آدمی مراد اگر اس کا دل اس کی دلچسپیاں اور دلبستگیاں لی جائیں تو آج کے نیچے ایک دوسری جگہ کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے پرانی ہندوستانی حکمت سے شوق تھا انھیں چلتے ہوئے فلمی ریکارڈ سے مجھے جو سرور کیسی سے ذوق تھا۔ انھیں آئس کریم اور ینگ پوٹم میں دستیاب کی ہیا نعتیں گھر پر کرتا تھا بالائیاں اور قلفیاں گھر پر جموا تا تھا یہ ہوٹلوں میں چلے جاتے ہیں اور فریجیڈیٹر ولایتی پھلوں کے تن ٹھنڈے کرتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان چیزوں میں بذات خاص لذت نہیں ضرور ہوگی اور اس قسم کی ہوگی جیسی میرے لئے ان کے مدمقابل کی پہلی چیزوں میں تھی مگر میں اس کو کیا کروں کہ مجھے ان کے سامنے وہ بات کہاں میر مدن کی سی کی یاد یاد آتی ہے۔ دل میر مدن کو ہی چاہتا ہے اور میر مدن ہی کا سوگوار ہے۔ یوں تو کچھ دنوں ہائیکورٹ کے دکا خانہ لینی نوز افروزی کا اتفاق ہوا لیکن اس کو با لفاظ حضرت شاد جوانی کا ایک شعبدہ کہئیے اور اسی طرح کا کچھ نام اسی قسم کی آنریری مجسٹریٹی وغیرہ کو بھی دیجئے جو میری نا دو بھر عمر میں بعض طبقے کے لئے تفریح کا وا ذات زندگی بن گئے تھے۔ ہاں کالج کے زمانہ میں ایک چسکا کتابوں کا لگ گیا تھا وہ اب تک قائم ہے۔ گاہے گاہے ایک آدھ غزل کا بھی اتفاق ہو جاتا ہے۔ غرض کچھ ناول افسانے اور ڈراموں سے دل بہلا کر اور کچھ آپ بیتی کا دکھڑا غزلوں میں کہہ کر وقت گزار دیتا ہوں اس وقت میری عمر کوئی چون پچپن کی ہے۔ حال ایک کالی ڈائن کی طرح سامنے کھڑا ہے ماضی کی یاد کسی کے برق تبسم کی طرح دل میں تڑپ رہی ہے۔

راقم نے ان کا کلام دستیاب کرنے کو مشتاق حسین صاحب ایڈوکیٹ سے کہا تھا لیکن معلوم ہوا کہ آپکی بیاض نا غائب ہو گئی ہے۔ غالباً اسی سبب سے یاران میکدہ میں بھی ان کا کوئی شعر موجود نہیں۔

تمت